ردِ شرک و بدعت کے موضوع پر لاجواب کتاب

عقائدِ اہلِ سنت

تصنیف

ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی رضوی

حجاز پبلی کیشنز لاہور

رد شرک و بدعت کے موضوع پر لاجواب کتاب

عقائد اہل سنت

تصنیف

ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی رضوی مدظلہ

حجاز پبلی کیشنز

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب .. ———— عقائدِ اہلِ سُنت

تصنیف .. ———— ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی رضوی

اشاعت .. ———— طبع دوم محرم الحرام ۱۴۳۱ھ / جنوری 2010ء

صفحات .. ———— 416

تعداد .. ———— 1100

ناشر ○ حجاز پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ، لاہور

قیمت .. ———— 260 روپے

محمد اسلم شہزاد

ڈائریکٹر: حجاز پبلی کیشنز

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042- 37226193, 0300-4270964, 0321-7226193,

فہرست

تقریظ سعید

نباضِ قوم حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری

دامت برکاتہم العالیہ

فاضلِ عزیز عالم شہیر مولانا ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی (سلمہ اللہ تعالیٰ) کی یہ ضخیم تالیف سرسری طور پر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ عقیدۂ توحید اور دیگر متعلقہ مسائل پر مولانا موصوف نے دلائل کا انبار لگا کر ایک بڑا علمی ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ جو عوام و علماء و مناظرینِ اہلسنت کے لیے ایک اہم دستاویز ہے۔ اور مخالفین بھی اگر تعصب کی عینک اتار کر بنظرِ انصاف پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں، تو ضرور قبولِ حق پر آمادہ ہوں گے۔ اور اگر یہ قسمت میں نہ ہوا، تو اپنے عقائدِ مذمومہ پر نظرِ ثانی کے لیے مجبور ہوں گے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) فاضلِ عزیز کی اس سعیٔ جمیلہ اور محنتِ شاقہ کو قبول فرمائے۔ ان کے علم و عمل تقریر و تحریر میں برکت فرمائے، اور کتاب کو نافع و ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

ابوداؤد محمد صادق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

استاذ العلماء ادیب نابغۂ اسلامیہ
حضرت مولانا علامہ الحاج محمد منشا تابش قصوری

زیب نظر کتاب "رَدِّ شرک و بدعت" کے مصنف عزیز القدر مولانا منور حسین عثمانی زید علمہٗ و عملہٗ اس دَور کے نوجوان خطباء و مقررین میں ایک امتیازی شان سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اندازِ خطاب عمدہ دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل و براہین سے مُزین ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے اپنی تقریر کو پُر تاثیر بناتے ہیں مشہور و معروف شعراء کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے دَورانِ وعظ بہترین سلیقہ سے خوبصورت اشعار پڑھتے ہوئے سامعین پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں، جب محسوس کرتے ہیں کہ اب سامعین پر نعتیہ اشعار کے خاص اثرات مرتب ہو رہے ہیں تو اپنے ساتھ حاضرین کو بھی پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اِس طرح مجمع لذت عشق و محبت سے خوب سرشار ہوتا ہے۔

مولانا منور حسین عثمانی صاحب زید مجدہٗ نے بمقام بھاگوڈیال نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ کے ایک راجپوت خاندان میں آنکھ کھولی، اپنی والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی کی خصوصی تربیت کے باعث آپ کی طبیعت پر دینی عنصر غالب آیا۔ تعلیم کا باقاعدہ آغاز سکول سے ہوا۔ طبعی رجحان تقریر کی طرف مائل رہا۔ چنانچہ ساتویں جماعت میں تھے کہ گاؤں کی مسجد میں شب برأت کے موقع پر نور العرفان علیٰ کنز الایمان (ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) سامنے رکھ کر تقریر کی جو آپ کے لیے شب برات

کی برکات کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوئی اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔

علوم و فنونِ اسلامیہ کے حصول کے لیے اہلِ سُنّت کی عظیم دَرسگاہ دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں داخلہ لیا اور درمیان میں ڈیڑھ دو سال دار العُلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری میں کسبِ علم و فضل کرنے کے بعد پھر نعیمیہ میں آکر درسِ نظامی کے بقیہ سالوں کی تکمیل کی اور دورانِ تعلیم لاہور میں بیک وقت دو مسجدوں میں جُمعۃ المبارک کی خطابت فرماتے رہے۔

آخر کار مرکزی جامع مسجد نورانی نارنگ منڈی کے ارباب حل و عقد انھیں اپنے ہاں لے آئے اور مسلسل پانچ سال تک وہاں وعظ و خطاب سے علاقہ بھر کو گرویدہ بنائے رکھا۔

اب عرصہ ۲ سال سے مرکزی جامع مسجد مہاجرین مریدکے میں ایک مقبول ترین خطیب کی حیثیت سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ نوجوان طبقہ خصوصی طور پر ان سے لگاؤ رکھتا ہے اور آپ بھی اس طبقہ کی اصلاح و تعمیر میں اپنا کردار بطریقِ احسن انجام دے رہے ہیں۔

مسلکِ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے اہلِ سُنّت وجماعت کے مخالفین سے نرمی برتنا ان کے ضمیر میں ہی نہیں اور گستاخانِ شانِ رسالت کی سوقیانہ چالوں کو ناکام بنانے کے لیے آپ نے زبانی جہاد کیساتھ ساتھ اب قلم کو بھی مہمیز لگائی ہے۔ جو "رَدِ شرک و بدعت" کے نام سے آپکے پیشِ نظر ہے۔

مولانا موصوف نے یہ کتاب نہایت سہل اور آسان انداز میں پیش کرنے کی سعیِ جمیل فرمائی ہے، جو اِن کی پہلی کاوش ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل نے اس کتاب کے وزن و وقار میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ شرک و بدعت کی تفہیم کے لیے حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل قائم کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

جن لوگوں نے "شرک و بدعت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے وہ اہلِ حق پر یہی الزام عائد کرتے ہوئے ذرہ برابر بھی یہ نہیں سوچتے کہ جن باتوں کو اللہ جل وعلا اور اس کے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے شرک و بدعت سے تعبیر نہیں فرمایا۔ ہم بلا وجہ اسے کیوں شرک ٹھہرائیں، مگر کیا کیا جائے ایسے بدنصیب لوگوں کا جو ہر وقت شرک و بدعت کی بمبارمنٹ مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں، ہم اُن سے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کیا وہ ایسے وقت "خدائی منصب" پر فائز ہوتے ہیں؟ ایسی بات تو فرعون کی زبان پر آئی تھی اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ، یہ اس کے اوتار کہاں سے نکل پڑے۔ مولانا ممدوح نے ایسے لوگوں کی اپنی اس تصنیف میں بڑے حکیمانہ انداز میں خبر لی ہے اور عمدہ دلائل سے راہِ حق دکھائی ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی کمالات و اختیارات کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جن جن کمالات و اوصاف سے نوازا ہے اور جو جو اختیارات آپ کو عطا فرمائے ہیں انھیں بڑی تفصیل سے کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔

نیز جہاں مولانا عثمانی صاحب نے شرک و بدعت کے فرق کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے توحید کے انوار و تجلیات کو روزِ روشن کی طرح روشن کیا ہے وہاں فیضانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کی عظمت و رفعت کو بھی قرآن و حدیث سے آشکار کرتے ہوئے مخالفین کی خوب خوب خبر لی ہے۔

اب آپ بلا تاخیر کتاب کو پڑھیئے اور علامہ عثمانی صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیجئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس پہلی تصنیف کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے قلم میں مزید برکت عطا فرمائے اور قدم قدم پر اپنی عنایات سے بہرہ مند کرتا رہے۔ آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد منشاء تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب جامع مسجد ظفریہ مریدکے

۱۹۹۵ء

عرضِ مُصنّف

شائد کہ اُتر جائے تیرے دِل میں مری بات

بندہ کو اپنی کم علمی و ناتجربہ کاری کا مکمل اعتراف ہے اور اس ناچیز کی یہ پہلی کتاب ہے، جسکو بندہ فنِ تحریر کی خوش اسلوبیوں و دلآویزیوں سے آراستہ نہیں کرسکا اور نہ اس پر دسترس و مہارت رکھتا ہے۔ چونکہ آجکل کچھ لوگ مُلکی حالات کی نزاکتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حقائقِ دینِ حق سے روگردانی کرتے ہوئے اور بعض آیات و احادیث کے ظاہری مفہوم کو لیکر دیگر کثیر آیات و احادیث سے قصداً چشم پوشی کرتے ہوئے اصلاح کی آڑ میں فساد وجدال کو فروغ دینے کیلئے ایمان والوں پر شرک کے فتوے داغنے کو محبوب مشغلہ بناچکے ہیں۔ لہٰذا فقیر نے سیدھے سادھے انداز میں بغیر اُلجھاؤ ٹکراؤ کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ قرآن و حدیث کے کثیر دلائل کی روشنی میں مسئلہ توحید اور اس سے متعلقہ مسائل کو بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ آج عقائدِ اہلِ سُنت پر جو شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہوتی ہے یہ محض الزامِ شرک ہے جس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے انشاءاللہ العزیز اور اسی طرح کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں ہر اُس بدعت کو گمراہی قرار دیا گیا ہے جو سَیّئہ ہو۔ اور اسی بدعت کے بارے میں فَهُوَ رَدٌّ کے الفاظ لاکر اسے قابلِ تردید قرار دیا گیا ہے وگرنہ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ والی بدعت اور فَهُوَ رَدٌّ والی بدعت میں امتیاز نہیں رہتا۔ حالانکہ یہ ضروری ہے۔ وضاحت آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ بطفیل آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ہمیشہ حق فہمی و حق پسندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بِجَاہِ کَہْفِ الْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاکِیْن۔

بندہ پُرتقصیر: **منور حسین** عثمانی رضوی

اِنتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو
اپنے مُرشدِ کامل مخدومِ اہلسُنت نباضِ قوم
حضرت مولانا الحاج ابُوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی
کی
خصُوصی نگاہِ ولایت کے پروُردہ
شہیدِ ناموس رسالت، مجاہدِ ملت حضرت مولانا علامہ ابوالحامد
محمد اکرم رضوی رحمۃ اللہ علیہ
کیطرف
منسُوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

ابُوالفضل مُنور حسین عثمانی رضوی

تقریظ

برادر عزیز القدر فاضل متبحر حضرت علامہ مولٰینا منوّر حسین عثمانی صاحب عمت فیوضکم واوصلک اللہ تعالیٰ الیٰ اقصیٰ مراتب العلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کی ارسال کردہ کتاب تحقیق مآب "رَدِّ شرک و بدعت بدست حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب باصرہ نواز ہوئی۔ اس پر تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ آں عزیز کی اس اوّلین تصنیف وقیع پر نگاہِ اوّلین پڑتے ہی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہوگیا۔ کتاب کیا ہے! نصوصِ قرآنیہ و حدیثیہ پر مشتمل دلائلِ قاہرہ وبراہینِ قاطعہ کا ایک بحرِ متلاطم ہے۔ اس میں نہ صرف توحید و شرک، ایمان و کفر، بدعت و سنّت اور دیگر مصطلحاتِ کلامیہ واعتقادیہ کی توضیح و تنقیح مدلّل طور پر کی گئی بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم و توقیر اور کمالات و معجزات کو بھی انتہائی احسن اسلوب کے ساتھ باحوالہ بیان کیا گیا ہے۔

الغرض یہ کتاب عوام وخواص دونوں کیلئے نفع بخش اور مختلف موضوعات پر کام کرنے والے محققّین کیلئے ایک مضبوط اور قیمتی مآخذ ثابت ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعیِ حمیدہ کو مشکور فرمائے۔

والسّلام

عبدالستار

(عبدالستار)

توحید

اَلتَّوْحِیْدُ فِی اللُّغَۃِ اَلْحُکْمُ بِاَنَّ الشَّیْئَ وَاحِدٌ وَالْعِلْمُ بِاَنَّہٗ وَاحِدٌ وَفِی اصْطِلَاحِ اَھْلِ الْحَقِیْقَۃِ تَجْرِیْدُ الذَّاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ عَنْ کُلِّ مَا یُتَصَوَّرُ فِی الْاَفْھَامِ وَیُتَخَیَّلُ فِی الْاَوْھَامِ وَالْاَذْھَانِ۔ اَلتَّوْحِیْدُ ثَلَاثَۃُ اَشْیَاء مَعْرِفَۃُ اللّٰہِ بِالرَّبُوْبِیَّۃِ وَالْاِقْرَارُ بِالْوَحْدَانِیَّۃِ وَنَفْیُ الْاَنْدَادِ عَنْہُ جُمْلَۃً۔

(رسالہ تعریف الاشیاء للسید الشریف الجرجانی)

توحید کا لغوی معنی ہے کسی چیز کے بارے میں حکم لگانا کہ وہ ایک ہے اور علم رکھنا کہ وہ ایک ہے۔

اہلِ حقیقت کی اصطلاح میں توحید کا معنی اللہ قدوس کی ذات مقدسہ کو معبودیت میں ہر اُس چیز سے مقدس و مجرد ماننا ہے جو وہم و گمان میں آسکتی ہو (یعنی تصورات و خیالات میں آنے والی کسی شے، کسی فرد یا کسی ہستی کو بھی لائق عبادت نہ جانے صرف اللہ تعالیٰ کو معبود برحق مانے۔)

توحید تین چیزوں کا نام ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت اُس کے رب ہونے کے اعتبار سے۔

(۲) وحدانیت کا اقرار۔

(۳) اور اُس سے ہر شریک کی نفی۔

خلاصۂ کلام

توحید وہی ہے جس کا کلمۂ طیبہ میں بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

وہ ہی یکتا و تنہا معبودِ برحق ہے ملاحظہ ہوں اس پر آیاتِ قرآنیہ۔

(۱) وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ۔۱۶۳)
اور تمہارا معبود ایک ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ بڑی رحمت والا ہے۔

(۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ (البقرہ۔۲۵۵)
اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

(۳) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ (آلِ عمران۔۲)
اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

(۴) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آلِ عمران۔۶)
اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں، عزت والا، حکمت والا۔

(۵) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آلِ عمران۔۱۸)
اللہ نے گواہی دی کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

(۶) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط
یہی بے شک سچا بیان ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آلِ عمران - ۶۲)

بے شک اللہ ہی غالب ہے، حکمت والا۔

(۷) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ (نساء - ۸۷)

اللہ ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ضرور تمھیں اکٹھا کریگا قیامت کے دِن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہے۔

(۸) اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (نساء - ۱۷۱)

اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔

(۹) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (مائدہ - ۷۳)

کوئی نہیں معبود مگر ایک معبود۔

(۱۰) اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ (انعام - ۱۹)

تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں، تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک معبود ہے اور میں بے زار ہوں اُن سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

(۱۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (انعام - ۱۰۲)

یہ ہے اللہ تمھارا ربّ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اُسے پُوجو وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

(۱۲) اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ

اُس پر چلو جو تمھیں تمھارے ربّ کی

رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (انعام، ۱۰۶)

طرف سے وحی ہوتی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے مُنہ پھیر لو۔

(۱۳) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا نِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (الاعراف۔ ۱۵۸)

تم فرماؤ اے لوگو مَیں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسُول ہُوں کہ آسمان اور زمین کی بادشاہی اُسی کو ہے اُس کے سوائے کوئی معبُود نہیں جِلائے اور مارے۔

(۱۴) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (توبہ۔ ۳۱)

اور انھیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ اللہ کو پُوجیں اُس کے سوا کِسی کی بندگی نہیں اُسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔

(۱۵) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ (توبہ۔ ۱۲۹)

پھر اگر وہ مُنہ پھیریں تو تم فرما دو مجھے اللہ کافی ہے اور اُس کے سوا کِسی کی بندگی نہیں مَیں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

(۱۶) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (ہُود۔ ۱۴)

تو اے مُسلمانو! اگر وہ تمھاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں، تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اُترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبُود نہیں۔ تو کیا اب تم مانو گے۔

(۱۷) وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ

اور وہ رحمان کے مُنکر ہو رہے ہیں

قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ○
(رعد۔ ۳۰)

تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہے۔

(۱۸) هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (ابراہیم۔ ۵۲)

یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔

(۱۹) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○
(نحل۔ ۲۲)

تمہارا معبود ایک ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور ہیں

(۲۰) وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (نحل۔ ۵۱)

اور اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ، وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے ڈرو۔

(۲۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
(کہف۔ ۱۱۰)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

(۲۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ (طٰہٰ۔ ۸)

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اُس کے سب نام اچھے ہیں۔

(۲۳) اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ

تمہارا معبود وہی اللہ ہے، جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا

عِلْمًاo (طٰهٰ-۹۸)

عِلم محیط ہے۔

(۲۴) قُلْ اِنَّمَآ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَo (انبیاء-۱۰۸)

تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔

(۲۵) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (انبیاء-۲۵)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اُس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں کہ مجھی کو پوجو۔

(۲۶) فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا۔ (حج-۳۴)

پس تمہارا معبود ایک ہے۔ تو اُسی کے حضور گردن رکھو۔

(۲۷) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (مؤمنون-۱۱۶)

تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

(۲۸) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (نمل-۲۶)

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

(۲۹) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَo (قصص-۷۰)

اور وہ اللہ کہ کوئی معبود نہیں اس کے سوا، اُسی کی تعریف ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

(۳۰) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پوج اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں

هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (قصص - ۸۸)

ہر چیز فانی ہے، سوا اُس کی ذات
کے اُسی کا حکم ہے۔

(۳۱) وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَ
اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُوْنَ ۝ (عنکبوت - ۴۶)

اور کہو ہم ایمان لائے اُس پر جو ہماری طرف
اُترا اور جو تمھاری طرف اُترا اور ہمارا
تمھارا ایک معبود ہے اور ہم اُسی کے
حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔

(۳۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى
تُؤْفَكُوْنَ ۝ (فاطر - ۳)

اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم
کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

(۳۳) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (الصّٰفّٰت - ۴)

بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

(۳۴) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ
اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
(ص - ۶۵)

تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہوں۔
اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب
پر غالب۔

(۳۵) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ
الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى
تُصْرَفُوْنَ ۝ (زمر - ۶)

یہ اللہ تمہارا رب۔ اُسی کی بادشاہی
ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں
پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

(۳۶) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
(المومن - ۶۵)

وہ ہی زندہ ہے اس کے سوا کسی
کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو خالص
اُس کے بندے ہو کر سب خوبیاں
اللہ کو ہیں جو سارے جہان کا رب ہے

(۳۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

یہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے
والا۔ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (مومن-٦٢)

تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

(٣٨) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (مومن-٣)

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا اور سخت عذاب کرنے والا۔ بڑے انعام والا۔ اُس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ اُسی کی طرف پھرنا ہے۔

(٣٩) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (حٰمٓ السجدہ-٦)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو مَیں تم جیسا ہُوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبُود ایک ہی ہے۔

(٤٠) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (دُخان-٨)

اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔

(٤١) فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (محمد-١٩)

۔ تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

(٤٢) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (حشر-٢٢)

وہ ہی اللہ جس کے سوا کوئی معبُود نہیں ہر نہاں اور عیاں کو جاننے والا وہ ہی ہے۔ بڑا مہربان رحمت والا۔

(٤٣) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ (نحل-٢)

ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی دے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اُتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تو مجھ سے ڈرو۔

(٤٤) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط وَعَلَى

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور

اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (تغابن-۱۳) — اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔

(۴۵) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (مزمل-۹) — وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم اُسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

(۴۶) قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (الاخلاص-۱) — تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ میں اس حقیقت کا انتہائی صراحت و وضاحت سے بیان ہے کہ لائقِ عبادت جو ہستی ہے وہ صرف اور صرف اللہ قدوس جَلَّ مَجْدُہٗ الکریم ہے۔

اسلام کے اس عقیدۂ توحید کی اوّلیت واہمیت کا اندازہ اس بات سے کریں کہ خالقِ ارض وسما نے جتنے رُسُلِ عظام اور انبیاءِ کرام مبعوث فرمائے، سبھی نے اپنی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز اسی نکتۂ توحید سے فرمایا۔ بے خبر خلقِ خدا جس نے مختلف ادوار و مختلف انداز میں چاند، سورج ستارے، آگ، پتھر، جانور اور انسان کو اپنی فکرِ نارسا میں معبود سمجھا۔ رُسُلِ عظام و انبیائے کرام نے اس اٹل حقیقت کو بیان فرمایا کہ بندگی اور پوجا کے لائق جو ذاتِ مقدسہ ہے۔

"اُسے اللّٰہ کہتے ہیں"

وہی واجب الوجود اور خالقِ حقیقی ہے اسکے علاوہ چاند، ستارے، سورج آگ، پتھر، حیوان وانسان تو درکنار جن، فرشتے اور رُسُلِ عظام اور انبیائے کرام کو بھی لائقِ عبادت سمجھنے والا راہِ حق سے بالکل بے خبر و بے دین ہے۔

قارئین کرام! اگر اللہ قدوس کے ساتھ کوئی اور معبود مانیں تو عقیدۂ توحید سلامت نہیں رہتا۔ لیکن جو اس کی بارگاہ کے مقرب و مقبول ہیں ان کی محبوبیت ماننا اور ان کے خداداد عظیم کمالات و بلند مقامات پر یقین رکھنا توحید کے خلاف نہیں جن کے ادب و احترام کو اُس وحدہٗ لاشریک نے واجب قرار دیا، جن کے ذکر کو اپنے ذکر سے ملایا، جن کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا توحید کے علمبردار اعظم، رسولِ معظم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے ذکر کے ساتھ بیان فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان و ایقان کی دولت کو رونق بخشئے۔

۱۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (نساء۔ ۵۹)	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا۔
۲۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ہ (الانفال۔ ۲۰)	حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور سن سنا کر اس سے پھر نہ جاؤ۔
۳۔ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (توبہ۔ ۷۱)	اور اللہ و رسول کا حکم مانتے ہیں۔
۴۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ (الانفال۔ ۲۴)	اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول کے بُلانے پر حاضر ہو جاؤ
۵۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (الاحزاب۔ ۳۶)	اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اُس کے رسول کا۔
۶۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ (النور۔ ۶۲)	ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر یقین لائے۔ (ایمان لائے)

۷۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (الاحزاب۔۵۷)	بے شک جو ایذا دیتے اللہ اور اُسکے رسول کو۔
۸۔ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ۔ (توبہ۔۱)	بے زاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے۔
۹۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ (توبہ۔۳)	منادی پکار دینا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے۔
۱۰۔ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً ط (توبہ۔۱۶)	اور اللہ اور اُسکے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بناؤ۔
۱۱۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (توبہ ۶۳)	کیا اُنھیں معلوم نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اُس کے رسول کی۔
۱۲۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (مائدہ۔۳۳)	وہ یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں اُن کا بدلہ یہی ہے کہ.......
۱۳۔ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (توبہ۔۲۹)	اور اُس چیز کو حرام نہیں مانتے جس کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا ہے۔
۱۴۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (الانفال۔۱۳)	اور جو اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کرے۔
۱۵۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (الانفال۔۱)	تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔
۱۶۔ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (نساء۔۵۹)	تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

۱۷۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (توبہ-۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے۔ جو اللہ اور اُسکے رسول نے انکو دیا۔

۱۸۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ۔
(توبہ-۵۹)

اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

۱۹۔ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔
(توبہ-۹۱)

جب کہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔

۲۰۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ
رَسُوْلُهٗ۔ (توبہ-۹۴)

اور اب اللہ اور رسول تمھارے کام دیکھیں گے۔

۲۱۔ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (توبہ-۱۰۷)

اور اُس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اُس کے رسول کا مخالف ہے۔

۲۲۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ
يُّرْضُوْهُ۔ (توبہ-۶۲)

اللہ اور اُس کے رسول کا زیادہ حق ہے کہ اُنھیں راضی کرے۔

۲۳۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔
(الانفال-۴۱)

تو پانچواں حصہ خاص اللہ اور اُس کے رسول ہے۔

۲۴۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ۔ (توبہ-۸۰)

یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول سے مُنکر ہوئے۔

۲۵۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔
(توبہ-۷۴)

اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے (مسلمانوں) کو غنی کر دیا۔

۲۶۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

جب اللہ اور اُس کا رسول کچھ حکم

اَمْرًا۔ (الاحزاب۔۳۶)
فرمادیں۔

۲۷۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الفتح۔ ۹)
تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

۲۸۔ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الفتح۔۱۳)
اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اُس کے رسول پر۔

۲۹۔ وَیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الحشر۔ ۸)
اور اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

۳۰۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الصّف۔۱۱)
ایمان رکھو اللہ اور اُس کے رسول پر۔

۳۱۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (المنافقون۔۸)
اور عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔

۳۲۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التغابن۔ ۸)
تو ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر۔

۳۳۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الحجرات۔۱۴)
اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری نہ کروگے۔

۳۴۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات۔۱)
اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

۳۵۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (محمد۔۳۳)
اللہ کا حکم مانو اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔

۳۶۔ وَقَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا
اور وہ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ

لِلّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (توبہ۔ ۹۰)	اور اُس کے رسُول سے جھوٹ بولا۔
۳۷۔ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَالْاٰخِرَةَ۔ (الاحزاب۔۲۹)	اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسُول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔
۳۸۔ وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الاحزاب۔۳۱)	اور جو تم میں فرمانبردار ہو اللہ اور اُس کے رسُول کی ......
۳۹۔ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط (الاحزاب۔۳۳)	اور اللہ اور اُس کے رسُول کا حکم مانو۔
۴۰۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج (النور۔ ۶۲)	وہ ہی جو اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لاتے ہیں۔
۴۱۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط (النور۔ ۵۲)	اور جو حکم مانے اللہ اور اُس کے رسُول کا۔
۴۲۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ (الانفال۔ ۲۷)	اے ایمان والو اللہ اور رسُول سے دغا نہ کرو۔
۴۳۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (البقرہ۔ ۲۷۹)	تو یقین کرلو اللہ اور اُس کے رسُول سے لڑائی کا۔
۴۴۔ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (النساء۔ ۱۰۰)	اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اسکے رسُول کی طرف ہجرت کرتا ہُوا۔
۴۵۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...الخ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	تمھارے دوست نہیں مگر اللہ اور اُس کے رسُول اور ایمان والے۔ اور جو اللہ اُس کے رسُول

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ .... اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے۔
(المائدہ - ۵۶،۵۵)

مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ قدوس جَلَّ مَجْدُہُ الکریم جو کہ واجب الوجود، خالقِ حقیقی اور معبودِ برحق ہے۔ اُس کے ذکر کے ساتھ اُس کے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا، اُس کے نام سے صاحبِ لولاک اور حبیبِ پاک کے نام کا اِتصال کرنا عقیدۂ توحید کے خلاف نہیں بلکہ تقاضائے ایمان ہے۔ اللہ کریم عَزَّ وَجَلَّ کی نوازشوں وعطاؤں کے ساتھ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتوں اور مہربانیوں کو ماننا مُنافیٔ توحید نہیں۔ یوں کہنا کہ اللہ و رسُول جَلَّ جَلَالُہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے فلاں نعمت ملی ہے یا یُوں کہنا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہمیں دے گا اپنے فضل سے اور اُس کا رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضل سے، اِس سے توحید کی مخالفت لازم نہیں آتی، بلکہ یُوں کہنا عین ایمان بلکہ جانِ ایمان ورُوحِ ایمان اور عقیدۂ قرآن ہے، اِسی لیے تو کثیر التعداد ایسی آیات پیش کی ہیں جن میں نامِ خدا جَلَّ جَلَالُہٗ و نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتصال ہے تاکہ انھیں پڑھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو بے پناہ مسرت و فرحت حاصل ہو۔

خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفےٰ نہ کرے
ہمارے مُنہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اللہ جل جلالہٗ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ علم والے ہیں

یہ مبارک جملہ جس میں خدا اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یکجا ذکر ہے، نیز علمِ الوہیت و علمِ رسالت کے لیے ایک ہی صیغۂ اسمِ تفضیل لایا گیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آسمانِ علم و فضل کے درخشاں ستارے ہیں اور اُمتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال و باکمال رہبر و رہنما بھی اُنھوں نے مختلف مواقع اور متعدد مقامات پر، خلوتوں اور جلوتوں میں یہ عقیدت و حقیقت بھرے الفاظ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کبھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سوال کے جواب میں اور کبھی اپنے طور پر استعمال کیے، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بار بار عرض کیا!! حضور کس کی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اُس نے فلاں دن فلاں بات کی تھی فلاں فلاں نازیبا کلمات کہے تھے (یعنی جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھیں) لیکن جب نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...... اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے تعجب (اور شرمندگی) کا سامنا کرنا پڑا کہ میں کیوں روکنے کی کوشش کرتا رہا حالانکہ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

(اللہ اور رسول زیادہ جاننے والے ہیں) (بخاری جلد ۲، صفحہ ۶۷۴)

نوٹ: اسی حدیث سے بعض بدنصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے خبری، بڑی دلیری سے ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں۔ انھیں کم از کم فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریئے پر ہی اتفاق کرنا چاہیئے، جو اسی واقعہ کے بارے میں دانشگاف الفاظ میں فرمارہے ہیں اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اِسی سلسلہ میں تاجدار بریلی کی ایمان افروز ترجمانی ملاحظہ فرمایئے ؎

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و مُلک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

★

عقیدت کی فراوانی اور فرحتِ روحانی کے لیے اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بخاری جلد اوّل صفحہ ۱۳، ۱۹، ۶۱، ۱۱۷، ۱۴۱، ۱۸۲، ۲۳۵، ۲۳۵
" " " ۴۵۴۔

بخاری جلد دوم صفحہ ۵۶۷، ۵۹۷، ۶۰۲، ۶۳۲، ۶۳۲، ۶۳۲، ۶۳۵
" " " ۶۷۴، ۷۰۹، ۸۱۰، ۸۱۳، ۸۳۳، ۸۳۳، ۸۳۳، ۸۳۳
" " " ۸۸۲، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۳، ۹۲۵، ۹۶۲، ۹۶۲،
" " " ۹۸۹، ۱۰۲۶، ۱۰۴۸، ۱۰۷۹، ۱۱۰۴، ۱۱۰۹،
" " " ۱۱۰۹، ۱۱۰۹۔

(۲) مسلم جلد اوّل صفحہ ۲۷، ۴۴، ۴۴، ۴۴، ۴۴، ۴۴، ۴۴، ۵۹،
" " ۸۸، ۸۸، ۱۲۲۔

مسلم جلد دوم صفحہ ۶۰، ۶۰، ۶۰، ۶۰، ۶۱، ، ۱۷۹،

مُسلم جلد دوم صفحہ ۳۰۵ ، ۳۸۱ ، ۴۰۴ ، ۴۰۹ ۔

(۳) ابُوداؤد جلد اوّل صفحہ ۱۱۴ ، ۲۰۶ ۔

ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۱۸۹ ، ۲۲۹ ، ۲۴۵ ، ۲۸۷ ، ۳۷۹ ۔

(۴) ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۱۴ ، ۳۱۸ ، ۳۵۰ ، ۳۷۹ ، ۴۰۶ ،

" " " ۴۰۶ ، ۴۰۷ ، ۴۱۴ ، ۴۵۴ ، ۴۷۳ ،

" " " ۴۷۳ ، ۴۷۳ ، ۴۷۳ ، ۴۷۳ ، ۴۷۴ ،

" " ۴۷۳ ، ۴۷۴ ، ۵۲۲ ۔

(۵) نسائی جلد اوّل صفحہ ۱۴۴ ، ۲۷۹ ۔

" دوم صفحہ ۲۶۵ ، ۳۳۲ ۔

(۶) ابنِ ماجہ صفحہ ۲۹۳ ، ۳۲۲ ، ۳۲۷ ، ۳۳۰ ۔

(۷) مُصنّف ابنِ ابی شیبہ ۔ جلد ۸ صفحہ ۵۶۱ ، ۶۰۰ ، ۶۰۰ ، ۶۰۰ ۔

" " " جلد ۷ صفحہ ۸۰ ، ۴۲۵ ۔

(۸) کنزالعمال جلد اوّل صفحہ ۴۰۳ ، ۳۰۶ ، ۳۳۷ ، ۳۰۶ ، ۳۰۶ ۔

" " دوم صفحہ ۲۵۱ ، ۳۰۳ ، ۴۱۹ ۔

" جلد ۵ صفحہ ۲۹۵ ، ۲۹۵ ، ۲۹۵ ۔

" " " ۶ صفحہ ۱۴۵ ، ۱۴۵ ، ۱۴۶ ، ۱۴۶ ، ۱۴۶ ، ۱۴۶ ، ۱۴۶

" " " " " ۱۴۶ ، ۱۴۶ ، ۱۴۸ ، ۱۴۸ ، ۱۴۸ ، ۱۴۸ ،

" " " " ۱۴۹ ، ۱۴۹ ، ۱۴۹ ، ۱۷۳ ، ۴۱۷ ۔

" " " ۷ صفحہ ۴۴۷ ، ۵۷۵ ، ۵۷۶ ، ۷۴۳ ، ۷۴۴ ۔

" جلد ۸ صفحہ ۸۷۶ ۔

" جلد ۹ صفحہ ۴۲۶ ، ۴۳۹ ۔

کنزالعمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۷، ۲۰۹، ۲۰۹، ۴۴۷۔

〃 〃 جلد ۱۲ صفحہ ۵۹۶ ۔

〃 〃 جلد ۱۵ صفحہ ۶۹۵، ۶۹۵، ۷۵۱، ۷۵۱، ۷۵۱۔

〃 〃 جلد ۱۶ صفحہ ۷۵۲ ۔

(۹) الترغیب والترہیب جلد ۱ حصہ اوّل صفحہ ۷۹، ۱۴۹، ۱۴۱۔

〃 〃 حصہ دوم صفحہ ۸۱ ۔

〃 〃 جلد ۲ حصہ سوم صفحہ ۵۵، ۲۹۷، ۳۰۲۔

〃 〃 حصہ چہارم صفحہ ۸۷، ۱۲۸، ۱۳۳،

〃 〃 〃 〃 〃 ۱۸۳، ۲۰۶، ۲۰۷،

(۱۰) کتاب السُنہ ——— جلد دوم صفحہ ۶۰۸ ۔

(۱۱) مُسندِ عبداللہ بن مبارک صفحہ ۵۷۔

(۱۲) دلائل النبوۃ صفحہ ۴۲۱ ۔

(۱۳) حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ ۱۶، ۴۴، ۱۵۴، ۲۵۰ ۔

〃 〃 جلد سوم صفحہ ۱۴۳ ۔

〃 〃 جلد ہشتم صفحہ ۱۲۲، ۲۱۴، ۲۴۷، ۲۵۱، ۳۸۴۔

(۱۴) مُسندِ احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ ۱۶، ۱۶۰، ۲۰۶، ۴۶۴۔

(۱۵) عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۲۲۴، ۵۱۷، ۵۷۸، ۵۸۱۔

(۱۶) ابُوداوٗد طیالسی صفحہ ۵۰، ۶۲، ۷۷۔

(۱۷) شُعَبُ الایمان جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، ۴۴۶۔

〃 〃 جلد ۲ صفحہ ۲۸۱، ۴۰۶، ۴۳۴۔

〃 〃 جلد ۳ صفحہ ۹۶، ۴۳، ۲۳۱، ۴۰۱۔

شُعَبُ الایمان جلد۴ صفحہ ۲۸، ۶۰، ۳۸۶۔

〃 〃 جلد۵ صفحہ ۲۹۰، ۳۵۹۔

〃 〃 جلد۶ صفحہ ۸۰، ۱۴۲، ۲۷۲۔

〃 〃 جلد۷ صفحہ ۲۲، ۶۸۔

(۱۸) تاریخ دمشق جلد۴ صفحہ ۲۹۸

〃 〃 جلد ۵ صفحہ ۳۴۸

〃 〃 جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، ۲۳۱۔

(۱۹) صحیح ابنِ خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۸۔

(۲۰) طبقاتِ ابنِ سعد جلد ۷ صفحہ ۵۲۔

(۲۱) کتاب الزھد صفحہ ۳۷۷، ۴۷۸۔

(۲۲) المعجم الاوسط جلد اوّل صفحہ ۱۷۸، ۴۵۶۔

〃 〃 جلد دوم صفحہ ۲۹۵۔

〃 〃 جلد سوم صفحہ ۲۱۵

(۲۳) السُّنّۃ للامام الخلال صفحہ ۱۴۱۔

(۲۴) کتاب العظمۃ لابی الشیخ جلد دوم صفحہ ۵۶۱، ۵۶۳۔

〃 〃 〃 جلد سوم صفحہ ۱۰۲۳۔

(۲۵) السُّنن الکبرٰی للنسائی جلد سوم صفحہ ۴۳۲، ۴۴۳۔

〃 〃 〃 جلد چہارم صفحہ ۱۴۲۔

〃 〃 〃 جلد پنجم صفحہ ۹۳، ۲۶۲۔

یہ کچھ حوالے بطورِ نمونہ دیئے ہیں احاطہ مقصود نہیں ورنہ کئی صفحات درکار ہیں۔

شرک

اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْھِیَّۃِ یَعْنِیْ وُجُوْبَ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَۃِ کَمَا لِعَبَدَۃِ الْاَصْنَامِ۔ (شرح عقائد ص۱۶)

یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوہیت بمعنی وجوب وجود میں جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا کہ بُت پرست کرتے ہیں۔

محققِ اعظم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

بالجملہ شرک سہ قسم است، در وجود و در خالقیت و در عبادت (اشعۃ اللمعات وتکمیل الایمان)

خلاصہ یہ کہ شرک کی تین قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کے سوا کسی دُوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے۔

دُوسری یہ کہ کسی اور کو اُس کے سوا خالقِ حقیقی جانے۔

تیسری یہ کہ اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے یا جائز مانے۔

شرک کے لغوی واصطلاحی معانی پر قرآنی شواہد

شرک کا لغوی معنی ہے حصہ۔ اور شریک کا معنی ہے حصہ دار، یا شامل ہونے والا۔

اللہ قدوس عزوجل فرماتا ہے:

۱۔ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ (فاطر۔ ۴۰)
کیا ان (بُتوں) کا آسمانوں میں کوئی حصہ ہے؟

۲۔ هَلۡ لَّكُمۡ مِّمَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ (روم۔ ۲۸)
کیا تمھارے مملوک غلاموں میں سے کوئی شریک ہے اُس میں جو ہم نے تمھیں دیا ہے کہ (وہ) اور تم اُس میں برابر ہو؟

۳۔ رَجُلًا فِيۡهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوۡنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ (الزمر۔ ۲۹)
ایک وہ غلام جس میں برابر کے چند شریک ہوں اور ایک وہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟

مذکورہ آیاتِ ثلاثہ میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہُوئے ہیں اور شرک کا اصطلاحی معنی ہے کسی کو اللہ عزّ وجلّ کے برابر جاننا اور یہ بہت بڑا ظلم اور ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

۱۔ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ۝ (یوسف۔ ۱۰۶)
اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہُوئے۔

۲۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيۡمَآ اٰتٰهُمَا ج (اعراف۔ ۱۹۰)
پھر جب اُس نے انھیں صالح بچہ عطا فرمایا اُنھوں نے اُس کی عطا میں شریک ٹھہرائے۔

۳۔ حَنِيۡفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (الانعام۔ ۱۶۱)
حضرت ابراہیم علیہ السّلام تمام بُرے دینوں سے علیحدہ تھے اور مشرک نہ تھے۔

۵۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء۔ ۴۸)

بیشک اللہ اِسے نہیں بخشتا کہ اُس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے

شرک بمعنی کُفر بھی استعمال ہُوا ہے۔

۱۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (بقرہ۔ ۲۲۱)

اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک اسلام قبول نہ کریں اور بیشک مُسلمان لونڈی مُشرکہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمھیں بھاتی ہو اور مُشرکوں کے نکاح میں (مُسلمان عورتوں کو) نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مُسلمان غلام مُشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمھیں بھاتا ہو۔

۲۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ (التوبہ۔ ۱۷)

مُشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کُفر کی گواہی دے کر۔

ان آیات میں شرک سے ہر قسم کا کُفر مُراد ہے کیونکہ کسی بھی کافر اور کافرہ سے مُسلمان اور مُسلمہ کو نکاح کی اجازت نہیں اور ہر مؤمن، ہر کافر سے بہتر ہے، خواہ وہ کافر مُشرک ہو، یا صرف کافر ہو نیز کوئی بھی کافر نہ مسجدیں تعمیر کرتا ہے، نہ آباد کرتا ہے۔ کیونکہ شرک اور کُفر میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی کہ ہر شرک کُفر ضرور ہے مگر ہر کُفر شرک نہیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کو مان کر چاند،

عبادت سمجھے یا کسی اور صفت میں اُسے اللہ کے برابر جانے وہ مُشرک ہے اور بلاشبہ کافر ہے۔

لیکن جو سرے سے اللہ کو مانتا ہی نہ ہو اُسے ہم مُشرک نہیں کافر کہیں گے جیسا کہ قرآنِ عظیم میں ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ (الجاثیہ۔۲۴)

اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دُنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ۔

اس آیت میں دہریوں کا ذکر ہے جو موت وحیات اور دیگر معاملات میں زمانے کو مؤثر مانتے ہیں اور اللہ قدّوس جَلَّ وعَلَا جو کہ مُؤثرِ حقیقی ہے اُس کا انکار کرتے ہیں تو انھیں کافر کہا جائے گا، مُشرک نہیں۔

اس سے معلوم ہُوا کہ بعض کافر اللہ کو خالق و مالک مان کر بُتوں کو اُس کا شریک ٹھہرانے کی وجہ سے مُشرک تھے اور بعض سرے سے ہی خدا کے مُنکر تھے۔ جن کا ذکر سورۂ الجاثیہ کی مذکورہ آیت میں ہے۔

نسبت کی چار اقسام ہیں :

(۱) نسبتِ تساوی (۲) نسبتِ عموم وخصوص مطلق (۳) نسبت عموم وخصوص من وجہ (۴) نسبتِ تبایُن۔

نسبتِ تساوی

یہ ہے کہ دو کُلیوں میں سے ہر ایک دوسری کُلی کے تمام افراد پر صادق آئے مثلاً انسان اور ناطق، ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق انسان ہے۔

نسبتِ عموم وخصوص مطلق

یہ ہے کہ دو کُلیوں میں سے ایک تو دُوسری کُلی کے تمام افراد پر صادق آئے لیکن

دُوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے جیسا کہ انسان اور حیوان۔ کہ ہر انسان حیوان (زندگی والا) ضرور ہے مگر ہر حیوان (زندگی والا) انسان نہیں۔

اسی طرح کُفر اور شرک، کہ ہر شرک کفر ضرور ہے مگر ہر کُفر شرک نہیں۔

نسبتِ عموم و خصوص من وجہ یہ کہ دو کلیوں میں سے ہر کوئی دُوسری کے تمام افراد پر نہیں بلکہ بعض افراد پر صادق آئیں۔ جیسے حیوان اور اسود (کالا) کہ نہ تو سب حیوان اسود ہیں اور نہ ہر اسود حیوان ہے، بلکہ بعض حیوان اسود ہیں اور بعض اسود حیوان ہیں۔

نسبتِ تبائن یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر کوئی دُوسری کُلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے مثلاً:

انسان اور فرس (گھوڑا) کہ کوئی انسان فرس نہیں اور کوئی فرس انسان نہیں۔

شرک کی حقیقت

شرک کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح نہ سمجھا جائے یا اُس کے برابر نہ مانا جائے شرک نہ ہوگا۔ اسی لیے کفار اپنے بُتوں کو قیامت میں کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الشعراء ۹۷، ۹۸)

خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے، جب کہ ہم تمھیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

مخلوق کے کسی فرد کو اللہ تعالیٰ کے برابر جاننے کی کئی صُورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو خُدا کا جُز مانا جائے یا ہم جنس ہونے کا دعویٰ کیا جائے جیسے عیسائی عیسےٰ علیہ السلام کو

اور یہودی عُزَیر علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور فرشتوں کے بارے میں مُشرکینِ عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور اولاد باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔ لہٰذا خالق و مخلوق کو ہم جنس ماننا اس لیے شرک ہے کہ ہم جنس ماننا برابری کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے مشرکوں کا قرآن نے یُوں رَدّ فرمایا ہے:

(۱) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (انبیاء ۲۶)

اور بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی، پاک ہے وہ، بلکہ (وہ فرشتے تو) بندے ہیں عزّت والے۔

(۲) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الانعام۔ ۱۰۰)

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جِنّوں کو، حالانکہ اُسی نے اِن کو بنایا اور اُس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں، جہالت سے۔

(۳) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ... (التوبہ۔ ۳۰)

اور یہودی بولے عُزَیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا۔

(۴) وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ (الزخرف۔ ۱۵)

اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے جُز (ٹکڑا) ٹھہرایا بیشک آدمی کھُلا ناشکرا ہے۔

(۵) اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۔ (الزخرف۔ ۱۶)

کیا اُس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمھیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

الَّذِیْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ط — رحمٰن کے بندے ہیں۔ عورتیں ٹھہرایا۔ (الزخرف-۱۹)

شرک کی ایک اور صُورت

یہ عقیدہ رکھنا کہ کائنات کے ذرّے ذرّے کا مالک وخالق اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے نظام کو سنبھالنے کے لیے ناکافی ہے۔

اُس نے اپنی مخلُوق میں سے بعض افراد کو انتظامِ عالم کے لیے خاص کرلیا ہے اب یہ افرادِ خلق جن کو اللہ نے نظامِ عالم کے لیے چُنا ہے یہ مخلُوق ہونے کے باوجود خالق پر حکم چلاسکتے ہیں اگر ہماری سفارش وشفاعت کر دیں تو اللہ کو مجبُورًا دمرعوبًا ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ چاہے نہ چاہے یہ ہمارے حالات سنوار سکتے ہیں۔ خالق ان کو راضی رکھنے کا پابند ہے، وگرنہ اُس کا نظامِ عالم درہم برہم ہوجائے جس طرح کہ ملکی نظام کے لیے ممبرانِ اسمبلی کہ وہ ملک کی رعایا ہونے کے باوجُود امُورِ مملکت میں ایسے دخیل ہوتے ہیں کہ اُن کی تدبیر و تجویز سے ملک کا نظام چلتا ہے یہ وہ شِرک ہے جس کا عرب کے مُشرکین ارتکاب کرتے تھے اُن کے اس عقیدے کا قرآنِ کریم یوں رَدّ فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ٥ (بنی اسرائیل آخری آیت)

اور فرماؤ سب خُوبیاں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے لیے اولاد نہ بنائی اور نہ اُس کے مُلک میں کوئی شریک ہے اور کمزوری سے کوئی اُس کا حامی نہیں

کفّار و مُشرکین اپنے بُتوں وُد، یغوث، لات، منات و عُزّیٰ کو نہ صرف یہ کہ نظامِ کائنات میں دخیل و سہیم مانتے تھے بلکہ اُن کی عبادت بھی کرتے تھے اور برملا کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (الزمر۔۳)

ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔

یوں وہ شرک کا ارتکاب کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق، مالک و رزاق مانتے تھے۔ ملاحظہ ہوں آیاتِ قرآنیہ۔

(۱) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥ (عنکبوت۔ ۶۱)

اور اگر تم اُن سے پُوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سُورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

(۲) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۔ (عنکبوت ۶۳)

اور اگر تم ان (کافروں) سے پُوچھو کہ کس نے اُتارا آسمان سے پانی پس اُس (پانی) کے ذریعہ مُردہ زمین زندہ کردی۔ ضرور کہیں گے اللہ نے۔

(۳) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ط فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ

تم فرماؤ تمھیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا۔ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے۔ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (یُونس۔ ۳۱)

گے کہ اللہ تم فرماؤ تو پھر کیوں نہیں ڈرتے۔

(۴) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (المومنون۔ ۸۴-۸۵)

تم فرماؤ کس کی ملکیت ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کی (ملکیت میں ہے) تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

(۵) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (المومنون ۸۶-۸۷)

تم فرماؤ کون مالک ہے ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا اب کہیں گے اللہ تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔

(۶) قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

(المومنون۔ ۸۸-۸۹)

تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تمھیں علم ہو اب کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

(۷) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝

(الزخرف۔ ۹)

اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے کہ انھیں بنایا اس عزت والے علم والے نے۔

غلط اندازِ فکر

جو لوگ قرآن و حدیث کو دیانت داری سے "یا لاستعانت" نہیں

پڑھتے آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ مبارکہ میں حقیقت اور مجاز کا فرق کیے بغیر کہہ دیتے ہیں کہ جو صفت اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ کی قرآن وحدیث میں بیان ہوگئی ہے، عام افرادِ خلق تو کیا انبیاء واولیاء کے لیے بھی اگر استعمال کی جائے تو یہ کھلا شرک ہے۔ خالق کی کسی صفت کو مخلوق کے کسی فرد میں ماننے والا مُشرک اور دائرہِ اسلام سے خارج ہے۔

تفصیل میں جانے سے قبل یہاں چند اشارے دَرج کیے جاتے ہیں، جن سے واضح ہوگا کہ بعض کلماتِ صفاتیہ خالق ومخلوق کے لیے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر استعمال کیے گئے ہیں جو خود خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے لیے بیان فرمائے، مثلاً کلمۂ عظیم کو ہی لیجیے۔

قرآنِ پاک میں "عظیم" اللہ تعالےٰ کا صفاتی نام ہے عظمت اُس کی صفت ہے۔ اب اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض حضرات نے وضع کرلیا ہے کہ خالق کی کوئی بھی صفت انھیں کلمات کے ساتھ مخلوق پر بولنے سے آدمی مُشرک ہوجاتا ہے تو "عظیم" کسی اور کو کہنے سے شرک لازم آنا چاہیئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی قرآنِ پاک جس میں آیا ہے کہ "اللہ عظیم" ہے۔ اسی قرآنِ پاک میں عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی عذاب کو بھی عظیم کہا گیا۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ شرک کو بھی ظلم عظیم کہا گیا۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ عرش کو بھی عظیم کہا گیا، وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ۔ ملکۂ بلقیس کے تخت کے لیے بھی عظیم کا لفظ استعمال ہُوا۔

قرآنِ پاک میں رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اللہ تعالےٰ کے صفاتی نام ہیں۔ یہی دونوں نام آنکھوں کی ٹھنڈک اور دِلوں کے سُرور حضور پُرنُور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بھی قرآنِ پاک میں آئے ہیں سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ

اللہ قدوس ہے اسی قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے صفاتی نام مَولیٰ اور وَلی متعدد بار قرآنِ پاک میں آئے ہیں۔

اسی قرآنِ پاک میں کلمہ مولیٰ جبریل امینؑ اور اولیاء کرام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ایمان والوں کو بھی وَلی سے متعارف کرایا گیا ہے۔ اِسی قرآنِ پاک میں حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام آئے ہیں۔ اِسی قرآنِ پاک میں یُوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَیں حفیظ اور علیم ہُوں۔

قرآنِ پاک میں ہے کہ اللہ حَیٌّ (زندہ) ہے یہی قرآنِ پاک بتاتا ہے کہ یُحۡیِیۡکُمۡ وہ تمھیں زندہ کرتا ہے اب جن کو زندگی ملی وہ بھی زندہ، اللہ بھی زندہ۔ نَصِیۡر (مددگار) اگر اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن پاک میں آیا ہے تو مخلُوق کے لیے بھی، بلاشک وشبہ صحت، تندرُستی، رِزق اور اولاد دینے والا اللہ ہے مگر اسی قرآنِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ

جبریل امین علیہ السلام جناب مریم کو فرماتے ہیں لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (مَیں اس لیے آیا ہُوں کہ تجھے ایک ستھرا بیٹا دُوں۔

قارئین منصف مزاج آپ غور فرمائیں اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض لوگوں نے اپنا رکھا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہر صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہو وہ کسی حال میں بھی مخلُوق کے لیے ماننا شرک ہے تو وہ مذکورہ صفات کے بارے میں کیا کہیں گے جو خالق کے لیے بھی آئی ہیں اور مخلُوق کے لیے بھی۔

آنکھیں بند کر کے فتوائے شرک صادر کر دینا۔ حقیقت ومجاز کے فرق کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا، نہ ذاتی وعطائی کے مفہوم کو فانی وغیر فانی کی تمیز کرنا، نہ

محدُود وغیر محدُود کی مستقل و عارضی کا فرق کرنا، نہ تنا ہی وغیر تنا ہی کا، یہ ظُلم نہیں تو اور کیا ہے۔ علم کے نام پر جہالت کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔ بے عیب و لاریب قرآن پاک کا سنگین تمسخر نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہی معیار شرک ہے جس کا توحید کی آڑ میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے پھر تو ایسے بدنصیب حضرات کے نزدیک معاذاللہ ثم معاذاللہ پُورا قرآن شرکیہ تعلیمات پر مشتمل سمجھا جائے گا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی معاذاللہ شرک جیسے گھناؤنے جرم میں ملوث سمجھے جائیں گے جو ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کرام کے صحابی ہیں۔ حامل وحی الٰہی ہیں وہ حضرت مریم سے کہتے ہیں (مَیں اس لیے آیا ہُوں) کہ تجھے ستھرا بیٹا دُوں۔

کیا ہزاروں مرتبہ توحید کی عظمت پر مشتمل وحی لے کر رُسل عظام و انبیاء کرام کے پاس آنے والے مکرم و مقرب فرشتے کو بھی توحید و شرک کی کوئی خبر نہ تھی (معاذاللہ) یہ کیا دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے کہ شرک جو ظلم عظیم اور ناقابل معافی جرم ہے ایسے مُسلمانوں کے سر مڑھا جائے جو برملا کہتے ہیں کہ اللہ عزّ و جلّ کی عطا کے بغیر کوئی ہستی کائنات میں کسی ایک ذرّے تک کی مالک ہے نہ اس میں تصرف کی مجاز اور اس کے دیئے بغیر کسی کو ایک ذرّے تک کا علم نہیں۔ بلکہ وہ علم جو مخلوق کے پاس ہے اُسے علم خالق سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرے کو سمندر سے ہے اور مخلوق میں سے کوئی ہستی خواہ کتنی محترم و محتشم کیوں نہ ہو اُسے لائق عبادت سمجھنے والا کافر مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے والوں کے بارے میں ہی کسی نے کہا ہے

بڑے عیار ہیں جو جھوٹ کو سچ کر دکھاتے ہیں
حقیقت کا بڑی چالاکیوں سے منہ چڑاتے ہیں
یہ کیسی بے دریغانہ ہے جرأت کیسی ظلمت ہے!
اہل حق پہ شرک کا بہتان لگاتے ہیں

صفاتِ خالق و مخلوق

حمد (تعریف)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (فاتحہ۔ ۱)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (انعام۔ ۱)۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو۔

(۳) وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ۔ (قصص۔ ۷۰)

وہی ہے اللہ کہ نہیں معبود کوئی سوائے اُس کے اُسی کی تعریف ہے دُنیا اور آخرت میں۔

(۴) قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ۝ (کہف۔ ۱۰۹)

تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی (ایک اور سمندر) اس کی مدد کو لے آئیں۔

(۵) وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو۔ اس کے پیچھے سات سمندر

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥
(لقمٰن ۔ ۲۷)

اور۔ تو اللہ کی باتیں (تعریفیں) ختم نہ ہوں۔ بیشک اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

(۶) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥ (لقمٰن ۔ ۲۵)

تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

(۷) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ٥
(سبا ۔ ۱)

سب خوبیاں اللہ کو کہ اُسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور آخرت میں (بھی) اُسی کی تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

(۸) وَيَهْدِىْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ٥ (السبا ۔ ۶)

اور عزت والے سب خوبیوں سراہے کی راہ بتاتا ہے۔

(۹) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ (صٰفّٰت ۔ ۱۸۲)

اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

(۱۰) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥
(جاثیہ ۔ ۳۶)

تو اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب، اور زمین کا رب۔ سارے جہان کا رب۔

(۱۱) لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ٥
(تغابن ۔ ۱)

اُسی کا مُلک ہے اور اُسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قارئین محترم! مذکورہ آیاتِ معظمہ میں یہ حقیقت خوب آشکار ہے کہ

سب تعریفیں اللہ قدوس جَلَّ مَجْدُہٗ الکریم کے لیے ہیں وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔ اور ہر قسم کی تعریفوں کے لائق وہی پروردگار، لَمْ یَزَلْ ہے، نیز تمام خوبیاں اُسی کو زیبا ہیں۔ اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض لوگوں نے وضع کر رکھا ہے کہ جو وصف خالق کے لیے مُستعمل ہے وہ مخلوق کے لیے استعمال کرنا شرک ہے تو پھر کسی کی بھی تعریف کرنا اور اس کے اوصاف کو ماننا شرک ہونا چاہیئے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں بڑی وضاحت سے ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لیے ثابت ہیں کیا کسی اور کی تعریف بھی اس میں ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہوں:

مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی کلمۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کا معنی ہے بار بار تعریف کیا گیا یا جس کی خُوب تعریف ہوتی رہے۔

قارئین کرام! جس قرآن سے ثابت ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اُسی قرآن میں خالقِ ارض وسما نے اپنے حبیبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو مُحَمَّدٌ کہا جس کا مطلب ہے خُوب تعریفوں والا۔

اب آپ خود سوچیئے کہ یہ شرک ہُوا یا نہیں؟ اور اگر یہ شرک نہیں اور یقیناً نہیں تو اہلِ سُنّت کو مُشرک کیوں ٹھہرایا جاتا ہے؟ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ از خود فرماتا ہے کہ سب تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور پھر خود ہی اللہ تعالیٰ اپنے محبُوب بندوں کی تعریف وتوصیف بھی کرتا ہے:

نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (الانفال-۴۰)

کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار

قُرآنِ کریم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کلمۂ نِعْمَ کے ساتھ ہے اِسی قُرآنِ پاک میں اِسی کلمہ نِعْمَ کے ساتھ اُس کے بندوں کی تعریف بھی کی

گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیاتِ قرآنیہ:

(۱) وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ
(ص - ۳۰)
اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا ہی اچھا بندہ۔ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

(۲) نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ
(ص - ۴۴)
کیا ہی اچھا بندہ ہے (ایوب) بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے

(۳) وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ؕ
(ص - ۴۵)
اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو کہ ہاتھوں والے (قدرت والے) اور آنکھوں والے (علم والے) ہیں۔

(۴) وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ؕ
(ص - ۴۷)
اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چُنے ہُوئے پسندیدہ ہیں۔

جناب اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرنے کا حکم دے کر فرمایا:

(۵) وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ؕ
(ص - ۴۸)
اور سب اچھے ہیں۔

غور فرمائیں جس قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اُسی قرآن میں اللہ کے مقرب بندوں کی کیسی کیسی تعریفیں کی گئی ہیں مزید پڑھیئے اور ایمانی تقویت میں اضافہ کیجئے۔

اللہ قدوس نے انبیائے کرام حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا،

حضرت یحییٰ ، حضرت عیسٰے ، حضرت الیاس ، حضرت اسماعیل ، حضرت یسع ، حضرت یونس ، اور حضرت لُوط عَلَیْہِمُ الصلوٰت والتسلیمات کا سُورۂ الانعام کی آیۃ ۸۴ تا ۸۶ میں ذکر فرماتے ہُوئے مُحسنین ، صالحین اور جہانوں پر فضیلت والے قرار دیا ، کیا یہ تعریفیں نہیں ہیں ؟

اِسی طرح مقامِ محمُود جس مقام پر ہمارے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہونگے تو سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے اِسی بنا پر اس کا نام مقامِ محمُود ہے ۔

دُنیوی معاملات کو ہی لیجیے ، صُبح سے شام اور شام سے صُبح تک ، دوکانوں ، بازاروں اور گھروں میں اشیائے صَرف مثلاً کپڑوں ، کاروں اور کوٹھیوں اور الغرض بے شمار اشیاء کی تعریف کی جاتی ہے ۔

کیا اُس وقت کسی فرزندِ توحید کو غیرت آتی ہے کہ دُنیا کو یہ بتائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ۔ تم اُس کی پیدا کردہ چیزوں کی ، اُس کی مخلوق بلکہ اُس کی مخلوق کی مصنوعات کی تعریف کر کے کیوں شرک کا ارتکاب کرتے ہو ؟ کاش کوئی اس بات کو سمجھے ؎

جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

مَوْلٰی

(۱) بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ..... بلکہ اللہ تمھارا مولیٰ ہے ۔
(آلِ عمران ۔ ۱۵۰)

(۲) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ۔ (الانعام۔ ۶۲)	پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مَولیٰ کی طرف .....
(۳) اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ٥ (الانفال۔ ۴۰)	پس جان لو کہ اللہ تمھارا مَولیٰ ہے. تو کیا ہی اچھا مَولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔
(۴) هُوَ مَوْلٰىنَا... (التوبہ۔ ۵۱)	وہ ہمارا مَولیٰ ہے۔
(۵) هُوَ مَوْلٰىكُمْ... (حج۔ ۷۸)	وہ تمھارا مَولیٰ ہے۔
(۶) وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ... (تحریم۔ ۲)	اور اللہ تمھارا مَولیٰ ہے۔
(۷) اَنْتَ مَوْلٰىنَا... (البقرہ۔ ۲۸۶)	تُو ہمارا مَولیٰ ہے۔
(۸) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ٥ (محمد۔ ۱۱)	یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مَولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مَولیٰ نہیں۔

قرآنِ عظیم کی اِن آیاتِ مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ مَولیٰ اللہ ہے مَولیٰ اُس وَحدَہٗ لاشریک کا صفاتی نام ہے. اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اَللّٰهُ مَوْلٰىنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ (بخاری کتاب المغازی)

اللہ ہمارا مَولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمھارا کوئی مَولیٰ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

لَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلٰىكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ (مسلم کتاب الالفاظ) کوئی غلام اپنے آقا کو "میرا مولیٰ" نہ کہے کیونکہ بے شک تم سب کا مَولیٰ اللہ عزّ وجلّ ہے۔

قارئینِ کرام! آیئے دیکھیں کیا مخلوق میں بھی کوئی مُولیٰ ہوسکتا ہے یانہیں؟ کسی کو اپنا مُولیٰ ماننا، جاننا اور کہنا شرعًا کیسا ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰالِکَ ظَھِیْرٌ ۝ (التحریم - ۴)

تو بیشک اللہ اُس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔ اور اس کے بعد فرشتے مَدد پر ہیں۔

دیکھیے قرآنِ پاک نے اللہ کو بھی مولیٰ کہا اور جبریل اور صالح مومنین کو بھی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ بَعْدَ ذَالِکَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَ اَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ۔

(مشکوٰۃ ص۵۶۵)

جس کا مَیں مولیٰ ہُوں اُس کے علی مولیٰ ہیں۔ اے اللہ تو محبّت فرما اُس سے جو علی سے محبت رکھے اور دُشمنی فرما اُس سے جو علی سے دُشمنی رکھے۔ پس اس کے بعد حضرت علی کو حضرت عمر ملے فرمایا مبارک ہو اے ابوطالب کے بیٹے آپ کی صبح و شام اس حالت میں ہوتی ہے کہ آپ ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کے مولیٰ ہوتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ بْنِ سَھْلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ

ابوامامہ ابن سہل سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی اَبِی عُبَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ، اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ۔ (بلوغ المرام ص۲۱۷)

رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اللہ اور اس کا رسول جَلَّ جَلَالُہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے مولیٰ ہیں جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو۔

غور فرمایئے اگر قرآن و حدیث میں لفظ مولیٰ اللہ کے لیے آیا ہے تو اُس کے محبوب و مقبول بندوں کے لیے بھی آیا ہے۔

اور تو اور مُسلمانوں کو مُشرک کہنے والے خود بھی تو اپنے مذہبی رہنماؤں کو مولانا کہتے ہیں، لکھتے ہیں اُن کی تحریریں و تقریریں شاہد ہیں۔

تو کیا جب یہ لوگ اپنے اکابر کو اپنے عام علماء کو مولانا کہتے ہیں، یا اُن کے ناموں کے ساتھ اشتہارات پر مولانا لکھتے ہیں تو کیا اُس وقت قرآنِ پاک کی یہ آیات جن میں اللہ کے مولیٰ ہونے کا ذکر ہے یہ بھُول جاتی ہیں یا اُسوقت یہ آیات قرآنِ پاک سے پرواز کر جاتی ہیں یا اُس وقت معیارِ توحید و شرک بدل جاتا ہے؟ یہ ظلم و جہل کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے کہ

اللہ کریم عَزَّ وَجَلَّ کی کوئی صفت یا اُس کا صفاتی نام انبیاء و اولیاء پر بولا جائے تو یہ شرک ہو۔

اور اپنے مولویوں کے ساتھ لکھیں تو عین توحید ہو؟ یہ کیا غضب ہے کہ ایک صفت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانیں یا کہیں تو شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑیں شروع ہو جائیں اور اگر وہ ہی لفظ یا صفت یہ اپنے مولویوں کے ناموں کے ساتھ لکھیں اور عام جلسوں میں پُکار پُکار کر کہیں تو عین اسلام و اصلِ ایمان ہو؟

کیا اُمت کی خاطر خلوتوں اور جلوتوں میں رو رو کر دُعائیں مانگنے والے۔ اور غاروں کی تنہائیوں میں اُمت کی بخشش و مغفرت کے لیے آنسو بہانے والے اور تمام اُخروی کٹھن منازل میں نفسی نفسی کی بجائے رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ پکارنے والے سے محبت و وفا کا یہی طریقہ ہے جو اپنایا جا رہا ہے، سچ کہا ہے کسی نے :

؎ رنگت ہے نزاکت ہے لطافت ہے مگر حیف
اِک بُوئے وفا یہ گُلِ رعنا نہیں رکھتے

دیگر آیات کی طرح مَولیٰ والی آیات میں جو کہا جاتا ہے کہ خالق کے مولیٰ ہونے کا اور معنی ہے مخلوق کے مولیٰ ہونے کا اور مفہوم ہے یہی تقسیمِ معنوی اُس وقت قبول کیوں نہیں کی جاتی جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غیب جاننے کا مفہوم اور ہے مخلوق کے غیب جاننے کا اور۔ کہ خالق ذاتی طور پر جانتا ہے مخلوق عطائی طور پر۔ اُس کا علم غیر محدود اور مستقل ہے مخلوق کا علم محدود اور عارضی۔ وہ مشکلوں کو دُور کرنے کی ذاتی طور پر مُستقلاً قدرت رکھتا ہے، اُسکے بندوں کو تصرف اور مشکل کشائی کی طاقت جو ملتی ہے اُسی کی بارگاہِ صمدیت سے ملتی ہے۔ دیگر تمام مسائل میں بھی اگر یہی معنوی فرق کر لیا جائے تو پھر بحثوں اور مناظروں میں سر ٹکرانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

عزیز

عزیز اللہ تعالیٰ جلّ مجدُہُ الکریم کا صفاتی نام ہے۔ عزت اُس کی صفت ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (بقرہ ۲۲۰) بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔
(۲) فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔ (نساء ۱۳۹) تو بیشک عزت ساری اللہ کیلئے ہے۔
(۳) فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا۔ (فاطر۔ ۱۰) پس اللہ کے لیے ہی ساری عزت ہے۔

(۴) لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (آلِ عمران - ۶، ۱۸)
نہیں ہے کوئی معبُود مگر وہی جو عزت والا حکمت والا ہے۔

(۵) اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ○ (ہُود - ۶۶)
بے شک تمھارا رب قوی عزت والا ہے۔

(۶) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ (صٰفّٰت - ۱۸۰)
پاکی ہے تمھارے رب کو عزت والے ربّ کو ان کی باتوں سے۔

اِن آیاتِ مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اللہ قدُوس عزیز ہے، ہر قسم کی عزّت و عظمت اُسی کو زیبا ہے۔ ساری کی ساری عزت اللہ کے لیے ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ عزت کسی اور کے لیے ماننا یا جاننا کیسا ہے۔

یہی قرآن جس میں آیا ہے کہ ہر قسم کی عزّت اور ساری کی ساری عزت اللہ کریم کے لیے ہے ہاتھ اٹھا کر خدائے بزرگ و برتر سے حق فہمی کی توفیق طلب کرتے ہوُئے ملاحظہ فرمائیں۔

یہی قرآن رسُولِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی عزّت واشگاف الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (المنافقون ۸)
اور عزّت تو اللہ اور اُس کے رسُول اور مُسلمانوں کے لیے ہے۔ مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اَب دِل پر ہاتھ رکھ کر، دماغ پر زور دے کر اور خدائے لَمْ یَزَلْ سے حق قبول کرنے کی توفیق مانگ کر سوچیےُ کہ :

جن باتوں کو وجہِ شرک قرار دے کر لوگوں نے مسلمانوں کو مُشرک کہنا

شروع کر رکھا ہے اگر وجوہ شرک یہی ہیں تو کیا قرآن شرک سے بچتا ہے؟ کتنے کج فہم ہیں وہ لوگ کہ مسلمانوں کو الزامِ شرک دینے سے نہیں رُکتے خواہ اُن کی مزعومہ شرکیہ آلودگیوں کی لپیٹ میں قرآنی تعلیمات بھی آجائیں۔

ملاحظہ فرمائیے اللہ کریم فرماتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفتح ۹)

بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لاؤ۔ اور رسُول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ فرماتے ہیں:

فَاَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَعْزِيْرَهٗ وَتَوْقِيْرَهٗ وَاَلْزَمَ اِكْرَامَهٗ وَتَعْظِيْمَهٗ۔ (شفا شریف جلد دوم صفحہ ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حُرمت و توقیر کو واجب قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم کو لازم قرار دیا۔

نُکتہ۔ مذکورہ آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ پھر اس کے بعد عبادت کا ذکر ہے۔

مذکورہ ترتیب سے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ ایمان مُقدّم ہے یعنی ایمان کے بغیر تعظیمِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نامقبول ہے اور تعظیمِ رسُول کے بغیر ساری عبادتیں۔ نماز و ذکر، روزے و خیرات سب بیکار و بے وُقعت ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ (الحج - ۳۲)

اور جو شعائرُ اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

شعائرُ اللّٰہ اللہ کے دین کی نشانیوں کو کہتے ہیں (جلالین صفحہ ۲۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (البقرہ)

بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا و مروہ کو قدرت نے شعائرُ اللہ کا نام دیا۔ اور شعائرُ اللہ کی تعظیم کرنے والوں کے دِلوں میں دولتِ تقویٰ کی موجودگی کا قرآن میں اعلان بھی فرما دیا تو واضح ہو گیا کہ جن پہاڑوں پر سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے قدم لگائے اپنے فرزندِ ارجمند کے لیے پانی کے حصول کے لیے جہاں دوڑیں لگائیں۔ اللہ کریم نے اُن پہاڑوں کی عزت و تعظیم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

بلاشک و شبہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ ساری کی ساری عزت اللہ کے لیے ہے مگر یہی قرآن رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تعظیم کا پورا لحاظ نہ رکھنے والوں کا یُوں ذکر کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (الحجرات - ۴)

بے شک وہ جو تمھیں حجروں کے باہر آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

اور اگر وہ صبر کرتے کہ تم آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کیلئے

تَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(الحجرات - ۵)

غور فرمائیے کیسا حُسنِ ادب سکھایا جا رہا ہے کہ دربارِ نبوت میں حاضر ہونے والو جس طرح اور لوگوں کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر اُن کو آوازیں دے کر بلاتے ہو، یہاں ایسا مت کرو۔

کہیں حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔

ذوقِ ایمان کہتا ہے کہ آوازیں دینے والوں کو اس لیے بھی رد کا گیا کہ آوازیں اُسے دی جاتی ہیں جو بے خبر ہو۔

میرا حبیب بے خبر نہیں، جب آگئے ہو تو خاموشی سے درِ نبوت پر کھڑے ہو جاؤ اور محبوب کے خود باہر تشریف لانے کے انتظار میں دروازۂ اقدس پر نظریں جمائے رکھو۔ تمھارے لیے یہ بڑی سعادت و برکت کا سبب ہے۔

عزتُ و تکریمِ نبوی پر مشتمل کچھ احادیثِ مبارکہ بھی پڑھیئے اور گلشنِ ایمان میں بہارِ دلکش کے تازہ جھونکوں کا نظارہ کریں۔

اور دِل کی انتہاہ گہرائیوں میں یہ بات بٹھا لیجئے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ توحید و سُنّت کے مسئلے کو اور شرک و بدعت کی حقیقت کو ساری اُمت میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اُنھوں نے باوجُود اس بات کے کہ قرآنی آیات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوّت و رسالت سے سُنا ہے اور خوب سمجھا ہے کہ ہر قسم کی عزّت و عظمت اللہ کریم کے لیے ہے۔ ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے انھوں نے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک مبارک کو ہاتھوں میں لے کر کس طرح

اپنے حسین و جمیل چہروں پر ملتے تھے، آپ کے وضو والے پانی کو کس طرح کوشش سے حاصل کر کے چہروں اور جسموں پر ملتے تھے۔

بُخاری شریف میں ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کہ مسلمان نہیں تھے مقامِ حدیبیہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے حاضر ہوئے، اس موقع پر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شمعِ رسالت کے پروانوں کو بھی دیکھا اور ان کے حُسنِ ادب کو بھی۔

واپسی پر کفارِ مکہ کے سامنے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے تعظیم نبوی اور حُسنِ ادب کا منظر اِن الفاظ میں بیان کیا۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیَ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْہُمْ فَدَلَکَ بِہَا وَجْہَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْءِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمُوْا	خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا۔ اللہ کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے ساتھی اُس کی اِس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو اُن کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو اُن کے صحابہ فوراً تعمیل

خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ۔
(بخاری جلد اوّل صفحہ ۳۷۹)

کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُنکے وضو والا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے لڑنے جھگڑنے پر اُتر آئیں گے اور جب اُن کی بارگاہ میں کوئی بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور تعظیماً اُن کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

نظرِ ایمانی سے دیکھیے! صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو کہ رُشد و ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں کس طرح سو جان سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم و تعظیم کرتے ہیں۔

دیکھیے! تھوک کو انسان طبعی طور پر ناپسند کرتا ہے مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان دَہنِ اقدس سے نکلے ہوئے تھوک مبارک کو کیسا متبرّک جانتے ہیں۔ کیسا حُسنِ ادب ہے صحابۂ کرام کا کہ ایک مخالفت رکھنے والا شخص جو ہنوز مسلمان نہیں ہوا وہ بھی صحابۂ کرام کے حُسنِ ادب و تعظیمِ نبوّت کے حسین جلوؤں کو بیان کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

سینے بھی صاف اُن کے ایماں بھی منوّر تھا
خوشبوئے محبّت سے ہر سانس معطّر تھا
اے دُنیا سیکھ اَدب سرکار کے یاروں سے
کہ ہر ایک صحابی ادب و تعظیم کا پَیکر تھا

حضراتِ محترم! مقامِ حُدیبیہ پر تعظیم و تکریم کے جو جلوے

عروہ بن مسعود نے دیکھے آپ تصور کی آنکھ سے دیکھیں اور غور کریں کہ کیا اس اندازِ تعظیم کا اُس کے بارے میں تصور بھی کیا جا سکتا ہے جس کو صرف بڑے بھائی کا درجہ حاصل ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ "وہ ہمارے بڑے بھائی ہوئے ہم اُن کے چھوٹے۔ (تقویۃ الایمان ص۹۲)

انصاف سے فرمائیے کیا ایسی تعظیم اس کو زیبا ہے جس کی سرداری محض کسی گاؤں کے زمیندار جیسی ہو جیسا کہ کہا گیا ہے، جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۹۶)

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَیْتُ بِلَالاً اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذَالِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ م بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۴۷)

ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے ابطح مقام پر دیکھا جب کہ آپ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کے وضو والا مستعمل پانی ایک برتن میں لیا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اُس طرف دوڑ رہے تو جس کو اُس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اُس نے اس کو (اپنے چہرہ وغیرہ پر) مَل لیا، اور جس کو کچھ نہ ملا اُس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

کیا خوب فرمایا امامِ اہل السنۃ والجماعۃ الشاہ احمد رضا خاں فاضل

بریلوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے ؎

مومن وہ ہے جو اُن کی عزّت پہ مرے دِل سے
تعظیم بھی کرتا ہے مُنکر تو مرے دِل سے

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی نے تعظیماً وہ خُون مبارک پی لیا جو رسُولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بُدنِ اطہر سے پچھنے لگنے پر نکلا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِذْھَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَکَ مِنَ النَّارِ (خصائصِ کبریٰ جلد دوم ص۲۵۲)

(جا تو نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرلیا) حالانکہ شرعی مسئلہ ہے کہ ہر جاندار کا خون حرام ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَوْلَہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رَءُ سِہِمُ الطَّیْرُ۔

شفا شریف۔ (جلد ۲ ص۳۱)

مَیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہُوا آپ کے صحابہ آپ کے گرد حلقہ بنائے یُوں (ادب و تعظیم) سے بیٹھے تھے گویا کہ اُن کے سَروں پہ پرندے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ یَحْلِقُہٗ فَمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَۃٌ اِلَّا فِیْ یَدِ رَجُلٍ۔

(مسلم جلد دوم ص۲۵۶)

مَیں نے دیکھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں کہ ایک شخص سرِ مبارک سے بال اُتار رہا تھا اور صحابہ آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہُوئے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ آپ کا ایک بھی بال کسی کے ہاتھ کے بجائے زمین پر گرے

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح العامری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لَاَنۡ تَکُوۡنَ عِنۡدِیۡ شَعۡرَۃٌ مِّنۡہُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا۔ (بخاری جلد اوّل صہ ۲۹)

کہ مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال دُنیا اور دُنیا کے تمام خزانوں سے پیارا ہے۔

قارئین کرام ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھُوک مبارک اور خُون مبارک اور بال مبارک کو عزّو شرف سے دیکھنے والوں نے کیا قرآن کی وہ آیات نہیں پڑھی تھیں جن میں ذکر ہے کہ سب عزّت اللہ کے لیے ہے۔

فرضِ محال صحابہ کی نظر ان آیات پر نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی منع فرما دیتے کہ تم نے یہ کیا طریقہ شروع کر رکھا ہے۔

کہ جن چیزوں کو طبیعتِ انسانی ناپسند کرتی ہے۔ جن اشیاء سے انسان کے مزاج کو گھِن آتی ہے تم اُن کے حصُول کے لیے بھی ٹوٹ ٹوٹ پڑتے ہو چہروں اور جسموں پر مَلتے ہو۔ اگر کوئی بدبخت بارگاہِ نبوت پر لب کشائی کی جراٴت کرتے ہُوئے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا نہیں کیا کہ صحابہ کرام کو نہ روکا، تو کیا کہے گا اُس ربِ قدوس عزّوجلّ کے بارے جس نے اپنے رسُولِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ نہ فرمائی کہ اے حبیب و تُو، توحید کا سب سے بڑا داعی ہے اے رسُولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو بھُول گیا ہے کہ قرآن مجید میں عزّت و عظمت تو میرے لیے ثابت ہے اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی عزّت کروا رہا ہے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے تھُوک، بال، خون وغیرہم کی کثرت سے عزّت و تعظیم ہوتی دیکھ کر بھی خاموش ہے اگر معیارِ شرک وہی ہے جو توحید کے دعویداروں نے وضع کیا ہے تو انصاف سے بتایئے اِس کا دائرہ کہاں تک وسیع ہوتا ہے اور کس کس ہستی پر اس کی زد پڑتی ہے۔

ؔ ساقی کا احترام تو لازم تھا اے صبا
ہر ہر قدم پہ لغزشِ بے جا نہ کیجیے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ :

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَعُوْنَ بَابَهٗ بِالْاَظَافِرِ۔ (الشفا شریف)

کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارکہ پر اپنے ناخنوں سے دستک دیا کرتے تھے

اگر غور و فکر کی تمام تر قوتیں مفلوج نہیں ہیں!! اگر حقائق سے چشم پوشی آپ کی عادت نہیں ہے اگر آپ آیاتِ قرآنیہ کو آپس میں ٹکرانے کے خواہاں نہیں ہیں اور اگر آپ احادیثِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مطابقت کی طلب میں ہیں تو سوچیے کہ صحابۂ کرام اس سے بے خبر تھے؟ کہ عزت و عظمت تو صرف اللہ قدوس کو زیبا ہے۔ وہ تو اللہ کریم کی کروڑوں، اربوں نعمتوں سے عظیم نعمت اور بے مثال دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے انور کے ایک ایک بال کو سمجھتے ہیں۔

بنظرِ ایمانی فیصلہ فرمائیے کہ جنھوں نے مکتبِ نبوی میں علم حاصل کیا اور جن کو توحید و شرک کا مطلب خَلق کے مُعَلِّمِ اَعْظَم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ جو صفت اللہ کے لیے مستعمل ہو وہ کسی کے لیے بھی ماننا شرک ہے؟

صحابہ کبھی تو اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ کہہ کر علمِ اُلوہیت و علمِ رسالت کو بیان کرتے ہیں، کبھی آپ کے تھوک خون اور بالوں کے احترام و تعظیم میں کمربستہ نظر آتے ہیں۔

ایسے حضرات جن کے خود ساختہ شرک سے قرآن بچتا ہو نہ حدیث،

اور نہ ہی ایمان وعمل کی جیتی جاگتی تصویریں صحابہ کرام محفوظ رہتے ہوں۔ ان کو اپنی فکرِ نارسا پر رونا چاہیئے جو آنکھیں بند کر کے مُسلمانوں کو مُشرک بنانے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

ابھی وقت ہے، ضد، حسد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنے ایمان کو انوار و تجلیاتِ الٰہیہ و مصطفویہ سے منوّر کر لینا چاہیئے بصُورتِ دیگر خسران دُنیا و آخرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور قیامت میں سوائے پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا ؎

وقت پر کافی ہے قطرہ ابرِ خوش ہنگام کا
جَل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کِس کام کا

نَصِیْرٌ (مدد کرنے والا)

یہ بھی اللہ قدُوس عَزَّوَجَلَّ کا صفاتی نام ہے اور مَدد کرنا اُس کی صفت ہے۔

قرآنِ پاک میں آیا ہے:

(۱) وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○
اور اللہ کے سوا نہ تمھارا کوئی حمایتی نہ مَددگار۔
(بقرہ۔ ۱۰۷، توبہ۔ ۱۱۶، عنکبوت۔ ۲۲)

(۲) وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○
اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس ہے۔
(آلِ عمران۔ ۱۲۶)

(۳) وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ۔ (آلِ عمران۔ ۱۶۰)

اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمھاری مدد کرے۔

(۴) وَلَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (النساء۔ ۱۲۳)

اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار۔

(۵) وَلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا۔ (النساء۔ ۱۷۳، احزاب ۱۷)

اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

(۶) وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ (انفال۔ ۱۰)

اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف۔

قرآن پاک کی ان آیاتِ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نصیر "اللہ" ہے وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

آیئے! اب دیکھیں کہ اُس کی عطا سے کسی اور کو بھی مدد کرنے کا اختیار ہے کہ نہیں۔ اُس نے اپنے بندوں کو عونُ و نصرت کا کوئی حق دیا ہے کہ نہیں؟ ملاحظہ فرمائیں قرآنی شواہد:

سیدنا حضرتِ عیسٰے علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

(۱) مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ج.... (آلِ عمران۔ ۵۲)

کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم خدا کے مددگار ہیں۔

(۲) وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط.... (الحج۔ ۴۰)

اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے گا اُس کی جو اُسکی مدد کرے گا۔

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۝ (محمد ۔ ۷)

اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اگرچہ ان آیات، میں اللہ کی مدد سے مراد اُس کے دین کی مدد ہے اور یہی مفہوم و ترجمہ۔

امامِ اہلسنّت مجدّدِ دین وملّت اعلحضرت عظیم المرتبت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

فقیر عثمانی رضوی نے اِن آیات کے ترجمہ کے وقت لفظِ دین اِس لیے چھوڑا ہے کہ وہ لوگ جو اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو غلط اور من گھڑت قرار دینے کے لیے کہتے ہیں کہ جتنی بھی قرآنِ پاک میں ایسی آیات ہیں کہ جن میں اللہ کے علاوہ کسی کے غیب نہ جاننے کا ذکر ہے اعلحضرت وہاں مفہوم لیتے ہیں" اللہ کے علاوہ کوئی خود بخود نہیں جانتا۔" معترض کہتا ہے کہ خود بخود کا اضافہ ترجمے میں کرنا یہ اعلحضرت کی دین میں دخل اندازی ہے۔

اِسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے معلوم ہُوا کہ بعض مقامات پر حقیقتِ حال کو واضح کرنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ مذکورہ تین آیات میں معترض بھی ترجمہ کرتے وقت لفظِ دین کو بیچ میں داخل کرتا ہے۔

الغرض

پہلی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے مدد مانگنے کا ذکر ہے۔ جملہ رُسلِ عظام

وانبیاء کرام صلوٰتُ اللہ علیہم وتسلیماتہ‘
توحید کے علمبردار ہیں۔ کیا عیسےٰ علیہ السلام نہیں جانتے کہ ہر قسم کی مدد اللہ کے پاس ہے پھر بندوں سے کیوں طلب کر رہے ہیں۔

دُوسری اور تیسری آیت میں واضح اعلان ہے کہ ”اللہ اُس کی مدد کریگا جو اُس کی مدد کرے گا۔

اب اگر کوئی کہہ دے کہ فلاں قسم کی مُدد مراد ہے وہ بھی اللہ کی نہیں، اُس کے دین کی۔

تو عرض ہے کہ جو بھی مدد مراد لے لی جائے کیا وہ مُدد اللہ نہیں کرسکتا کیا اب مُدد معاذاللہ اُس کے خزانوں سے ختم ہو چکی ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق سے طلب کرنا شروع کر دی۔

قارئین محترم! مسئلہ استمداد پر اعتراض کرنے والوں نے قرآن سمجھا، نہ حدیث بس آنکھیں بند کر کے شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

(۴) وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (النساء - ۷۵)

اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مُددگار دے۔

یہ مکہ کے مظلوم مُسلمانوں کی دُعا ہے۔ جو مشرکین مکہ کے ظلم وستم کی چکّی میں پس رہے تھے۔ اور ان مظلُوموں کا جُرم یہی تھا کہ اُنھوں نے توحید کو قبول کیوں کیا ہے۔ شرک وکفر کو کیوں چھوڑا ہے۔

قابلِ غور ہے یہ بات، کہ اسلام کے وہ جاں نثار جنھیں شرفِ صحابیت بھی حاصل ہے۔ اور توحید کے سب سے بڑے علمبردار حضُور صلی اللہ علیہ وسلم سے درسِ توحید حاصل کرنے کا فخر بھی نصیب ہے۔

یہ اُن کی دُعا ہے جو کفر و شرک کی آلودگیوں سے نکل کر گلشن توحید کے سدا بہار پھولوں سے دامن کو بھر چکے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی دُعا میں اللہ سے حمایتی مانگا اور مَددگار مانگا۔

سبھی کو دعوتِ فِکر دیتا ہوں۔ خُدا لگتی بات کہیئے۔

کیا توحید قبول کرنے کی پاداش میں مکّہ کے مشرکوں کے ظلم سہنے والوں کو بھی شرک کی نجاستوں اور خباثتوں سے نفرت نہ تھی۔

یہاں کے مُسلمان تو بقولِ معترض اللہ کے بندوں کو مددگار...... سمجھ کر شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کیا مکّۃ المکرمہ کے مسلمان بھی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ نصیر تو اللہ خود ہے۔ اُس کے علاوہ تو کوئی نصیر ہے ہی نہیں نصیر تو اُس کا صفاتی نام ہے ہم اُس سے مددگار کی بجائے مَدد کیوں نہ مانگیں ـــ اُن کی اس دُعا کو مشرکانہ سوچ قرار دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کو ان کی مَدد کے لیے اُبھارا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیادت میں اسلامی لشکر لے کر مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہُوئے تو یُوں اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صُورت میں اُنھیں مَددگار اور حمایتی عطا فرمایا۔

ے نظر محرُوم ہو جائے اگر ذوقِ تماشہ ہے
اندھیرا تو اندھیرا، روشنی بھی بار ہو جائے

اِستِعَانَتُ مَافَوقَ الاَسبَابِ وَمَاتحَتُ الاَسبَابِ

اگر کوئی شخص کہے کہ ایسی مَدد شرک اور حرام ہے جو فوق الاسباب ہو، جس میں

تصرف غیبی ہو تو اُسے خیالی پلاؤ پکانے کی بجائے کلامِ الٰہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ کدورتِ قلبی اور قساوت سے نجات پائے، آئندہ سطور میں آپ پر واضح ہوگا کہ مافوق الاسباب اور تصرفِ غیبی سے استعانت کی کیا حیثیت ہے شرک و حرام ہے یا جائز و طیب؟

ملکۂ یمن، حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں

مُلک یمن کی حکمران ملکۂ بلقیس جب دارالحکومت سے اپنے امراؤ وزراء اور خدّام مملکت کو لیے دربارِ نبوت کی طرف روانہ ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ (النمل۔ ۳۸)

اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اُس کے تخت کو میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

اُس تخت کے بارے میں تفاسیر میں ہے کہ ۸۰ گز لمبائی اور چالیس گز چوڑائی تھی اور سامنے کا حصہ سونے کا پچھلا حصہ چاندی اور زبرجد کا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ مطالبہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ مافوق الاسباب پر بندگانِ خدا، دسترس و تصرف رکھتے ہیں۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ (النمل۔ ۳۹)

ایک بڑا خبیث (سرکش، چالاک) جن بولا وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانتدار ہوں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط
(النمل - ۴۰)

اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کر دُوں گا۔ پلک جھپکنے سے پہلے۔

یہ شخص آپ کے صاحب و خادم اور وزیر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ تھے۔

سوچیئے ! جناب آصف ابن برخیا رضی اللہ عنہ کو زبردست غیبی اُمور پر قُدرت کیسے حاصل ہُوئی۔ اللہ کریم فرماتا ہے اُس کے پاس کتاب یعنی زبُور کا علم تھا یہاں صاحبِ تفسیر ثنائی لکھتے ہیں :

"وہ کتابی تعلیمات کا عالم تھا جس کی وجہ سے اُس کو ایسے اُمور پر قُدرت تھی وہ بولا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے مَیں اُس تخت کو حضور کے سامنے لاسکتا ہوں"۔

(تفسیر ثنائی برحاشیہ قرآن صہ ۴۵۴)

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نبی نہیں تھے زبُور اُن پر نازل نہیں ہُوئی تھی، زبُور کا علم رکھتے تھے اور اس کتابی علم کی برکت سے مافوق الاسباب اُنھیں قدرت اور علم حاصل تھا۔

خدارا انصاف سے کہیئے ! جس شخص کے پاس زبُور کا علم ہو اُس کی وسعتِ نظر اور قُدرت کا یہ عالم ہے تو جس کے قلبِ اطہر و اقدس پر قرآنِ عظیم اُترا ہو اُس کی وسعتِ نظر و قُدرت کا عالم کیا ہو گا ؟

وہ حبیبِ مکرّم شفیعِ مُعظم جو صاحبِ قرآنِ حکیم اور معلّمِ کتاب و حکمت ہیں اُن کے متعلق یہ اندازِ فکر دُرست ہے ؟ یا للعجب !

"...... مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قُدرت و تصرف ثابت کرنا، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اُسی کا مخلوق اور اُسی کا بندہ اس بات میں اولیاء، انبیاء، جِنّ اور شیطان میں بھُوت اور پَری میں کچھ فرق نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۲۸)

سینے پر ہاتھ رکھ کر بار بار اِس عبارت کو پڑھیئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت لانے کا مطالبہ، اور آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کی وہ قُدرت جس کا تفسیر ثنائی میں بھی ذکر ہے۔ بار بار دیکھئے نیز خدائے بزرگ و بَرتر سے حق سمجھنے کی توفیق طلب کر کے فیصلہ فرمایئے۔

شکوے ہمارے سارے غلط ہی سہی لیکن
لو! تم ہی اب بتاؤ کِس کا قصُور تھا!

اُدھر آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ تو کتابی عِلم سے ایسا عِلمی مقام حاصل کریں کہ شام میں بیٹھے یمن کے محلاّت، ملکۂ بلقیس کے دربار اور جہاں تخت رکھا ہوا ہے اُس حویلی کو نیز اُس کے حدُود اربعہ کو جانیں اور اِتنا عظیم تصرّف فرمائیں کہ پلک جھپکنے سے پہلے بھاری بھر کم تخت حاضر کر دیں۔

اِدھر باوجُود دعویٔ مُسلمانی برملا یہ کہا جا رہا ہے۔

"یُوں نہ بولے کہ اللہ و رسُول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسُول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دِل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسُول ہی جانیں کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسُول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص۸۹)

مذکورہ عبارت بار بار پڑھیئے اور خط کشیدہ جملوں پر غور فرمایئے۔

حضرات محترم!

یہ تو سبھی اہلِ اسلام مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے (تفصیل بابِ شفاعت میں آئے گی انشاء اللہ) جب انبیاءِ کرام کے حضور حاضر ہوکر خلقِ خُدا شفاعت طلب کرے گی! پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر شفاعت کی طالب ہوگی تو کیا آپ یہ فرمائیں گے کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کہیں اور چلے جاؤ، زندگی اور موت ایک اہم معاملہ ہے دیکھئے موت وحیات کے بارے میں بھی آپ کی چاہت کتنا مقام رکھتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:

اِنَّ اللهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذَالِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللهِ .... (بخاری جلد اوّل ص ۵۱۶)

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دُنیا میں رہے یا خدا سے جا ملے اُس بندے نے ملاقاتِ خداوندی کو پسند کیا ہے۔ جناب ابُوبکر سمجھ گئے کہ وہ بندۂ خدا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں.....

آپؐ فرماتے ہیں:

لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ..... (مشکوٰۃ ص ۵۲۱)

اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلیں۔

تقویۃ الایمان کی مذکورہ عبارت میں سے "رسُول کو کیا خبر" اس جملے کا صحابہ کے اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ والے جملے سے موازنہ کریں۔

اللہ کریم حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اُمورِ غیبیہ اور ما فوق الاسباب معاملات میں تصرف و قدرت کے مزید حوالے نیز اُمورِ غیبیہ میں امداد کی مزید جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کشتی کے توڑنے، بچے کے قتل، عدمِ مہمان نوازی کے باوجود ان کی گرتی ہوئی دیوار بنانے پر حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَکَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ○ (الکہف۔ ۷۹)

وہ کشتی جو تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔ اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر (ٹھیک) کشتی چھین لیتا۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ○ (الکہف۔ ۸۰)

اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے گا۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ○ (الکہف۔ ۸۱)

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں عطا کرے۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَکَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا وَکَانَ

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا

اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ (الکہف۔ ۸۲)

تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔

قارئین محترم !!

نظرِ عمیق سے ان آیات کا مطالعہ کریں، آپ پر واضح ہو گا کہ حضرت خِضر علیہ السّلام نے کس طرح اُمورِ غیبیہ میں مدد فرمائی۔ کشتی کو داغدار کر کے اُن غریبوں کی مدد فرمائی جو کشتی کرائے کے طور پر استعمال کرتے تھے اور وہی اُن کا ذریعۂ معاش تھی۔

کشتی کو داغدار کرنے کا سبب آپ نے بیان فرمایا کہ اِدھر ایک ایسا ظالم بادشاہ ہے وہ ایسی ہر کشتی کو جو کام کے قابل ہو غصب کر لیتا ہے۔ جب ان غریبوں کی کشتی کو دیکھے گا کہ یہ داغدار ہے تو چھوڑ دے گا اور یہ لوگ اپنی کشتی مرمّت کروا کے اپنا کام چلاتے رہیں گے۔

بچّے کے قتل کا واقعہ یُوں ہے :

کہ ایک خوبصُورت بچّہ جیسور نامی بچّوں میں کھیل رہا تھا حضرت خِضر علیہ السّلام نے اُسے گردن سے پکڑا، اور قتل کر دیا۔

پھر قتل کا سبب یہ بیان فرمایا کہ ہمیں خدشہ ہُوا کہ یہ بچّہ بڑا ہو کر اپنے مُسلمان ماں باپ کو کافر و گمراہ کر دے گا ہم نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں۔ اور ربّ کریم ان کو سُتھرا اور اچھا بَدل عطا کرے۔

اگر اُمورِ غیبیہ اور ما فوق الاسباب میں کسی کا تصرّف ماننا قطعاً شرک ہے۔ تو اس واقعہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔

دیوار کی درستگی کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ :

دونوں حضرات چلتے چلتے بستی انطاکیہ پہنچے اور بستی والوں سے کھانا طلب فرمایا اُن بے قدروں نے مہمان نوازی سے انکار کردیا مگران بزرگوں نے ایک دیوار جو گرنے کے قریب تھی اُسے دُرست کردیا۔

حضرت خضر علیہ السّلام نے دیوار دُرست کرنے کا سبب یہ بتایا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اُس کے نیچے ان کا وہ خزانہ تھا جو اُن کے نیک باپ مرحُوم نے اُن کے لیے دفن کیا تھا۔ دیوار اس لیے دُرست کردی کہ جب دوبارہ گرنے کے قریب ہوگی اُس وقت تک یہ یتیم بچے جوان ہو چکے ہوں گے۔ جب دیوار کو سہ بارہ بنانے کے لیے بنیاد کھودیں گے تو اپنے صالح باپ کا دفن کیا ہُوا خزانہ پالیں گے۔

کیوں جناب دیکھا آپ نے !! اُمورِ غیبیہ میں کس طرح مدد فرمائی جارہی ہے۔

قرآن پاک میں فوت شدگان کی مَدد بھی مذکور ہے :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دُوں پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسُول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بر ضرُور اس پر ایمان لانا اور ضرُور بر ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اُس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰالِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰاسِقُوْنَ ○ (آل عمران - ۸۲)

تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی آدمی اس کے بعد پھر جائیں وہ ہی فاسق ہیں۔

اندازہ فرمائیں اتنے اہتمام سے وعدے لیے جا رہے ہیں۔ تاکیدیں کی جا رہی ہیں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے کے لیے پختہ وعدے لیے جا رہے ہیں اور شہادتیں قائم کی جا رہی ہیں۔

لیکن اُن سے جو بعثت محمدی کے وقت دُنیا سے کُوچ فرما چکے ہونگے اُن سے بات ہو رہی ہے کہ ضرور بر ضرور حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا کیا علیمِ مطلق کو بھی خبر نہ تھی کہ جن سے پختہ وعدے لیے جا رہے ہیں، تاکیدیں کی جا رہی ہیں۔ ایفائے عہد میں کمی رہ جانے کی صُورت میں منصبِ نبوت کی بحالی تو دُور کنار فاسقوں کی صَف میں کھڑا کر دینے کی وعید سُنائی جا رہی ہے۔

یہ تو انتقال فرما چکے ہونگے، یہ کیا مدد کریں گے۔

قارئین محترم! جو حضرات اللہ قدُوس کی مدد کے مظہر ہیں جن کو قدُرت نے تصرّف و امداد کی طاقت عطا فرمائی ہو اُن کی اس خُداداد صلاحیت و قدُرت کو ماننا قطعاً شرک نہیں، شرک تب ہے جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جس سے مَیں استمداد کرتا ہُوں۔ وہ ذاتی طور پر مستقلاً مدد کرنے پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ چاہے نہ چاہے وہ میری مدد کر سکتا ہے میری مشکل کشائی کر سکتا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا بلاشک وشبہ دائرہِ اسلام سے خارج ہے۔

یہی بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے آپ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔

لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت

لیکن یہاں یہ بات سمجھنی چاہیئے

6 از غیر، بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واُو
را مظہرِ عونِ الٰہی نداند حرام است واگر
استعانت بجانبِ حق است واُو را
یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکار خانۂ
اسباب وحکمتِ او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر
استعانت ظاہری نماید دور از عرفان
نخواہد بود دَر شرع نیز جائز ورَوا است
وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت
بغیر کردہ اند۔ ودَر حقیقت ایں نوع
استعانت ۔ بغیر نیست بلکہ استعانت
بحق تعالیٰ است ۔ (تفسیر عزیزی)

کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت
حرام ہوگی جب اُس پر بھروسہ کرے اور
اس کو مددِ الٰہی کا مظہر نہ جانے لیکن اگر
توجہ اللہ کی جانب ہو اور غیر اللہ کو مظہر
امداد سمجھے اور اسباب وحکمتِ الٰہی کو
پیشِ نظر رکھے اور غیر اللہ سے استعانت
ظاہری کرے تو عرفانِ الٰہی سے دُور
نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے
اس قسم کی استمداد انبیاء واولیاء نے بھی
غیر اللہ سے کی ہے اور حقیقت میں یہ
استمداد غیر اللہ سے نہیں اللہ سے ہے۔

اللہ کریم عزّوجلّ کے محبوبوں سے استمداد کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں؛

امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ قبرِ
امامِ مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام تریاق مجرّب
است مراجابتِ دُعا را وحجۃ الاسلام
گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے دَر حیات
استمداد کردہ شود بعد از ممات (اِلیٰ اَنْ
قَالَ) دَر شرح مقاصد ذکر کردہ نفع
یافتہ می شود بزیارتِ قبور واستعانت
بنفوس اخیار از اموات بدرستیکہ نفس

امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
امامِ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر دُعا کی
قبولیت کے لیے تریاقِ مجرّب است
امامِ غزالی فرماتے ہیں کہ جس کی ظاہری
زندگی میں اس سے مَدد لی جاتی ہو اُس
سے وفات کے بعد بھی مدد لی جا سکتی
ہے، شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں
کی زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس

مفارقہ را تعلقی ہست ببدن و تربتی کہ دفن کردہ شود در آں پس زیارت میکند زندہ آں تربت را و متوجہ میشود بسوئے نفسِ میّت حاصل میشود میاں ہر دو نفسِ مُلاقات و فائضات و اختلاف کردہ اند در آنکہ امدادِ حی قوی تر است از امدادِ میّت یا بالعکس مختار بعض محققین ثانی است۔ و دریں باب بعضی روایات کنند کہ فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں متحیر شوید شما در امورِ یعنی بر آمد کارہا پس مدد جوئید از اصحابِ قبورؔ۔

(فتاوٰی عزیزی جلد دوم ص۱۰۷)

سے وفات کے بعد نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ بیشک وفات کے بعد نفس کا بدن سے اور قبر کے ساتھ ایک تعلق ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص اس قبر کی زیارت کرتا ہے اور قبر والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد قوتی ہے یا میّت کی بعض محققین نے میّت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے، بعض حضرات نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔

اِسی فتاوٰی میں شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں :

و نیست صورتِ استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجتِ خود از جنابِ عزتِ الٰہی توسل روحانیۃ بندہ کہ مقرب و مکرم درگاہ والا است و گوید خداوندا بہ برکتِ ایں بندہ کہ

اور استمداد کی صورت صرف یہ ہے کہ اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اُس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالی میں مقرب و مکرم ہے اور کہے

تو رحمت و اکرام کردہ او را برآوردہ گرداں حاجتِ مرا یا ندا کند آں بندۂ مقرّب ومکرم را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کُن مراد بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجتِ مرا پس نیّت بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و مُعطی و مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہٗ، درو وے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ مُنکِر وہم کردہ و آں چناں است کہ توسّل وطلبِ دُعا از صالحاں و دوستانِ خدا درحالت حیات کند و آں جائز است باتفاق پس آں چرا جائز نباشد و فرقے نیست در ارواح کاملاں درحین حیات و بعد ممات مگر بہ ترقیٔ کمال۔

(فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص۱۰۸)

خداوندا اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے عنایت و انعام فرمایا ہے میری حاجت کو پُورا فرمایا اُس بندۂ مقرّب کو پکارے کہ اے بندۂ خدا اور اللہ تعالیٰ کے وَلی میرے لیے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ میرے مقصد کو پُورا کرے لہٰذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، قادر دینے والا ہے اور جس سے سوال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ مُنکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو حیاتِ ظاہری میں وسیلہ بنایا جاتا ہے اُن سے دُعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے وفات کے بعد یہی بات کیونکر جائز نہ ہوگی۔ کاملین کی ارواح میں حیاتِ ظاہری اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انھیں مزید کمال حاصل ہوتا ہے

نیک لوگوں سے استمداد اور اُن سے دُعا کی طلب:

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روزے باں مزار متوجہ بود ندکہ از درونِ آں ندا آمدہ کہ ایں قدر از خانۂ شما نیاز آمدہ و برائے صحتِ فرزند شما و خواہش فرزندِ دیگر التماس کردہ اند و آں ملتمس مبذول است۔

(انفاس العارفین صنہ ۲۰)

کہ ایک دِن میر ابوالعلی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف متوجہ تھے کہ اندر سے آواز آئی کہ تمھارے گھر سے اتنی نیاز آئی ہے۔ تمھارے صاحبزادے کی صحت اور دُوسرے لڑکے کی خواہش کے متعلق گزارش کی گئی ہے اور اُن کی گذارش پُوری کر دی گئی ہے۔

محبُوبانِ بارگاہِ ربّ العالمین سے مدد اور فیض لینا مُسَلّمہ حقیقت ہے احادیثِ مبارکہ اور سِیَرِ صحابہ کا مطالعہ فرمایئے متعدد بار متعدد مقامات پر صحابۂ کرام علیہم الرضوان آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیتے نظر آئیں گے۔

دُشمن کے وار سے کسی کی آنکھ نکلتی ہے تو وہ بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر شفا یاب ہوتا ہے۔

کسی کی پنڈلی پر گہرا اشگاف پڑتا ہے تو وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتا ہے اور تکلیف سے نجات پاتا ہے۔

کسی کو نسیان کا مرض ہوتا ہے تو وہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر فریاد کرتا ہے تو کونین کے فریادرس خُداداد خزانوں سے خیر اور فیض دے کر اُس کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

دَرج ذیل واقعہ معجم طبرانی کے حوالے سے مختصر سیرۃ الرّسُول صلی اللہ علیہ وسلم مترجم کے صنہ ۵۲۸ پر بھی موجُود ہے مختصر سیرۃ الرّسول ۸۰۰ صفحات پر مشتمل

وہ کتاب ہے جسے جامعۃ العلوم الاثریہ اہل حدیث جہلم نے شائع کر کے تقسیم کیا ملاحظہ فرمائیے :

مُعجم صغیر طبرانی میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک رات وُضو کرنے کی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار لَبَّیْک لَبَّیْک (میں حاضر ہُوں میں حاضر ہُوں) اور تین دفعہ نُصِرْتَ نُصِرْتَ (تیری مَدد ضرور ہوگی تیری مَدد ضرُور ہو گی) کہتے سُنا جب باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا رسُول اللہؐ! میں نے آپ کو اپنی وضُو کی جگہ میں تین دفعہ لَبَّیْک لَبَّیْک اور تین دفعہ نُصِرْتَ نُصِرْتَ فرماتے سُنا ہے یُوں لگتا تھا جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ کیا وہاں آپ کے پاس کوئی آدمی تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! بنو کعب کا ایک راجز (شاعر) مجھے مُدد کے لیے بلا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے بَدعہدی کی ہے اور لڑائی میں ہمارے حُلفاء بنو بکر کی امداد کی ہے اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے اور عائشہؓ سے کہا کہ وہ سفر کا سامان تیار کریں اور کسی کو اِس کی خبر نہ ہونے دیں۔ میمونہؓ کہتی ہیں اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ عائشہؓ کے گھر داخل ہُوئے اور یہ تیاری دیکھ کر پُوچھنے لگے بیٹی یہ تیاری کیسی ہے؟ وہ بولیں بخدا مجھے معلوم نہیں، حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے واللہ یہ رُومیوں سے لڑائی کا وقت بھی تو نہیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا بخدا مجھے اس کا کچھ عِلم نہیں، حضرت میمونہؓ کہتی ہیں کہ تین دن کے بعد جب آپؐ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو ایک راجز نے کھڑے ہو کر کہا :

(عمرو بن سالم کے اشعار)

یَا رَبِّ اِنِّی نَاشِدٌ مُحَمَّدًا   حِلْفَ اَبِینَا وَاَبِیہِ الْاَتْلَدَا

ان قریشا اخلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك المؤکّدا
وَزَعَمُوْا اَنْ لَسْتُ ادعوا اَحَدًا فانصُرْ هداك الله نصیرًا اَیّدا
وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَأْتُوا مَدَدًا فیهم رسُول الله قد تجردا
اِن سیم خسعا وجهه تربدا

(۱) الٰہی مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور آپ کے باپ کا قدیم عہد یاد کراتا ہُوں
(۲) بلاشُبہ قریش نے آپ کے ساتھ کیے ہُوئے وعدے کی خلاف وَرزی کی ہے اور آپ کے پُختہ عہد کو توڑ دیا ہے۔
(۳) اور اس زعم میں مبتلا ہیں کہ مَیں اپنی مَدد کے لیے کسی کو نہیں بلاسکتا اللہ آپ کو توفیق دے آپ ہماری جاندار مَدد فرمائیں۔
(۴) اور اللہ کے بندوں کو دعوت دیں کہ وہ ہماری مَدد کو آئیں ان میں اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں۔
جو مُشرکین کے حق میں تلوار بے نیام ہیں۔ اگر ان سے کوئی ناجائز معاملہ کرتا ہے تو مارے غصّہ کے اُن کا چہرہ سُرخ ہوجاتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا اے عمرو بن سالم، "ہم تیری مدد کو پہنچیں گے۔"

(مختصر سیرۃ الرسُول ص۵۲۸، ۵۲۹)

غور فرمایئے تین دِن بعد پہنچنے والے نے راستے میں ہی مَدد کے لیے فریاد کی، والیٔ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن لی۔
اس سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ دُور سے پکارنا اور مدد طلب کرنا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ مبارکہ ہے اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ دُور سے پکارنے والے کی آپؐ پکار سُنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

یہ واقعہ مختصر سیرۃ الرسول کے علاوہ ان کتابوں میں بھی ہے۔
(۱) مواہب الدنیہ مع زرقانی (۲)، فتح الباری (۳) الاصابہ فی تمییز الصحابہ
(۴) الاستیعاب علی ہامش الاصابہ (۵) انسان العیون (۶)، مدارج النبوۃ۔
ہزاروں رحمتیں ہوں تاجدارِ بریلی کے مزارِ مبارک پر فرماتے ہیں:

سہ والله وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اِتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دِل سے

آیئے! ایک اور شان دیکھیں اپنے بے مثال غم خوار، لجپال اور حبیبِ پروردگار کی:

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوَغَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ اَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔
(مشکوٰۃ۔ صـ ۸۴)

حضرت ربیعہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات گزاری۔ پس میں آپ کے وضُو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لیکر حاضر ہُوا آپ نے فرمایا مانگ میں نے عرض کی میں آپ سے مانگتا ہُوں، آپکی رفاقت جنت میں۔ آپ نے فرمایا اِس کے سوا اور کچھ میں نے عرض کیا میرا مدُعا یہی ہے آپ نے فرمایا اچھا تم کثرتِ سجُود سے میری مدد کرو۔

فائدہ: کثرتِ سجُود سے میری مدد کرو۔ یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ اتنی بڑی سعادت کی خوشخبری سُن کر اعمالِ صالحہ میں اپنی توجہ کو کم نہ کر دے۔ وگرنہ جب اُس نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں اُس کو

اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ فرمانے کی بجائے فرماتے کہ جنّت کے علاوہ کچھ مانگو۔

اس حدیث کی تشریح میں شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

" ازاطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد"۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگو اور کسی مطلوب خاص کے ساتھ مقید نہ کیا اس سے معلوم ہُوا کہ تمام چیزیں آپ کے ہاتھ میں ہیں جسے چاہیں جو چاہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اذن سے عطا فرماتے ہیں"۔

اُمّ الْمُؤمِنِیْن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے موئے مبارک تھے جس شخص کو آنکھ کی یا کوئی اور تکلیف ہوتی وہ پانی کا پیالہ بھر کر ام المومنین کے پاس بھیجتا ہے۔ آپ موئے مبارک نکالتیں، جنھیں اُم المومنین نے چاندی کی ایک نلکی میں رکھا تھا، اُم المؤمنین اُس نلکی کو پانی میں ڈبوکر نکالتیں، پس وہ شخص اُس پانی کو پیتا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۲۶)

اس سے پتہ چلا کہ محبوبانِ بارگاہِ ربّ العالمین کے انتقال کے بعد بھی اُن کا فیض جاری رہتا ہے۔

شاہ عبدُالعزیز مُحدّث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ازاولیاء مدفونین ودیگر صلحاء	وفات پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء
مؤمنین انتفاع واستفادہ جاری است	مؤمنین سے استفادہ واستعانت
وآنہاراافادہ واعانت نیز متصور بخلاف	جاری وساری ہے۔ اور اُن اولیاء و
مُردہائے سوختہ کہ ایں چیزہا اصلاً نسبت	صلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے

بآنہا در اہلِ مذہب آنہا نیز واقع نیست (تفسیر عزیزی پ ۳۰، ص ۵۰) — ہے بخلاف اُن مُردوں کے جن کو جلایا جاتا ہے، کیونکہ اُن سے یہ امُور اُنکے مذہب میں بھی جائز نہیں۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "بستان المحدثین" میں امام العلماء حضرت سیدی احمد زروق مغربی کی مدح عظیم لکھی ہے اور اُن کے اشعار بھی لکھتے ہیں:

اَنَا لِمُرِیْدِیْ جَامِعٌ لِشَتَاتِہٖ ... اِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَکْبَتِہٖ

میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت و ادبار سے اس پر حملہ آور ہو۔

وَاِنْ کُنْتَ فِیْ ضِیْقٍ وَّکَرْبٍ وَّوَحْشَۃٍ ... فَنَادِ بِیَا زَرُّوْقُ اٰتِ بِسُرْعَتِہٖ

اور اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے، عرض کیا:

اَفِضْ عَلَیْنَا مِمَّا اَفَاضَ اللّٰہُ عَلَیْکَ جِئْنَاکَ رَاغِبِیْنَ فِیْ خَیْرِکَ وَاَنْتَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ فَانْبَسَطَ اِلَیَّ اِنْبِسَاطًا عَظِیْمًا حَتّٰی تَخَیَّلْتُ کَاَنَّ عَطَافَۃَ رِدَائِہٖ لَفَّتْنِیْ وَغَشِیَتْنِیْ ثُمَّ غَطَّنِیْ غَطَّۃً وَّتَبَدّٰی لِیْ وَاَظْھَرَ لِیَ الْاَسْرَارَ وَعَرَّفَنِیْ بِنَفْسِہٖ وَاَمَدَّنِیْ اِمْدَادًا عَظِیْمًا اِجْمَالِیًّا وَعَرَّفَنِیْ کَیْفَ اَسْتَمِدُّ بِہٖ فِیْ حَوَائِجِیْ وَ

ہمیں بھی اُن علوم میں سے کچھ عنایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہم آپ کی عطاؤں کے شوق اور رغبت میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ نے میری جانب کمالِ التفات فرمایا حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی عنایت کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور گھیر لیا پھر مجھے خوب ڈھانپ لیا اور مجھ پر اسرار و معارف کا اظہار فرمایا اور بذات خود ان چیزوں کی معرفت کرائی اور میری ایک بہت بڑی اجمالی مدد

كَيْفَ يَرُدُّ هُوَ اِلٰى مَنْ يُصَلِّیْ عَلَيْهِ وَكَيْفَ يَنْبَسِطُ اِلٰى مَنْ اَطْرٰى فِیْ مَدْحِهٖ وَاَلَحَّ عَلَيْهِ۔

(فیوض الحرمین مترجم ص۸۵،۸۶)

فرمائی اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست کروں۔ اور آپ کس طرح اُس شخص کا جواب دیتے ہیں جو آپ پر دُرُود بھیجے اور جو شخص کہ آپ کی مدح و تعریف میں کوشش اور الحاح کرتا ہے آپ کس طرح اُس سے خوش ہوتے ہیں۔

محترم قارئین کرام! آپ سے التماس ہے آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کتنے واشگاف الفاظ میں سلطان الهند حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم نے انبیاء و اولیاء کی اعانت و امداد اور اُن سے استعانت و استمداد کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ کر دیا، فرماتے ہیں:

لا بدّ از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت کئے بغیر چارہ نہیں۔ (شرح اطیب النغم)

اسی لیے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں ملتمس ہوتے ہیں:

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِهٖ ۔۔۔ وَيَا خَيْرَ مَأْمُوْلٍ وَّيَا خَيْرَ وَاهِبٍ

وَيَا خَيْرَ مَنْ يُّرْجٰى لِكَشْفِ رَزِيَّةٍ ۔۔۔ وَمَنْ جُوْدُهٗ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

(۱) اے بہترین کائنات آپ پر اللہ تعالیٰ کا دُرود ہو اور اے بہترین امید گاہ اور اے بہترین عطا فرمانے والے۔

(۲) اور اے وہ بہترین (خلق) جس سے سختی و مصیبت کے دفع ہونے کی اُمید کی جاتی ہے اور اے وہ کہ جن کی سخاوت برسنے والے بادلوں سے بہت زیادہ۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں :

؎ آج لے اُن کی پناہ آج مُدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا!

اور حضرت امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے:

"بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ"

(بخاری جلد اوّل ص ۴۰۵)

"باب اس کے بارے میں جو استعانت کرے ضعفا اور صالحین سے جنگوں میں۔"

عَلِیمُ

اللہ قدوس عزّوجلّ کا صفاتی نام ہے علم اُس مالکِ حقیقی کی صفت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

(۱) وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (بقرہ ۲۳۱) — اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(۲) وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (انبیاء ۴) — اور وہی ہے سُنتا، جانتا۔

(۳) اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (زمر ۷) — بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(۴) وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ — اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

الصُّدُوْرِ○ (حدید ۶)

(۵) وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ○ (تغابن ۴) — اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(۶) قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ (ملک ۲۶) — تم فرماؤ، علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(۷) اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (نحل ۷۴) — بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۸) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ○ (بقرہ ۳۲) — بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

قارئین محترم! ایسی مزید آیات سے واضح ہے کہ اللہ قدوس 'علیم' ہے۔ علم اُسی کے پاس ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس علیم و خبیر، قادر و مختار، ذوالجلال کی عطا و بخشش پر کسی نے پہرے بٹھا رکھے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! جب یہ تسلیم ہے تو وہ مالکِ علمِ عظیم جسے چاہے اپنی قدرت سے علیم بنائے، چنانچہ اس کی عطائے جلیل کا برملا اظہار حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:

(۱) اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ بیشک میں حفیظ اور علیم ہوں (سورۂ یوسف آیۃ ۵۵)

(۲) وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یوسف ۸۶) — اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

(یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ہے)

(۳) قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ۔ (النمل ۴۰) — اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔

(۴) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء ۱۱۳) — اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنے اس ارشاد کے اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ پھر بھی اپنے منتخب بندوں کو علوم و عرفان کی نعمت سے نوازتا رہتا ہے اور ذاتی طور پر مخلوق میں کوئی بھی فرد کچھ بھی نہیں جانتا تاہم اگر وہ علیم و حکیم کسی کو علم و حکمت عطا فرمائے تو اُس کی عطا کو ماننا، شرک نہیں، بلکہ عین ایمان ہے۔ انکار کفر ہے۔

کوئی شک نہیں

کہ قرآن پاک میں بار بار اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ اُمور اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے، ہمارا اس پر یقین کامل ہے اور اگر وہ اپنے محبوب بندوں کو پوشیدہ اُمور یا چھپی ہوئی چیزوں کا علم عطا کرے تو بلاشُبہ ہم اس عطائی علم کو توحید کی رُوح ہی قرار دیں گے۔

مثلاً حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ لا فِیْ بُیُوْتِکُمْ (آل عمران ۴۹)

اور تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

کھائی ہوئی چیزیں اور گھروں میں چھپائی ہوئی چیزیں اُمورِ غیبیہ اور خفیہ معاملات سے ہی متعلق ہیں لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام بَرملا فرما رہے ہیں کہ مَیں تمھیں بتاتا ہوں، جو کھاتے ہو اور جو گھروں میں چھپاتے ہو۔

نیز یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ ..... سے ثابت ہوتا ہے کہ زمینی اُمور کو اللہ جانتا ہے زمین کے نیچے چھپی ہوئی چیزوں کا اُسی کو علم ہے۔

اِدھر حضرت خضر علیہ السلام زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کی خبر دے رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَ

كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا - رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا......

مسئلہ علمِ غیب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(۱) قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ (النمل ۶۵)

تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں، مگر اللہ

(۲) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (الانعام ۵۰)

تم فرما دو میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

(۳) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (الاعراف ۱۸۸)

اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت سی بھلائی جمع کرلی ہوتی۔

(۴) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ (الانعام ۵۹)

اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انھیں وہ ہی جانتا ہے۔

(۵) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (لقمٰن ۳۴)

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(۶) اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (فاطر ۳۸) — بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھپی بات کا۔

(۷) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ (رعد ۹) — ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا۔

اس قسم کی آیات میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہی ذاتی علم ہے غیب جاننے میں وہ کسی کا محتاج نہیں تمام مخلوق اُسی کی محتاج ہے اور جہاں مخلوق سے علم غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے کہ مخلوق کا کوئی بھی فرد خود بخود کسی ایک ذرّے کا علم بھی نہیں رکھتا۔ اور مخلوق کے پاس جتنا علم اور جیسا علم ہے وہ اُسی کا عطا کردہ ہے۔ نیز مخلوق کا علم عطائی، حادث اور محدُود ہے۔

جب کہ خالق کا علم ذاتی، مستقل، دائمی و غیر محدُود ہے۔

غیب جاننے کے لیے اُسے کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے:

"سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" (تقویۃ الایمان ص۴۴)

آیئے! دیکھیں کیا اللہ قدوس نے کسی کو علم غیب عطا بھی کیا ہے یا نہیں؟

(۱) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ (آل عمران ۱۷۹) — اور اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو کہ تمھیں غیب کا علم دے ہاں چن لیتا ہے اپنے رسُولوں سے جسے چاہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسُولوں پر۔

(۲) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء ۱۱۳) — اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(۳) مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ..... (الانعام ۳۸)
ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔ (یعنی کوئی کمی نہ چھوڑی)

(۴) وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (النحل ۸۹)
اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

فائدہ: "جب قرآن کریم میں کوئی کمی نہیں اور تمام عُلوم کے خزانوں کا امین بھی ہے تو خالق نے حسب ظرف و شرف اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا ان خزائن علمیہ سے نوازا۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظرف و شرف کا کیا کہنا جب کہ خالق کائنات خود فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ○ رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور انھیں ما کان و ما یکون کا بیان سکھایا۔"

(۵) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ .... (الجن ۲۶/۲۷)
غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسُولوں کے۔

(۶) نیز سُورۂ یُوسف کو حاضر دماغی اور شوق قلبی سے پڑھیے آپ پر واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے غیبی اُمور اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے زمانہ مستقبل میں رُونما ہونے والے معاملات و واقعات کو یُوں بیان فرمایا۔

لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ؕ (یوُسف)
اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ چال چلیں گے۔

بھائیوں نے چال کا ابھی منصوبہ بھی نہیں بنایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے

پہلے ہی واضح کردیا، مزید فرمایا:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ (یوسف ٦)

اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جسطرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم و اسحٰق پر پوری فرمائی تھی ......

قارئینِ محترم! مذکورہ باتیں کسی کو کہنا کہ اللہ تجھے منتخب کرے، تجھے علم عطا کرے تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے یہ باتیں دُعائیہ جملوں کے انداز میں ہوں تو محض شفقت، محبت اور تعلق داری پر محمول کی جائیں گی لیکن آنے والے زمانے میں پیش آنیوالی کیفیات واحوال اور حاصل ہونے والی سعادتیں وہی بتا سکتا ہے جو صاحب علم اور حامل فراست وبصیرت ہو، چنانچہ سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اشارے، کنائے میں بتا رہے تھے، بلکہ برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جا کر جس انداز میں تکالیف و آلام سے دوچار کرنا تھا، یعنی کنوئیں میں پھینک کر بھیڑیے کی طرف نسبت کرنا تھی اسے بھی حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نہایت حکیمانہ انداز میں بتا رہے تھے جس کی قرآن کریم نے ان کلمات سے نقاب کشائی کی ہے:

وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ ......

اور ڈرتا ہوں کہ اُسے کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے۔

غور فرمایئے!

جس جنگل میں خطرناک درندے رہتے ہوں وہاں صرف بھیڑیا ہی انسانی جان کیلئے خطرہ بن سکتا ہے؟ کیا وہاں کوئی اور درندہ انسان کے لیے خطرہ نہیں ہو سکتا آپ

نے صرف بھیڑیئے کا نام کیوں لیا؟ یہ نہ فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔

دُوسری بات قابل غور ہے کہ معاذ اللہ کیا اللہ کریم کے سچے نبی یعقوب علیہ السّلام کو اپنے دُوسرے بیٹوں سے دُشمنی وعداوت تھی کہ اُن کو جنگلات میں جاتے ہُوئے کبھی بھی آپ نے نہ فرمایا کہ بیٹو! ادھر نہ جانا بھیڑیا نہ کھا جائے، کیا یعقوب علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ میرا یُوسف تو گوشت پوست کا انسان ہے اور باقی بیٹے لوہے اور پتھر کے بنے ہیں؟ کیا بھیڑیا صرف یُوسف علیہ السّلام پر ہی حملہ آور ہو سکتا تھا؟ کسی اور پر نہیں؟ سچی بات ہے کہ آپ نے جس طرح حضرت یُوسف علیہ السّلام کے سامنے پیش آنے والے واقعات سے پردہ اٹھایا تھا اُسیطرح اِن بیٹوں کے سامنے سے بھی حجاب اٹھائے جارہے تھے جو انھوں نے بعد میں آکر کہنا تھا وہ آپ پہلے بتا رہے تھے۔ پھر بھی اگر کوئی انبیاء کرام علیہم السّلام کے خداداد علمی خزانوں سے جلنے والا یُوں کہے کہ اگر آپ کو پتہ تھا کہ بیٹوں نے جھُوٹ بولا ہے تو آپ کیوں روتے رہے، کُنوئیں سے جا کر نکال کر کیوں نہ لے آئے؟ جواباً عرض ہے کہ جو بندگانِ حرص وہَوا ہوں وہ کیا جانیں کہ جن کے رُتبے بلند ہوتے ہیں انھیں اتنے ہی بلند ابتلاء وامتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔

قُدرت کی طرف سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے کہ دونوں عظیم باپ بیٹا اپنے اپنے مقام پر اتنے بڑے دلدوز وجگر سوز امتحان میں خاموشی وحوصلے سے گزر رہے تھے کہ جس امتحان کے بعد وہ سب کچھ رونما ہونے والا تھا کہ گیارہ تارے چاند اور سُورج کا سجدہ کرنا سرفرازیٔ نبوّت کے لیے جناب یُوسف علیہ السّلام کا چُنا جانا، باتوں اور خوابوں کے انجام بیان کرنے کا علم عطا ہونا، نعمتِ خداوندی کا مکمل ہونا۔ یہ وہ سب باتیں ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے خود بیان فرمائی ہیں ابھی تو

ان سب باتوں نے پُورا ہونا تھا۔ آپ کیسے یقین فرمالیتے کہ یُوسف علیہ السلام بھیڑیئے کا لقمہ بن چکے ہیں ؟۔

اور اگر آپ اپنے بیٹوں سے من گھڑت قصّے کو سُن کر یقین کر چکے تھے تو مندرجہ ذیل اُمور کی وضاحت کس طرح ہوگی۔

(۱) جب آپ کے بیٹوں نے آکر کہا کہ یُوسف علیہ السّلام کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے تو آپ جائے وقوعہ پر کیوں نہ گئے۔

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کسی باپ کا اتنا عظیم بیٹا کہ جس پر علم وفضل، حسن ورعنائی اور حلم وفراست ناز کرے وہ کسی قریبی جنگل میں کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور باپ جائے وقوعہ پر نہ پہنچے (اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ حضرت یعقوب اور حضرت یُوسف علیہما السلام کے) عظیم صبر کا صدقہ کسی مسلمان کو اولاد کا غم نہ دکھائے آمین ثم آمین۔

آپ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ آؤ چلیں دیکھتے ہیں۔ وہاں یُوسف کے کچھ اجزاء وہڈیاں وغیرہ تو ہوں گی۔ بھیڑیا یا کوئی بھی درندہ کسی بھی جانور بھیڑ، بکری اور انسان کو سرتا پا مکمل تو نہیں کھاجاتا ؟

(۲) آپ نے بجائے وہاں جانے کے اپنے بیٹوں کو یہ کیوں فرمایا کہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ......

بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے پس صبر اچھا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْجُحْرِ مَرَّتَيْنِ۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ تو ڈنگ نہیں کھاتا۔ اور ایک مثل مشہور ہے کہ دُودھ کا جَلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے عزیزِ مصر (جو کہ اس وقت حضرت یُوسف علیہ السلام ہی تھے) کے پاس غلّے کی نیت سے پہنچے تو آپ نے جب اُن کو کہا کہ وہ اپنے اس بھائی کو بھی

لائیں جو کنعان میں اپنے باپ کے پاس رہے وہ لینے آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن ہی بیٹوں کے ساتھ بنیامین کو کیوں بھیج دیا جن کے ہاتھوں اتنا بڑا صدمہ ابھی تک برداشت کر رہے تھے۔ اگرچہ اس مرتبہ آپ کے بیٹوں نے قسمیں کھائیں اور حفاظت کے پکے وعدے کیے مگر آپ کا بھیجنا اس بات کی نشانی ہے کہ آپ خداداد علم وفضل سے جانتے تھے کہ اب جُدائی کا وقت نہیں بلکہ قربت کا وقت ہوا چاہتا ہے۔

حضرت بنیامین کو بھائی جب مصر چھوڑ آئے اور واپسی پر کہا اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ کہ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی تو آپ نے فرمایا "صبر ہی اچھا ہے" آپ نے پھر صبر اختیار فرمایا اور واضح طور پر کہہ دیا کہ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ (یوسف ۸۳)

قریب ہے کہ اللہ اُن سب کو مجھ سے لا ملائے گا۔

اندازہ فرمایئے کہ اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بیٹے تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ مصر میں ایک بنیامین ہے اور اس کے ساتھ ایک کَبِيْرُهُمْ۔ اُن کا بڑا بھائی دو فرد ہیں، لیکن یعقوب علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ اللہ اُن سب کو یعنی یُوسف علیہ السلام کو اور دُوسرے دو بیٹوں کو بِهِمْ جَمِيْعًا اُن سب کو لا ملائے گا۔

اِسی لیے تو جب مصر سے حضرت یُوسف علیہ السّلام نے قمیض بھیجی تو آپ فرماتے ہیں: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ..... جب قافلہ مصر سے جُدا ہوا یہاں اُن کے باپ نے کہا کہ بیشک میں یُوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔

اور پھر جب جُدائی ختم ہونے کا وقت قریب پہنچا۔ فرزند دلبند کی قمیض آنکھوں پر رکھی تو بصارت وفرحت لوٹ آئی، ٹھنڈک وسُرور حاصل ہُوا، شب ہجراں کی خلوتیں جلوتوں میں بدل گئیں جُدائیوں کے زخم وصلِ حبیب کے مرہم سے مندمل ہو گئے شب غم

کی بے تابیاں و بے قراریاں خوشیوں اور فرحتوں میں ڈھل گئیں، زمانۂ امتحان کے دلدوز و جگرسوز مرحلے اپنے اختتام کو پہنچے۔ فرقت کی جاں گسل گھڑیاں ملاقاتِ حبیب پر مبارکباد دے کر رخصت ہوگئیں تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا:

اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

کیا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

(۴) حضرت یعقوب علیہ السلام کو تو بعض لوگ اس واقعہ میں بے خبر و بے علم ثابت کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ علم ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے رابطہ کرتے، خط لکھتے، خیر و عافیت کی خبر بتلاتے۔

اُن حضرات سے التماس ہے کہ فرمایئے حضرت یوسف علیہ السّلام آزمائشوں سے گزر کر جب حضرت زلیخا کے محل میں رہتے تھے اُس وقت تو بے بس یا بے اختیار قیدی نہ تھے بلکہ شہزادگی و آسودگی سے رہتے تھے تو آپ نے اپنے ابا جان کو پیغام کیوں نہ بھیجا؟ رابطہ کیوں نہ رکھا؟ خط کیوں نہ لکھا؟ کیا حضرت یوسف علیہ السّلام کو اپنے والد بزرگوار سے محبت نہ تھی؟ اور اس طرح جب جیلیں کاٹنے کے بعد آپ پورے مصر کے والی و حاکم تھے سب اختیارات آپ کے پاس تھے اُس وقت ہی اپنے مغموم و غمخوار والدِ گرامی کو اطلاع کر دیتے کہ ابا جان غم نہ کھایئے حوصلہ رکھیے میں صحیح و سلامت ہوں۔

معلوم ہوا کہ آپ کا اپنے والدِ گرامی سے ظاہری رابطہ نہ رکھنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ جانتے تھے کہ خبر اُسے دی جاتی ہے جو بے خبر ہو تو جو ان سب حکومتوں اور عہدوں کے ملنے کی پہلے ہی پیش گوئی فرما چکے ہوں، وہ بے خبر نہیں، باخبر ہیں البتہ یہ مشیئتِ الٰہی کا معاملہ تھا جس کی لذت سے وہی بہرہ ور ہوتے ہیں، جو مقامِ خاص رکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کا عظیم علمی مقام

(۱) کبھی تو آپ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ کے اعلان سے خداداد کمالات کا اظہار کرتے ہیں
(۲) اور کبھی اپنے والدگرامی کی طرف اپنی قمیض بھیج کر یُوں غیبی حال فرماتے ہیں:

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ......

یہ میری قمیض لے جاؤ والدِ گرامی کی آنکھوں پر ڈالنا، بصارت لوٹ آئے گی۔

اس میں غیب کی خبر بھی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ بزرگوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے وسیلے سے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اگر بزرگوں کی نسبتوں کو ماننا اور ان سے حاصل ہونے والے فیض پر اعتقاد رکھنا شرک ہوتا تو کبھی بھی یُوسف علیہ السلام یہ کام نہ کرتے اور اپنے مستعمل کپڑے کے ذریعے مشکل کشائی نہ کرتے۔

(۳) جیل کے اندر وہ دو آدمی جنھیں آپ نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کُفر و شرک چھوڑ کر توحید حق قبول کرنے کی دعوت دی آپ نے اُن کو فرمایا:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ ......

اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا اور دُوسرا سُولی دیا جائے گا۔

دیکھئے! آپ نے کس طرح موت وحیات کا حال بیان فرما دیا، نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۝ (یوسف ۴۱)

فیصلہ ہو چکا ہے اس بات کا جو تم مجھ سے پوچھتے تھے۔

(۴) اور جب بادشاہِ وقت خواب دیکھتا ہے تو تمام نجومی و درباری کاہن اُس کی تعبیر بتانے سے عاجز آجاتے ہیں پھر حضرت یُوسف علیہ السلام کو جیل سے لایا جاتا ہے تو آپ آنے والے پندرہ سالوں کے حالات و معاملات یوُں بیان فرماتے ہیں :

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ج فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ (یوسف ۴۷)

فرمایا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو اُسے اُس کی بالیوں میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو۔

ثُمَّ يَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ (یوسف ۴۸)

پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے (یعنی سات سال قحط سالی ہوگی) کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو۔

ثُمَّ يَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○ (یوسف ۴۹)

پھر (ان چودہ سالوں کے) بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور لوگ اُس (برس) میں رس نچوڑیں گے۔

قارئین محترم! غور فرمایئے جس قرآنِ کریم میں آیا ہے مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کہ کل کیا ہوگا۔ اس بات کا اللہ کو علم ہے۔

جن پانچ چیزوں کو قرآن و حدیث میں غیب کی کُنجیاں قرار دیا گیا ہے۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ کل کا عِلم اللہ کو ہے اگر اِس کل کے عِلم کا وہ ہی مطلب ہے جو آج کتاب و سُنّت کے دعویداروں نے وضع کیا ہے تو انصاف سے بتائیں جن آیتوں میں اللہ کے بندے کل کی خبر دے رہے ہیں موت و حیات کے

فیصلوں سے آگاہ فرما رہے ہیں، پندرہ سالوں کی خبریں دے رہے ہیں کیا اس اندازِ فکر سے قرآن کی آیتیں ایک دوسری کو جھٹلاتی نہیں؟

قرآنِ کریم وہ سچی کتاب ہے جس کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ، لانے والا جبریل امین اور جن کے قلبِ اطہر پر نازل ہوئی وہ معلّمِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو کیا قرآنِ پاک میں مَعاذ اللہ اتنا تضاد تصور کیا جا سکتا ہے؟ یعنی ایک آیت کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور علیم نہیں دُوسری آیت کہے کہ یُوسف علیہ السلام علیم ہیں ایک آیت کہے کہ علم صرف اللہ کے پاس ہے اور دوسری آیت سے یہ ثابت ہو کہ اللہ کے بندوں کے پاس بھی علم ہے ایک آیت کہے کہ کسی کو کوئی خبر نہیں کسی کی موت وحیات کے وقت وجگہ کی جب کہ دُوسری آیت بتائے کہ محبُوبانِ بارگاہ قدس بتلا فرما رہے ہیں کہ ایک آدمی مارا جائے گا اور دُوسرا رہا کر دیا جائے گا اور پھر ہوا بھی اسی طرح ہے۔ ایک آیت کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور دُوسری آیت سے ثابت ہو کہ یوسف علیہ السلام نے آئندہ پندرہ سالوں کی خبریں دیں مِنْ وَعَنْ پندرہ سال قبل ہی بتا دیں —— حضرت خضر علیہ السلام نے آنے والے وقت کی خبریں دیں۔ ایک آیت سے ثابت ہو کہ پوشیدہ امور اور پیٹ کے حالات کوئی نہیں جانتا دوسری آیت سے ثابت ہو کہ اللہ کے بندے زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کی خبریں دے رہے ہیں۔

اور کہیں یُوں اعلان فرمایا جا رہا ہے:

کہ میں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ گھروں میں تم نے چھپا رکھا ہے۔

دعوتِ فکر ہے، ابھی وقت ہے خدا سے ڈرنا کام آ جائے گا۔

قرآن کی آیات کو کھلونا نہ بناؤ انھیں تضاد کی بھینٹ نہ چڑھاؤ، وگرنہ قرآنی تعلیمات کا غیر مسلم تمسخر اڑائیں گے۔ اس سچی کتاب پر انگشت نمائی کریں گے

"بلکہ قرآنی آیات میں یوں تطبیق کرو کہ دُنیا پر یہ حقیقت واضح ہو کہ سارا قرآن سچا اور غیر مُبَدَّل ہے۔ جہاں جہاں آیا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں، وہاں یوں اظہارِ حقیقت کرو کہ اس سے ذاتی، دائمی اور غیر محدود علم مُراد ہے اور جہاں اُس کے پیارے بندوں کے علمی مقامات اور بصیرت وفراست کا بیان ہے وہاں یوں کہو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا عطا کردہ ہے یہ علم!! جو حادث اور محدُود ہے۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ کے مزار پر۔ یہی طرزِ فکر انھوں نے اپنے ترجمۃ القرآن میں پیش کیا ہے۔

اگر یہ طرزِ فکر وعمل اختیار نہ کیا جائے تو معاذاللہ قرآن قرآن کی تکذیب کرتا نظر آتا ہے حالانکہ ایسا ناممکن ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا ہر فرد دائرہ اسلام سے خارج ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں سچی ہیں اور بعض جھوٹی ....

نصیر کھیل نہیں شعورِ ذات وصفات ۵
خُدا شناس کہاں وہ جو خود شناس نہ ہو

حضرت عیسٰے علیہ السلام جب گودِ مادر میں تھے اور حضرت مریم بستی میں آئیں، لوگوں نے کہا اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں ایسی تھی، پھر تُو نے یہ کیا کیا کہ بن نکاح کے بچہ؟

قرآن پاک فرماتا ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝	پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ (یعنی جو ابھی گود میں ہے)
(مریم ۲۹)	

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ہ (مریم ۳۰)

آپ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ، اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے (غیب کی خبریں دینے والا)

اندازہ فرمایئے !! اتنی چھوٹی عُمر میں حضرت عیسٰے علیہ السّلام کا کلام فرمانا اور اپنی والدہ ماجدہ کی پاکدامنی کے ساتھ ساتھ فضل و علم کا اظہار اور اپنی کتاب و نبوّت کا اعلان کرنا۔ یہ غیبی علم نہیں تو اور کیا ہے ؟

حالانکہ اُس وقت آپ کے ہاتھ میں انجیل شریف موجود تو نہیں بعد میں آنے والے حالات کو یوُں بیان فرمانا۔

کیا اس حقیقت کا واضح ثبوت نہیں کہ اللہ کریم جو علیم و خبیر ہے اُس نے علم و حکمت کے خزانوں سے جناب عیسٰے علیہ السّلام کو گودِ مادر میں ہی نواز دیا۔

سُبحان اللہ و بحمدہٖ کیا شان ہے اُس خالقِ کون و مکان کے الطاف و انعامات اور عطا کی اور کتنا بلند مقام ہے اُس کے محبُوب بندوں کا۔

نتیجہ : اللہ کا علم ذاتی، دائمی اور غیر محدُود ہے، مخلُوق کا علم عطائی عارضی اور محدُود ہے۔ جن آیات میں ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا ہمارا اُن پر بھی ایمان کامل ہے کہ ذاتی طور پر مستقلاً اور غیر محدُود علوم صرف اُسی کو زیبا ہیں اُس کے دیئے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اور جہاں اُس کے مقبولوں کے علمِ غیب کے کثیر حوالے قرآن سے ملتے ہیں ہمارا اُن پر بھی ایمان ہے کہ یہ سب اُسی علیم و خبیر کی عطاؤں اور مہربانیوں سے ہے۔

عُلُومِ مُصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور احادیثِ مبارکہ

(١) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا۔ فَوَاللہِ
مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ
وَلَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ
مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔

(بخاری جلد ا ص ٥٩، ١٠٢)

(٢) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ
عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِلْتَقٰی ھُوَ وَالْمُشْرِکُوْنَ
فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی
اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی عَسْکَرِہٖ وَمَالَ
الْاٰخَرُوْنَ اِلٰی عَسْکَرِھِمْ وَفِیْ اَصْحَابِ
رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
رَجُلٌ لَا یَدَعُ لَھُمْ شَاذَّۃً وَّلَا فَاذَّۃً
اِلَّا اتَّبَعَھَا وَیَضْرِبُ بِھَا بِسَیْفِہٖ
فَقَالَ مَا اَجْزَءَ مِنَّا الْیَوْمَ اَحَدٌ
کَمَا اَجْزَاءَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم
میرا قبلہ یہاں سامنے دیکھ رہے (یعنی
کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں صرف سامنے
دیکھتا ہوں) اللہ کی قسم مجھ پر تمہارے
خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں ہیں بیشک
میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں
کے درمیان لڑائی ہوئی پس جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف اور
مشرکین اپنے لشکر کی طرف (خیموں کی طرف)
لوٹے تو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
میں ایک شخص تھا جس نے (اس روز)
تلوار کے خوب جوہر دکھلائے اور خوب
بڑھ چڑھ کر دشمن پر حملے کئے۔

ایک آدمی نے کہا کہ آج ہم میں فلاں آدمی
کی طرح کوئی نہ لڑا تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ
اَهْلِ النَّارِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ
اَنَا صَاحِبُهٗ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا
وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ
مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا
شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ
فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ بِالْاَرْضِ
وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ
تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ
فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ. اَلرَّجُلُ
الَّذِيْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهٗ
مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ
ذَالِكَ فَقُلْتُ ..... اَنَا
لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِیْ
طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا
شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ
فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِی
الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ
ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ

علیہ وسلم نے فرمایا خبردار وہ جہنمی ہے ـــــ
لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا میں اس کے
ساتھ رہوں گا، پس وہ اس کے ساتھ نکلا
جب وہ ٹھہرا وہ بھی ٹھہرا اور جب وہ دوڑا
وہ بھی دوڑا ـــ وہ آدمی کہتا ہے کہ وہ (آدمی
جسے زبانِ رسالت نے جہنمی کہا تھا) شدید
زخمی ہوا موت میں اُس نے جلدی کی۔
تلوار کی ہتھی یعنی قبضے کو زمین پر رکھا اور
تلوار کے پھالے کو اپنے سینے پر۔ اور تلوار
کے اُوپر اپنا سینہ رکھ کر نیچے دبا دیا یوں
اُس نے خودکشی کرلی۔ پس وہ آدمی جو اُس
کو دیکھنے کے لیے ساتھ ساتھ تھا وہ رسُول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہُوا
اور عرض کیا کہ مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ آپ
اللہ کے رسُول ہیں۔ آپ نے فرمایا تُو نے
کیا دیکھا، اُس نے عرض کیا کہ وہ آدمی جس
کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ جہنمی
ہے۔ لوگوں نے حیرت کی۔ مَیں نے انھیں
کہا کہ مَیں تمھاری طرف سے اسکے ساتھ ساتھ
رہتا ہُوں وہ زخمی ہو گیا اور اپنی تلوار کا قبضہ
زمین پر رکھ کر پھالا سینے پر رکھ کر اس نے خودکشی

نَفْسَهٗ ۔ (بخاری جلد۱ صـــ۲۰٦)

کرلی ۔

(۳) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ۔

(بخاری جلد۱ صـــ۴۵۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک دن کھڑے ہوئے اور ہمیں بتادیا مخلوق کی پیدائش سے لے کر یہاں تک کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک۔ جس نے اُسے یاد رکھا یاد رکھا ـــــ اور جس نے بھلا دیا بھلا دیا۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ ۔ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ عَنِ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ۔ (بخاری جلد۱ صـــ۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان کے عذاب کا سبب گناہ کبیرہ نہیں ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کے باعث مبتلائے عذاب ہے جب کہ دوسرا چغل خوری کی وجہ سے ۔

(۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تھیلے (علم کے سیکھے) یعنی دو طرح کا علم سیکھا۔ ایک قسم کا علم تو لوگوں کو بتا دیا اور

الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔ (بخاری جلد ۱ صـ۲۳)

دوسرا بتا دوں تو لوگ میرا نرخرہ کاٹ ڈالیں (جہاں سے کھانا نیچے اترتا ہے اُسے نرخرہ کہتے ہیں۔)

حق پسند و حقیقت شناس لوگوں سے عرض ہے کہ آپ تدبّر فرمائیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دُوسری قسم کا علم جو مَیں نے اپنے آقا سے حاصل کیا ہے اگر لوگوں کو بتا دُوں تو وہ مجھے قتل کر دیں۔ وہ علم کیا تھا، کیسا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علم سکھاتے ہیں یا جو علم رکھتے ہیں، اتنا بُرا اور خطرناک ہے (معاذ اللہ) کہ وہ بیان کرنے سے قتل کا خدشہ ایک صحابی سچے اور پکے مُسلمانوں سے محسُوس کرتا ہے۔

بخاری شریف کے حاشیہ پر موجود ہے کہ ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَاْسِ السِّتِّیْنِ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ یُشِیْرُ اِلٰی خَلَافَةِ یَزِیْد۔ (حاشیہ بخاری جلد ۱ صـ۲۳)

کہ مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ سے اور نوجوان لڑکوں کی حکمرانی سے۔

اس سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ یزید کی طرف ہے۔ (جس نے آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم و ستم ڈھائے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا۔

هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰی اَیْدِیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ

میری اُمّت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہو گی (تو یہ سُنکر) مرْوان نے کہا اُن لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا دُوں کہ وہ فلاں ابن فلاں

فعلتُ - (بخاری جلد۲ ص۱۰۴۶)

اور فلاں ابن فلاں ہے۔

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِي مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ۔

(مسلم جلد۲ ص۳۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا کسی بھی چیز کو نہ چھوڑا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے فرماتے ہیں:

(۸) وَاللهِ مَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ۔ (مشکوٰۃ ص۴۶۳)

خدائے تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے دوست بھول گئے ہیں یا بھول جانا ظاہر کرتے ہیں (آج سے) دُنیا کے ختم ہونے تک جتنے فتنہ انگیز پیدا ہوں گے جن کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہوگی حضورؐ نے ہمیں اُن کا نام، اُن کے باپ کا نام اور اُن کے خاندان کا نام (سب کچھ) بتا دیا۔

(۹) عَنْ اَبِیْ زَيْدٍ يَعْنِیْ عَمْرَو بْنَ اَخْطَبَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا پھر منبر سے تشریف لاکر

حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

نماز پڑھائی اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا پھر منبر سے اُتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ سُورج ڈوب گیا۔ پس (اُس خطبۂ طویلہ میں) آپ نے ہمیں بتا دیا جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونے والا تھا۔ پس ہم میں زیادہ علم والا وہ ہی ہے جس کو (اُس دن کے خطبے) کی زیادہ باتیں یاد ہیں۔

قارئین محترم! یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جن پانچ چیزوں کو غیب کی کُنجیاں قرآن و حدیث میں قرار دیا گیا ہے اور جن کے بارے میں واضح ارشاد ہے کہ اُن کا علم اللہ کو ہی ہے۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ کہ آنے والے وقت میں کیا ہوگا۔ کسی کو اللہ کے علاوہ علم نہیں۔

مذکورہ احادیث کو بھی اور آنے والی احادیث کو بھی پڑھیئے تو آپ پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہو۔ وہ ایک کل تو کیا کئی زمانوں کی خبریں دیتے ہیں اور اُن کا علم رکھتے ہیں۔

(۱۰) قَالَ اَنَسٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ وَهٰذَا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں (غزوۂ بدر شروع ہونے سے ایک دن پہلے) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جگہ کل فلاں کافر کا مقتل ہوگی اور وہاں

مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا جَاوَزَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(ابوداؤد جلد ۲ صٓ)

آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور اس جگہ کل فلاں کافر قتل ہوگا آپ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر بتایا اور اس جگہ کل فلاں کافر قتل ہوگا اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا۔ راوی کہتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جہاں حضورِ اکرم نے نشان لگا کر بتایا تھا وہاں سے کوئی ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہُوا۔ (وہیں مرا جہاں آقا نے بتایا تھا)

اس کے علاوہ یہی روایت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اور ابوداؤد کے علاوہ مسلم جلد ۲ صـ ۱۰۲، نسائی جلد اوّل صـ ۲۹۳ پر بھی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا مطلب ہے کہ کسی کو اپنے آپ پتہ نہیں، جس کا قدرت نے سینہ کھول کر اور قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کہلوا کر علوم کے خزانے عطا فرمائے ہوں جس کے بارے میں قرآنی اعلان ہو اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اے حبیب مکرم کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا تو کیا وہ تو قیامت تک کی خبریں بھی بیان کریں تو ہمارا کامل ایمان ہے کہ یہ سب غیبی خبریں حق اور سچ ہیں۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں جمع ہونے والے مالِ زکوٰۃ پر نگران مقرر کیا، پس ایک

يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِىْ فَاِنِّىْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَىَّ عِيَالٌ وَّلِىْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَّعِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَآءَ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنے والا آیا اور اُس نے اناج سمیٹنا شروع کیا۔ مَیں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ اللہ کی قسم تجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں گا، اُس نے کہا مجھے چھوڑ دو، بیشک مَیں محتاج ہُوں عیال دار ہُوں اور مجھے سخت حاجت ہے (آپ کہتے ہیں) مَیں نے اُسے چھوڑ دیا پس صبح کو مَیں حاضر ہُوا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابُو ہریرہ رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا، مَیں نے کہا اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے سخت حاجت کا ذکر کیا اور صاحب عیال ہونے کا، پس مجھے اُس پر رحم آگیا مَیں نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بیشک اُس نے تجھ سے جھُوٹ بولا ہے، اور وہ پھر آئے گا، فرمانِ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا، پس وہ آیا اور اناج سمیٹنے لگا، مَیں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ ضرُور تجھے لے کر جاؤں گا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ
عِیَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ
فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ
فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ
مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ قُلْتُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰی حَاجَةً
شَدِیْدًا وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ
فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ
قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ
وَسَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ
الثَّالِثَةَ فَجَاءَ فَجَعَلَ
یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ
فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ
لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ
اَنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ
تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ
یَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ
مَا هِیَ قَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی

اُس نے کہا مجھے چھوڑ دو مَیں محتاج و
عیالدار ہُوں اب کبھی نہیں آؤں گا۔ پس
مجھے اس پر رحم آگیا مَیں نے اس کا راستہ
چھوڑ دیا پس صبح کو مَیں حاضر ہُوا تو رسُول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے
ابُوہریرہ رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا
مَیں نے عرض کیا حضور اُس نے پھر اپنی
سخت حاجت اور بال بچے دار ہونے کا
رونا رویا، پس مجھے اُس پر رحم آگیا تو مَیں
نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بیشک اُس نے
تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئیگا
پس مَیں نے اُس کا تیسری بار انتظار کیا
وہ آیا اور غلّہ سمیٹنے لگا، مَیں نے اُسے پکڑ
لیا اور کہا کہ ضرور تجھے لے جاؤں گا رسُولِ
مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور یہ تین
دفعہ کا آخری موقعہ ہے۔ تو کہتا ہے کہ پھر
نہیں آئے گا، پھر آجاتا ہے۔ اُس نے
کہا مجھے چھوڑ دو۔ مَیں تجھے ایسے کلمات
سکھاتا ہُوں جن کی وجہ سے اللہ تجھے
نفع دے گا۔ مَیں نے کہا وہ کیا ہیں۔ اُس

فَرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ
اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ
يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا
يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ
فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ ۔ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ
لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُنِيْ
كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا
فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ مَا
هِيَ قَالَ قَالَ لِيْ اِذَا اَوَيْتَ
اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ
الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى
تَخْتِمَ الْاٰيَةَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَقَالَ لِيْ لَنْ
يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ
وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ
وَكَانُوْا اَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ
قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ

نے کہا جب شب کو بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی
شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو۔ پس اُسکی
وجہ سے اللہ کی طرف سے صبح تک تیرے ساتھ
ایک نگران مقرر ہو جائے گا اور شیطان تیرے
قریب نہ آسکے گا۔ پس میں نے اس کا راستہ
چھوڑ دیا۔ صبح کو میں حاضر ہُوا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے ابُوہریرہ
رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا، میں نے کہا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے کہا کہ
وہ مجھے ایسے کلمات سکھا دیتا ہے کہ جن کی
بدولت اللہ مجھے نفع دے گا، آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں ابُوہریرہ
نے کہا کہ اُس نے مجھے کہا کہ جب تم
بستر پر آؤ تو شروع سے آخر تک آیۃ الکرسی
پڑھ لیا کرو۔ اور اُس نے مجھے کہا کہ اللہ کی
طرف سے ایک نگران تیرے ساتھ رہے گا
اور صبح تک تیرے نزدیک شیطان نہ آسکے گا اور
صحابہ کرام نیکی پر بڑے حریص تھے پس فرمایا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، خبردار بیشک
اُس نے تیرے ساتھ سچ بولا حالانکہ وہ
جھوٹا ہے۔ اے ابُوہریرہ جانتے ہو تین

مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ۔ (بخاری جلد ۱ صـ۳۱۰)

(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا۔ (بخاری جلد ۱ صـ۱۹۱)

راتوں سے کس سے ہمکلام ہوتے رہے ہو، عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا، وہ شیطان تھا (سبحان اللہ کیا کہنے نظر نبوت کے)

ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ بعض ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا (آپ کی وفات شریف کے بعد آپ کی بیویوں میں سے سب سے پہلے آپ سے کون لاحق ہوگی یعنی وفات کس کی پہلے ہوگی تو آپ نے فرمایا تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔

قارئین محترم اندازہ فرمائیں یہ سوال کتنا اہم ہے۔ موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اُمہات المومنین کی گرد راہ پر ہماری آن و جان قربان کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھ کر ساری اُمت کی راہنمائی فرما دی کہ حضور ہم میں سے پہلے کون فوت ہوگی اظہر من الشمس ہوا کہ اُمت کی مائیں توحید کے سب سے بڑے علمبردار کی ازواج طیبات بھی یہی عقیدہ رکھتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کون کب فوت ہوگا۔
وہ کتنا بدنصیب ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب ماننا شرک ہے۔

ے بن عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار اُن کو جاتی ہے عقل ساری
گستاخ پیغمبر کو کب دین سمجھ آئے
شیوہ ہو سدا جس کا عیاری و مکاری

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں بیمار ہوئے تو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ لَّا یَرُدَّنِیْ عَلٰی عَقِبِیْ۔ اے اللہ کے محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں مجھے مکہ مکرمہ میں جہاں سے ہجرت کی ہے یہاں موت نہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ سعد بن ابی وقاص سے ہونے والی فتوحات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْفَعُکَ وَ یَنْفَعُ بِکَ نَاسًا۔ (بخاری جلد ۱ صـ۳۸۳) کہ اللہ تجھے رفعت و صحت دے گا اور تیرے وسیلے سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔

فتح الباری جلد ۵ صـ۲۷۰ پر اس کے تحت یہ الفاظ موجود ہیں:

یَعْنِیْ یُقِیْمُکَ مِنْ مَرَضِکَ۔ کہ اس بیماری سے اللہ تجھے شفا دے گا۔ (یعنی ابھی تمہاری وفات کا وقت نہیں)

(۱۴) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعٰی زَیْدًا وَّجَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّأْتِیَہُمْ خَبَرُہُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَ عَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو ان کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا ہے پس وہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور (اب) جعفر نے جھنڈا سنبھالا ہے (تو) وہ (بھی) شہید کر دیئے گئے۔ اور پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا وہ بھی شہید کر دیئے گئے (نظر نبوت سے ...

سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

(بخاری جلد ۲ صـ۶۱۱)

(مشکوٰۃ صـ۵۳۳)

آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے) آپکی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں آپ نے (فرمایا) کہ (اب) جھنڈا اللہ کی تلوار یعنی خالد بن ولید نے پکڑا ہے اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔

قارئین کرام آپ غور فرمائیں کہ سچے دین کی خاطر آپ کے بھیجے ہوئے مجاہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان موتہ کی سرزمین پر لڑ رہے ہیں اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح آنکھوں دیکھا حال براہِ راست بیان فرما رہے ہیں۔

وہ لوگ جن کے رُو برُو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عظیم الشان شہادت وشجاعت کی غیبی خبریں دے رہے ہیں، یا جن کے حالات کو آپ سینکڑوں میلوں سے ملاحظہ فرما کر براہِ راست بیان فرما رہے ہیں کیا وہ لوگ اِس طرزِ فکر کی تائید کریں گے کہ "رسُول کو کیا خبر؟

(تقویۃ الایمان صـ۸۹)

کیا خُوب کسی صاحبِ دَرد نے کہا ہے:

بندہ مِٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مُولیٰ کیا ہے
اُمتی ہو کے نبی کا جو علم مانے نہ
ایسے بدبخت کا ایمان سے رشتہ کیا ہے

(۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِهٖ كِتَابَانِ فَقَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ فَقُلْنَا لَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کیا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّآ اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَآءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَآءُ اٰبَآءِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَآءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَآءُ اٰبَاءِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِّنْهُمْ اَبَدًا۔

(ترمذی ص۳۶ جلد۲)

نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اسمیں تمام جنتیوں کے نام اور اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر ان کے آخر میں میزان لگائی گئی ہے (ایسی میزان) کہ ہمیشہ کے لیے نہ اس میں زیادتی ہوگی، نہ کمی، پھر فرمایا اور یہ کتاب جو میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

اس میں تمام دوزخیوں کے نام، اُن کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں، آخر میں میزان لگائی گئی ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے نہ اسمیں زیادتی ہو گی نہ کمی۔

اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے انجام کو جانتے ہیں۔ کیونکہ سب جنتیوں اور جہنمیوں کی فہرست آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس حدیث سے اِس آیت کی وضاحت بھی ہو گئی۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ط (الاحقاف ۹)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا۔ اولاً: معتبر مفسرین اس آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور ثانیاً: مذکورہ آیت میں مَا اَدْرِیْ ہے مَا اَعْلَمُ نہیں۔

...ں درایت کی نفی ہے۔

...درایت کہتے ہیں۔ اِدْرَاکُ الْعَقْلِ بِالْقِیَاسِ۔

عقلی اٹکل پچو۔

...ور یہ بات ظاہر ہے کہ نبوت کا علم عقلی قیاسات پر مشتمل نہیں ہوتا کیونکہ ...کل پچو اور قیاسی تیرے اکثر غلط بھی ہو جاتے ہیں جب کہ علم نبوت حق و صداقت پر مبنی ہے۔

جو شخص اس آیت کو پڑھ کر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ اپنے انجام کو جانتے ہیں اور نہ کسی اُمتی کے انجام کو تو اُس بے خبر کو اپنی بدنصیبی پر ماتم کرنا چاہیے۔

حقیقت میں اُس نے قرآن کو سمجھا نہ حدیث کو۔

کیونکہ قرآن عظیم تو برملا فرما رہا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور بیشک پچھلی (آخرت) تمھارے لیے پہلی (دُنیا) سے بہتر ہے۔

اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

۶۱۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ

فَجَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَ بَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا
اَبُوْبَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ
ثُمَّ جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ
فَاِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ
بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ
اللّٰهَ۔ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ
فَقَالَ لِيْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى
تُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ
فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ

کے ایک باغ میں تھا پس ایک آدمی
آیا پس اُس نے دروازہ کھولنے کے لیے
کہا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت
کی بشارت دے دو۔ مَیں نے دروازہ
کھولا تو ابوبکر صدیق تھے پس مَیں نے انھیں
جنّت کی بشارت دی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق۔ پس
اُنھوں نے اللہ کی حمد بیان کی۔ پھر ایک
آدمی آیا اور اُس نے دروازہ کھلوانا چاہا،
پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دروازہ کھول دو اور انھیں جنت کی بشارت
دو پس مَیں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت
عمر تھے پس مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی بشارت
دی۔ پس انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی۔
پھر ایک آدمی نے دروازہ کھولنے کے
لیے کہا آپ نے مجھ سے فرمایا۔ دروازہ
کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت
دے دو۔ اس آزمائش پر جو انھیں پہنچے
گی دیکھا تو حضرت عثمان تھے۔ پس جو

اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

(بخاری جلد ا صـ۵۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں نے انھیں بتا دیا۔ انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے (آنے والی آزمائش میں ثابت قدم رکھنے کیلئے)

حضرات محتشم!! مقربانِ بارگاہ کے علمی مقامات وکمالات کا انکار کرنے والوں کی یہ باتیں کہ ہمارے بھی دو ہاتھ، اُن کے بھی دو ہاتھ، ہمارے بھی دو کان اُن کے بھی دو کان، ہماری بھی دو آنکھیں اُن کی بھی دو آنکھیں ہم مانتے ہیں کہ ایسا ہی ہے مگر خدا کے نام پر دعوتِ فکر ہے کہ کیا ہماری سماعت وبصارت اُن جیسی ہو سکتی ہے جن کا قُدرت نے شرحِ صدر فرما کر علوم وحِکم کا گنجینہ بنا دیا ہو۔

ملاحظہ ہوں احادیثِ مبارکہ:

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اُس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی

اَلَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳)

سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سُنتا ہے اور اُسکی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے میں اُسے ضرور عطا کرتا ہوں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یوں وضاحت فرمائی۔

وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ لَہٗ سَمْعًا سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ

وَاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ لَہٗ بَصَرًا رَأَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ

اور جب اللہ کا نورِ جلال بندے کے کان بنتا ہے تو وہ قریب اور بعید سے سنتا ہے اور جب وہ ہی نور جلال اس کی آنکھیں بنتا ہے تو وہ قریب اور بعید دیکھتا ہے

(۱۸) اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ رَاَیْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا کُلَّ شَیْءٍ وُعِدْتُّہٗ حَتّٰی لَقَدْ رَاَیْتُہٗ اُرِیْدُ اَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّۃِ حِیْنَ رَاَیْتُمُوْنِیْ جَعَلْتُ اَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَاَیْتُ جَھَنَّمَ یَحْطِمُ بَعْضُھَا بَعْضًا حِیْنَ رَاَیْتُمُوْنِیْ تَاَخَّرْتُ وَرَاَیْتُ فِیْھَا عَمْرَو بْنَ لُحَیٍّ۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

البتہ میں نے اس جگہ پر (رہتے ہوئے) وہ تمام چیزیں دیکھیں جن کا مجھ سے وعدہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ میں جنت سے خوشہ توڑنے کا ارادہ کر رہا تھا، جب تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا۔ اور میں نے دوزخ دیکھی کہ اس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کو کھا رہے ہیں۔ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا اور میں نے دوزخ میں عمرو بن لُحی کو دیکھا۔

محبتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اَنمول سعادت رکھنے والے خوش نصیبو آپ غور فرمائیں کہ ہمارے آقا علیہ تحیۃ والثنا زمین پر رہتے ہُوئے جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(۱۹) اِسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح طور پر فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ صنہ ۴۵۷)

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مَیں دیکھتا ہُوں جو تم نہیں دیکھتے اور مَیں سُنتا ہُوں جو کچھ تم نہیں سُنتے۔

(۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ وَ یَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔

(مشکوٰۃ صنہ ۴۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسٰی علیہ السلام (آسمان سے) زمین پر اُتریں گے۔ پس اُن کا نکاح ہوگا اُن کی اولاد ہوگی اور پینتالیس ۴۵ سال وجہِ ارض پر قیام فرما کر انتقال فرمائیں گے پھر میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے، پس ابُوبکر و عُمر کے درمیان مَیں اور عیسٰی اکٹھے ایک قبر سے اٹھیں گے۔

قارئینِ کرام غور فرمائیں کس طرح شرح و بسط سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمورِ غیبیہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

اگر اب بھی کوئی ماننے کی بجائے اپنی بدنصیبی کو اس اعتراض کی صُورت میں

ظاہر کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر غیب رکھتے ہیں تو اس کا جواب کیا ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ انھیں اصیحابی کہہ کر بلائیں گے اُس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ (جیسا کہ مسلم جلد ۲ صہ ۲۴۹ پر ہے)

اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ آپ نہیں جانتے۔

علمِ نبوت سے دشمنی رکھنے والے آنکھیں بند کر کے اعتراض کر دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو مُرتدوں کو اپنا صحابی کیوں کہتے۔

جواباً عرض ہے کہ قرآن پاک میں ہے کہ جہنمی کو حکم ہوگا:

ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (الدخان ۴۹)

چکھ بے شک تو بڑی عزت والا کرم والا ہے۔

قارئین کرام! کیا کافر جہنمی جس کو جہنم میں دھکیلا جا رہا ہے۔ وہ عزت والا ہے۔ کیا وہ کرم والا ہے؟۔

اگر وہ عزت والا اور کرم والا نہیں اور یقیناً نہیں تو قرآن میں ایسے بدبخت و دوزخی کو عزت و کرم والا کیوں کہا ہے؟

قارئین کرام!! وہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مُرتدوں و کافروں کے بارے اصیحابی کا جملہ استعمال فرمائیں گے۔

اس حدیث سے جو علم نبوت کی نفی کرتا ہو۔ اُسے اپنی علمی حیثیت پر رونا چاہیئے کہ اس حدیث میں نفی علم کہاں۔ اس سے تو ہزاروں سال بعد ہونیوالے واقعات و حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی بیان فرما رہے ہیں گہری نظر سے مطالعہ فرمائیے اللہ کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس حدیث سے تو علومِ نبوت کے جلوے نظر آرہے ہیں ___ مگر کس کو؟

ے نظر محرُوم ہو جائے جب ذوقِ تماشہ سے
اندھیرا تو اندھیرا روشنی بھی بار ہو جائے

مذکورہ حدیث کے متعلق یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو اصیحابی کہہ کر پکاریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو آپ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلِلطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُدْعُ اللهَ أَنْ لَا يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ لَسْتَ مِنْهُمْ (وَسَنَدُهٗ حَسَنٌ) (فتح الباری جلد ۱۱ ص ۳۴۵)

امام طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اسی طرح کی بیان فرمائی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ (حضرت ابُو درداء کہتے ہیں) مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن لوگوں سے نہ کرے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابُو درداء تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو۔

(۲۱) فَيُبْعَثُوْنَ عَشْرُ فَوَارِسَ — پس دس گھوڑا سوار نکلیں گے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَاءِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ خَيْرُ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ۔
(مُسلم شریف جلد ۲ ص ۳۹۲)

(قربِ قیامت کا ذکر کرتے ہُوئے) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مَیں جانتا ہوں اُن سواروں کے نام اُن کے آباء کے نام اور اُن کے گھوڑوں کے رنگوں (تک) کو جانتا ہُوں زمین کی پشت پر اُس دن وہ بہترین گھوڑ سوار ہوں گے۔

(۲۲) عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ یَرْجُوْنَ اَنْ یُعْطَاھَا فَقَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَبَرَءَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ فَاَعْطَاہُ الرَّایَۃَ۔

(مشکوٰۃ صـــ۵۶۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں ضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ کریم فتح کرے گا اور وہ شخص اللہ و رسول جَلَّ جَلَالُہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول جَلَّ جَلَالُہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ صبح کو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہر کوئی یہ آس لیے آیا کہ جھنڈا مجھے ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہے (خدام) بولے اے اللہ کے رسول حضرت علی کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا پس جب حضرت علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے تو آپ نے لعاب دہن حضرت علی کی آنکھوں میں لگایا تو انھیں آرام آگیا گویا کہ کوئی (کسی قسم کی) تکلیف تھی ہی نہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔

(٢٣) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِیْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُیُوْتَ الْمَدِیْنَةِ قَالَ كَیْفَ بِكَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِیْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى یَجْهَدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ یَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَیْفَ بِكَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِیْنَةِ مَوْتٌ یَبْلُغُ الْبَیْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اَنَّهٗ یُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصْبِرُ یَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَیْفَ بِكَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِیْنَةِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّیْتِ قَالَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن ردیف تھا ایک گدھے پر تو جب ہم مدینہ کے گھروں سے نکل گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر اس دن تمہارا کیا حال ہو گا، جب مدینہ میں عام بھوک ہو گی تم اپنے بستر سے اُٹھو گے تو اپنی مسجد میں نہ پہنچو گے کہ تم کو بھوک مشقت میں ڈال دے گی۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں فرمایا پرہیزگار رہنا اے ابوذر۔ فرمایا اے ابوذر اسوقت تمہارا کیا حال ہو گا جب مدینہ میں عام موت پھیل جائے گی کہ گھر غلام کی قیمت کو پہنچ جاوے گا حتیٰ کہ ایک قبر ایک غلام کے عوض بکے گی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جانیں فرمایا صبر کرنا اے ابوذر۔ فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کہ مدینہ میں قتل عام ہو گا حتیٰ کہ خون ریت کے پتھروں کو ڈبو دے گا۔

قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

(مشکوٰۃ ص۴٦۳)

(۴۴) عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَآءَ وَادِیَ الْقُرٰی اِذَا امْرَاَۃٌ فِیْ حَدِیْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اُخْرُصُوْا فَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا اَحْصِیْ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا اَتَیْنَا تَبُوْكَ قَالَ اَمَا اِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّیْلَةَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ وَلَا یَقُوْمَنَّ اَحَدٌ وَمَنْ کَانَ مَعَهٗ بَعِیْرٌ فَلْیَعْقِلْهُ فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَاَلْقَتْهُ بِجَبَلَیْ طَیِّءٍ وَ

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم زیادہ علم والے ہیں۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب آپ وادی القرٰی میں پہنچے تو ایک عورت اپنے باغ میں نظر آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا، اندازہ لگاؤ کہ اس باغ سے کتنی کھجوریں حاصل ہونگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دس وسق کھجوروں کا اندازہ فرمایا۔ پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا اس باغ سے جتنی کھجوریں حاصل ہوں یاد رکھنا جب ہم لوگ تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا آج رات زور سے آندھی چلے گی۔ کوئی شخص کھڑا نہ رہے جسکے پاس اونٹ ہو اُسے باندھ دے پس ہم نے باندھ دیئے رات کو زبردست آندھی آئی۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا آندھی نے اُسے اُڑا کر جبل طی میں پھینک دیا۔ اور ایلہ کے حکمران نے ایک سفید خچر

اَهْدٰی مَلِكُ اَیْلَةَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَیْضَاءَ وَکَسَاهُ بُرْدًا وَکَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ فَلَمَّا اَتٰی وَادِیَ الْقُرٰی قَالَ لِلْمَرْاَۃِ کَمْ جَاءَتْ حَدِیْقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ۔ خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری شریف جلد ا صـ۲۰۰)

اور ایک چادر تحفے کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی اور اپنے سمندری (ساحلی و ملکی حالات جزیہ وغیرہ کے متعلق) لکھ بھیجے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی میں وادی القریٰ پہنچے تو اس عورت کو فرمایا تیرے باغ سے کتنی کھجوریں اُتری ہیں۔ اُس نے کہا۔ دس وسق، وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ مبارکہ تھا۔

(۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا پس اُس کے ریوڑ سے ایک بکری کو اُس نے پکڑ لیا۔ چرواہے نے اُس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ بکری اُس سے چھڑا لی۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنی دُم پر بیٹھ گیا۔ اور بولا کہ میں نے اپنے رزق کا قصد کیا تھا جو مجھ کو خدا تعالیٰ نے دیا میں نے اُس رزق کو حاصل کر لیا تھا پھر تو نے وہ رزق مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم (امر عجیب ہے) کہ میں نے آج کی طرح

فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(مشکوٰۃ ص۵۴۱)

کبھی نہیں دیکھا کہ انسان کی طرح بھیڑیا بولتا ہو۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب معاملہ ہے اُس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو دو سنگستانوں کے درمیانی نخلستان میں تشریف فرما ہو کر تمھیں خبریں دیتے ہیں جو کچھ گزر چکا ہے اُسکی بھی اور جو کچھ (آئندہ) تمھارے بعد ہونے والا ہے اُسکی بھی۔ راوی کہتے ہیں وہ چرواہا یہودی تھا بھیڑیئے سے سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ اور واقعہ بیان کیا اور اسلام لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

(۲۶۱) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ایسی اشیاء کے متعلق سوالات کیئے گئے جن کے اظہار کو آپ اچھا نہ سمجھتے تھے جب آپ پر ایسے سوالات کی کثرت کی گئی تو آپ ...ں آگئے اور فرمایا لوگو جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو۔ تو ایک آدمی نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا فِىْ وَجْهِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

کہ یارسُول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا تیرا باپ سالم مولیٰ شیبہ ہے حضرت عمرؓ نے جب آپ کے چہرہُ اقدس کا جلال دیکھا تو بولے اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

(بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۰،۱۹ مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۴)

حضراتِ محترم! یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ جب آپ نے فرمایا سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ کہ مجھ سے جو دل میں آئے دریافت کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عظیم دعویٰ علم میں کسی قسم کے علم کو مُستثنیٰ نہیں فرمایا کہ فلاں عِلم کی بابت سوال نہ کرنا اور فلاں قسم کا سوال کرنا۔

اور نہیہ فرمایا کہ علوم خمسہ کے بارے میں سوال نہ کرنا۔

آپ نے اپنے دعویٰ علم میں کسی قسم کے غیبی علم کا اِستثناء نہیں فرمایا، بلکہ آپ کا یہ دعوٰی ہے ہی علمِ غیب کے بارے میں۔

جبھی تو بھیڑیئے تک بھی جانتے ہیں کہ آپ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کی خبریں دیتے ہیں۔ اور جو شخص علمِ نبوت پر اعتراض و نکتہ چینی کرے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے بڑا خسران کوئی بھی نہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

تفسیر خازن میں یہ حدیث شریف لائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ يَّكْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذَالِكَ الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالُوْا اِسْتِهْزَاءً

زَعَمَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعِنُوْا فِىْ عِلْمِىْ لَا تَسْئَلُوْنِىْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّأْتُكُمْ بِهٖ......

(تفسیر خازن جلد ا صہ ۳۲۸)

"کہ مجھ پر میری اُمت اپنی خاکی صُورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے علم دے دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔ پس جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو اُنھوں نے تمسخر اُڑاتے ہوئے علم نبوّت پر چہ میگوئیاں کیں۔ کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ وہ اپنی ذات پر ایمان لانے والوں کو بھی جانتا ہے اور منکروں کو بھی جانتا ہے اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اُن کو بھی جانتا ہے اور حال یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہیں، ہمیں نہیں جانتا منافقوں کی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا مَا بَالُ اَقْوَامٍ طعنوا فِی عِلْمِیْ ...... کہ کیا حال ہے اُن قوموں کا جنھوں نے میرے علم میں طعن کیا ہے اور پھر آپ نے فرمایا جو تمھارا دِل چاہے مجھ سے سوال کر لو۔ اب سے لے کر قیامت تک کے معاملات (و واقعات) کے بارے جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمھیں بتا دوں گا۔"

اور پھر ایک شخص نے اپنے باپ کے بارے سوال کیا اور آپ نے بتا دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رَضِینَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَ بِكَ نَبِیًّا پڑھ کر معافی مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے منبر شریف سے نیچے تشریف لائے کہ

فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (الخازن جلد ا صـ ۳۲۸)

کیا تم باز نہیں آؤ گے۔ کیا تم باز نہیں آؤ گے۔

تفسیر خازن کی اس روایت کو بار بار پڑھیئے جس سے واضح ہے کہ علومِ نبوۃ پر ہمیشہ منافق ہی معترض رہے ہیں مومن نہیں، منافقوں کا خیال تھا کہ اگر یہ علم غیب جانتے ہوتے تو ہماری منافقت سے بے خبر کیوں رہتے۔

آج بھی کچھ لوگ اُنہی کی طرح دعوٰی ایمان کے باوجود علم نبوت پر حرف گیری کرتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کیا ہے یہ اصلی اُمتی ہونیکا دعوٰی کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

(۱) جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افتراء ہوا تو آپ رنجیدۂ خاطر کیوں ہوئے اور عائشہ کو ان کے میکے کیوں بھیجا۔

(۲) اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمور غیبیہ کا علم رکھتے تو جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا تو وہاں سب کو رکنا پڑا۔ اور ہار کی تلاش میں نماز کا وقت تنگ ہو گیا علم غیب ہوتا تو آپ بتا دیتے کہ فلاں جگہ ہار پڑا ہے اٹھا لو۔

(۳) علم ہوتا تو ستر صحابہ جو کہ قرآن کے قاری بھی تھے آپ اُن کو کیوں بھیجتے کیا آپ کو علم نہیں تھا کہ یہ شہید کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علم ہوتا تو وہ خادمہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب فوت ہو گئی تو آپ نے کیوں فرمایا اَیْنَ الْعَجُوْزُ۔ بڑھیا کہاں ہے جب عرض کیا گیا کہ وہ فوت

ہو گئی ہے تو آپ نے کیوں فرمایا کہ

فَدَلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔ مجھے اس کی قبر بتاؤ۔

قارئین کرام! اس قسم کے اور بھی کئی اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے واقعات کو دلیل بنا کر بغض و عناد کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ انہی چار اعتراضات پر اکتفا کرتے ہوئے اختصاراً تبصرہ کیا جائے گا، البتہ ہم اپنے عقیدۂ علم غیب کی مزید وضاحت کرتے چلیں۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ اللہ عزّ و جلّ جو کہ علیم خبیر ہے اُس نے معلم کتاب و حکمت و محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج جمیع ما کان و ما یکون از ابتدائے آفرینش تا دخولِ جنت و دوزخ، بلکہ بعد کے حالات و واقعات کا بھی علم عطا فرمایا ہے اور قرآنِ کریم کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ پر علوم و عرفان کی تکمیل بھی کامل و مکمل ہوئی۔

لہٰذا اگر کوئی شخص تکمیلِ قرآنِ عظیم سے پہلے والے زمانے میں پیش آنے والا کوئی واقعہ، نفی علمِ غیب کے لیے پیش کرتا ہے تو ہمارے موقف کو وہ قطعاً مُضر نہیں ہے کیونکہ ہمارا یہ دعوٰی ہرگز نہیں ہے کہ اعلانِ نبوت کے آغاز پر ہی دفعتہً آپ کو جمیع جزئیاتِ خمسہ اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم عطا ہو گیا تھا بلکہ ہم تدریج کے قائل ہیں وہ بھی تکمیلِ قرآن کے ساتھ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک کے بارے میں

(۱) پہلی بات تو وہی ہے کہ تکمیلِ قرآن سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ کو علم تدریجاً عطا ہوا ہے اور یہ تدریجی عمل پوری حیاتِ ظاہریہ پر حاوی ہے یعنی عمر شریف کے آخری حصہ تک اِس کی تکمیل ہوئی ہے قرآن عظیم کے واقعات سب سے سب وصال شریف سے کچھ مدت پہلے کے ہیں اور ان واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے وقت جمیع ما کان و ما یکون کے حصول کا ہم دعوٰی نہیں کرتے اور جو

دعویٰ کرتے ہیں اس کی نفی نہیں ہے لیکن بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکمت و مصلحت دینی کی بناء پر اگر کسی حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا یا کسی وقتِ خاص تک خاموشی اختیار فرمائی ہے تو اسے محض بے علمی پر محمول کرتے ہوئے آپ کے خداداد علومِ غیبیہ کا انکار کرنا بدبختی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

نیز سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو عجب شان رکھتا ہے آپ خود فرماتی ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَئُكِ السَّلَامَ۔

(مشکوٰۃ ص۵۷۳)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائش (ازراہِ محبت لفظِ عائشہ میں ترخیم فرمائی) یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيْئُ بِكِ الْمَلَكُ فِيْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِيْ هٰذَا امْرَاَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ اِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ (مشکوٰۃ ص۵۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ (اے عائشہ) تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئیں تھیں تمھیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا کہ یہ تمھاری بیوی ہیں میں نے تمھارے رُخ سے کپڑا ہٹایا تو تم تھیں میں نے کہا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اسے جاری (پورا) فرمادے گا۔

قارئینِ محترم! اگرچہ منافقوں نے سیدہ عائشہ کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ اور بے ہودہ باتیں کیں، مگر وہ سیدہ عائشہ جس کے بارے میں سرکارِ

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما چکے ہوں۔

اے عائشہ یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اور وہ عائشہ جس کو قدرت نور کے پردوں سے ڈھانپ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمائے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس بیوی کا خود انتخاب کیا ہو گیا اُس بیوی کے بارے میں منافقوں کی اڑائی ہوئی نجاستوں اور پھیلائی ہوئی خباثتوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بدخصلت و بدخواہوں کی لگائی ہوئی افترا کی آگ میں اُن کے ہم خیال ہو گئے تھے کہ آپ کو سیدہ عائشہ کی پاک دامنی میں شک ہو گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک الف الف مرۃ۔

حالانکہ آپ نے اس موقع پر مسجد شریف میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِیْ اَذَاہُ فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا۔ (بخاری جلد ا صـ ۳۶۴)

کون مجھ سے عذر کرتا ہے اُس شخص کے بارے میں جس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ میرے اہل کے متعلق ــــ اللہ کی قسم میں نے نہیں جانا اپنے اہل میں مگر نیکی ہی نیکی۔

یُوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر سیدہ عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی بیان کی تو جس بدبخت اُمتی کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسموں پر بھی یقین نہ آئے ہم اُسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا کیسے یقین دلا سکتے ہیں۔ وہ بدنصیبی کے ایسے حصار میں ہے کہ حق سمجھنے کی سعادت سے ہمیشہ محروم ہے۔

نیز جب حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن اُمیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیکاٹ کروایا تھا پورے مدینہ منورہ میں ان سے کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بیویوں کو بھی ان سے

علیحدہ کروادیا۔ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اتنا سخت بائیکاٹ کہ حضرت کعب کہتے ہیں سب لوگوں نے ہم سے ہر قسم کا تعلق قطع کر لیا تو میں ایک دن اپنے بھائی کے باغ میں گیا کہ وہ تو مجھ سے بات کریں گے کچھ بوجھ ہلکا ہوگا مگر انھوں نے بھی بات تک نہ کی۔ اندازہ فرمائیے کہ اتنا سخت بائیکاٹ، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے بارے میں یہ بھی فرمادیا کہ انھوں نے سچ بولا ہے۔ باقی منافقین پیچھے رہ جانے کے بہانے اور معذرتیں کرتے گئے اور اُن کی معذرتیں آپ قبول کرتے گئے۔ مگر یہ تینوں آئے تو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام بائیکاٹ کروادیا۔ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ اب تمہارا فیصلہ اللہ کرے گا۔

بالکل اسی طرح سیدہ عائشہ کا معاملہ ہے کہ ایک تو اتنا عرصہ پریشان و غمگین رہ کر صبر کرنے کی وجہ سے اجرِ عظیم بھی حاصل ہو۔ اور دُوسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم قرآن میں فیصلہ نازل کر دے تاکہ پاک باز عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے مستقلاً قانونِ خداوندی میسر آجائے اور یہ بھی کہ سیدہ عائشہ کا ذکر قرآن میں آجائے تاکہ رہتی دُنیا تک لوگ مصلّوں، محرابوں اور منبروں پر آپ کی عظمت و پاکیزگی کے گُن گاتے رہیں۔

رہا مسئلہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا تو عرض ہے کہ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنے کی اجازت و سہولت قدرت کی طرف سے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بہت بڑا انعام ہے اور اس انعام کا سبب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہی ہار بنا تھا جو کہ ایسی جگہ گم ہوا تھا جس کے بارے بخاری شریف جلد۲ صہ ۶۶۳ پر یہ الفاظ ہیں

وَلَیْسُوْا علیٰ مَآءٍ وَلَیْسَ مَعَھُمْ مَآءٌ۔ کہ وہ پانی کی جگہ بھی اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا۔ ہار گم ہوا لوگ ہار تلاش کر رہے تھے جب کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر آرام فرما تھے۔ صبح کے وقت رسُول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت سے اُٹھے۔ وضو کے لیے کسی کے پاس پانی نہ تھا۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ اٰیَۃَ التَّیَمُّمِ فَتَیَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ
مَا ھِیَ بِاَوَّلِ بَرَکَتِکُمْ یَا اٰلَ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا
الْبَعِیْرَ الَّذِیْ کُنْتُ عَلَیْہِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَہٗ۔

(بخاری جلد ۲ صـ ۶۶۳)

پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی پس لوگوں نے تیمم کیا اس پر حضرت اُسید بن حُضیر نے کہا کہ اے آلِ ابوبکر یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے سیّدہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر مَیں تھی تو اس کے نیچے ہار موجود تھا۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اگر ہار گم نہ ہوتا تو اُس کی تلاش کے لیے قافلہ نہ ٹھہرتا وضو کے لیے پانی کا فقدان نہ ہوتا تو آیتِ تیمم کیسے اُترتی جسے اللہ کریم نے اُتارنا ہی اِسی موقع پر تھا۔

اور عجب شان ہے کہ اُدھر صحابہ اس واقعہ کو آلِ ابوبکر کی برکت قرار دے کر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں ادھر علمبردارانِ توحید اس واقعہ کی آڑ لے کر اُمتی کہلوا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کر رہے ہیں :

حالانکہ یہ نہ سوچا کہ یہ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ زمین کے اُوپر چلتے ہُوئے زمین کے نیچے کے حالات بتا دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ا صـ ۳۵)

"مدینہ منورہ میں رہتے ہُوئے ملک شام میں لڑی جانے والی جنگِ مُوتہ کا آنکھوں دیکھا حال براہِ راست بیان فرمانے والے ہیں"۔

(بخاری جلد ۲ صـ ۶۱۱)

"زمین پر رہتے ہُوئے جنت و دوزخ کو دیکھتے ہیں"۔ (بخاری جلد ا صـ ۱۶، ۱۶۲)

اور واضح اعلان فرماتے ہیں کہ:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ (مشکوٰۃ ص۴۵۷)

کہ بیشک جو مَیں دیکھتا ہُوں تم اُسے نہیں دیکھ سکتے اور جو مَیں سُنتا ہُوں تم نہیں سُنتے۔

کیا اُن کو اُونٹ کے نیچے پڑے ہُوئے ہار کی خبر نہ تھی۔

بات یہ ہے کہ حکمتِ خداوندی یہ تھی کہ آپ کی توجّہ مبارکہ اس طرف سے کچُھ دیر کے لیے ہٹ جائے تاکہ یہی گم ہونے والا ہار تیمم جیسے بہت بڑے انعام کا سبب بن جائے۔

تو جس کو اتنی روشن حکمتیں و برکتیں بھی سمجھ نہ آتی ہوں اور وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم ثابت کرنے پر تُلا ہُوا ہو تو اُسے ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔

ے
دارِ عمل اب ہے پھر دارِ جزا ہوگا
جہاں فیصلہ کرنے کو خود آپ خدا ہوگا
دے چھوڑ ارے ناداں اس فرقہ پرستی کو!
حق بات کا حامی بن تیرا ہی بھلا ہوگا

اور ستّر قاریوں کو بھیجنے کی جو بات ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ خود فرماتا ہے:

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ط (النساء ۷۸)

تم جہاں کہیں ہو موت تمھیں آلے گی۔ اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

اس آیت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔

موت تو آنی ہی ہے اور اگر کسی کو شہادت کی موت آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہے کہ شہادت کے بارے میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا مِنْ کَلْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا جَآءَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ کُلِمَ لَوْنُہٗ لَوْنُ دَمٍ وَرِیْحُہٗ رِیْحُ مِسْکٍ۔

کہ قسم ہے اُس ذاتِ مقدسہ کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ کی جان ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو جو زخم لگتا ہے قیامت کے دن وہ اسی حالت میں آئے گا جو حالت زخم لگنے کے دن تھی اُس کا رنگ تو خون کے رنگ جیسا ہی ہوگا لیکن خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

شہید اور شہادت کے فضائل پر بہت مواد پیش کیا جا سکتا ہے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اور جو یہ عقیدہ آج معترض رکھتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نہ بھیجتے تو وہ بچ جاتے یہ عقیدہ بے ایمانوں کا ہے جیسا کہ منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگر کسی غزوہ میں جاتے تو اگر ان میں سے کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو وہ اُسے بُرائی اور نقصان خیال کرتے۔

ملاحظہ فرمایئے قرآن میں یہ حقیقت یوں بیان ہوتی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا۔ (اٰلِ عمران ۱۵۶)

اے ایمان والو ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنھوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر کو یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

اس آیت سے تو صاف ظاہر ہے کہ ایسے اعتراضات جو آج نام نہاد علمبردارانِ کتاب و سُنت کرتے رہتے ہیں، اُس وقت کفار کیا کرتے تھے اور اپنے دوستوں یعنی منافقین کے جنگ میں جانے پر افسوس کرتے تھے۔

لیکن ایمان والے شہادت کو سعادتِ عظمٰی سمجھتے ہُوئے خندہ پیشانی سے قبول کرتے تے۔

وگرنہ اللہ تعالیٰ کے جو برگزیدہ نبی اُس کی توحید کے احکامات کا پرچار کرنے کی پاداش میں شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اُن کو اللہ نے کیوں نہ بتایا؟ کہ اے ذکریا، اے یحیٰی علیہما السّلام آج فلاں جگہ تم شہید ہو جاؤ گے وہاں مت جاؤ۔

اور مسجد کی خادمہ کا جو واقعہ ہے وہ تو علمِ غیب کا بہت بڑا ثبوت ہے مگر ستیاناس ہو ایسے تعصب اور ایسی ضد کا جو قبولِ حق میں سدِ راہ ہو۔

غور فرمایئے۔ جب مسجد کی خادمہ مائی صاحبہ صحابیہ کا انتقال ہُوا صحابۂ کرام نے اُس کا جنازہ پڑھا اور دفن کر آئے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ان حضرات نے اطلاع نہ دی۔

فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا فَقَالُوْا مَاتَتْ۔

پس آپ نے اُسے نہ پایا تو اُس کے بارے میں سوال کیا صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے اذن کیوں نہیں لیا راوی کہتے ہیں صحابہ نے اِذن اس لیے نہیں لیا (آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام یا مصروفیات کی وجہ سے) اس معاملے کو اتنا اہم نہ سمجھا اور جنازہ پڑھ کر دفنا آئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکی قبر بتاؤ (جب صحابہ قبر بتانے آپ کے ساتھ گئے تو) آپ نے (دوبارہ) اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذِہِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَۃٌ ظُلْمَۃً عَلٰی اَھْلِھَا وَاِنَّ اللّٰہَ یُنَوِّرُھَا لَھُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْھِمْ۔ (مُسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۱۰)

کہ بیشک یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں میری نماز سے اللہ ان کو منوّر کر دیتا ہے۔

اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے زمین کے پوشیدہ اسرار جو جان لیتے ہوں اور جنھیں معلوم ہو کہ پہلے صاحبِ قبر کا کیا حال تھا۔ اب کیسا ہے؟ اُنھیں بے علم کہنا کہاں کا انصاف ہے؟

رہا سوال کرنا، تو سُنیئے ہر سوال، لاعلمی کی وجہ سے ہی تو نہیں ہوتا! کچھ سوال کسی حکمت کے پیش نظر کیئے جاتے ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ جلّ وعلیٰ نے فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى؟ — اے مُوسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

نیز بخاری شریف میں ہے کہ وہ فرشتے جو آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں جب فجر اور عصر کے وقت اللہ کریم کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے۔

كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ ......؟ — میرے بندوں کو کس حال میں تم نے چھوڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام سے فرمانا کہ تم لوگوں نے مجھ سے اجازت کیوں نہ لی؟ سوال کا مقصد یہ مسئلہ سمجھانا تھا کہ میّت کے وارث کی اجازت نمازِ جنازہ میں ضروری ہے اور اُس خادمہ صحابیہ کے وارث آپ ہی تھے۔

کیا شانِ لجپالی ہے اور کیسی عظیم مہربانیاں ہیں
اور اُس نورِ مبین کے جلوؤں کی کیا اثر انگیزیاں ہیں

کہ آپ کے قدم مبارک قبرستان میں پڑتے ہیں قبریں نور سے بھر جاتی ہیں اور

اللہ کی رحمت کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ قبر میں رشکِ جنت بن جاتی ہیں۔

کیا خوب فرمایا امامِ عاشقاں الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

؎ لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ خط ہالۂ ماہ زُلف اَبرِ اَجل

تورے چندن چندر پروہ کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

(۲۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا کَانَ قُرْبَ الْمَدِیْنَۃِ هَاجَتْ رِیْحٌ تَکَادُ اَنْ تُدْفِنَ الرَّاکِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هٰذِہٖ الرِّیْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاِذَا عَظِیْمٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ قَدْ مَاتَ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ صـــ۵۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آ رہے تھے جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو سخت آندھی چلی قریب تھا کہ وہ (اپنے ساتھ اُڑانے والی ریت مٹی میں) مسافر کو دفن کردے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے جب مدینہ منورہ پہنچے تو پتہ چلا کہ) اُس روز ایک بہت بڑا منافق مرا ہے۔

(۲۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَیْشًا وَاَمَّرَ عَلَیْهِمْ رَجُلًا یُدْعٰی سَارِیَۃَ فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یَصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَیْشِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

حضرۃ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت ساریہ کو امیر بنایا ایک دن جب کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے (یکایک) آپ نے زور سے پکارا اے ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو پس ایک قاصد لشکر سے آیا۔ اور بولا اے امیر المؤمنین

لَقِينَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُونَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يُصِيحُ يَا سَارِيَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُهُورَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ۔

(مشکوٰۃ ص۵۴۶)

ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوا۔ دشمن ہمیں شکست دینے ہی والا تھا کہ اچانک ایک پکارنے والے کی آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف (توجہ کرو) پس ہم نے پہاڑ کی طرف اپنی پشتوں کو جما دیا تو اللہ نے ہمارے دشمن کو شکست دے دی۔

(۲۹) عَنْ اُنَيْسَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِيْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى زَيْدٍ يَعُودُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهٖ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِي فَعَمِيْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

(مشکوٰۃ ص۵۴۳)

حضرت انیسہ زید بن ارقم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کی عیادت کے لیے تشریف لائے جب کہ وہ بیمار تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بیماری سے تمھیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم ہماری (وفات شریف) کے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے انھوں نے کہا ثواب حاصل کروں گا اور صبر کروں گا فرمایا پھر تو بغیر حساب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(۳۰) عَنْ اَبِي اَيُّوبَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جب کہ سورج غروب ہونے والا

فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا۔
(مشکوٰۃ ص۵۳۶)

تھا۔ آپ نے ایک آواز سُنی تو فرمایا کہ یہودیوں کو اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

(۳۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَ فِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا. قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانُ۔
(بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا مانگی) پس کہا کہ اے اللہ تو برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں، اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا ہمارے نجد میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر دُعا مانگی)، اے اللہ برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا اور ہمارے نجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا

(۳۲) ایک موقع پر جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔

فَجَآءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ

پس ایک شخص آیا۔ جس کی داڑھی گھنی تھی گال اُبھرے ہُوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ پیشانی اونچی تھی اور سر مُنڈا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے محمد اللہ سے ڈر۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِنْ عَصَیْتُہٗ اَیَاْ مَنُنِیْ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِیْ قَالَ ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَاْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِیْ قَتْلِہٖ یَرَوْنَ اَنَّہٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ ھٰذَا قَوْمٌ یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدَعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ۔ (مسلم جلد ا صا۳۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو پھر اُس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے۔ اور تم مجھے امین نہیں مانتے پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا قوم سے ایک شخص نے اُس کے قتل کی کی اجازت چاہی۔ لوگوں کا خیال وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُن کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا یہ لوگ مُسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب دیکھئے کہ قرآن و حدیث کی آڑ لے کر لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کا آپ نے کس طرح ذکر فرمایا۔

شاید آج جو لوگ علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں اس انکار کی وجہ یہی ہو کہ اگر علمِ غیب مان لیا تو مذکورہ حدیث میں جو حقیقت ہے اُسے بھی ماننا پڑے گا۔

قارئین محترم! یقین فرمائیے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ پر مشتمل متعدد احادیث مبارکہ ـــــ اور پیش کی جاسکتی ہیں طوالت اور حجم کتاب کے پیشِ نظر

انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات وارشادات نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَاضَ عَلَیَّ مِنْ جَنَابِہٖ الْمُقَدَّسِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفِیَّۃُ تَرَقِّیِ الْعَبْدِ مِنْ حَیِّزِہٖ اِلَی الْقُدُسِ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ (فیوض الحرمین ص۵۹)

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے بارگاہِ قدس کی طرف کیسے ترقی کرتا ہے پس مجھ پر روشن ہوگئی ہر چیز۔

فائدہ۔ علوم مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو کجا شاہ صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھ پر ہر چیز ظاہر ہوگئی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبہ میں تھا کہ غیب کی کیفیت طاری ہوگئی اور میرے لیے اُس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا اور اُس مدت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔

(انفاس العارفین مترجم ص۶۷)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک تبرکاً سلسلہ وار اپنے آباء واجداد سے ملی ہوئی تھی جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے علاقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت

سامنے موجود پایا جو فرما رہے تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان سن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ کی تخصیص یقیناً کوئی سبب رکھتی ہے چنانچہ امتحان کی نیت سے کلاہ مبارک کے ساتھ ایک قیمتی جبہ بھی شامل کر لیا اور پوچھ گچھ کرتے حضرت خلیفہ ابوالقاسم کی خدمت میں جا پہنچا اور ان سے کہا یہ دونوں تبرک حضرت غوث اعظم کے ہیں۔ اور اُنھوں نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات اُن کے سامنے رکھ دیئے خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اس شخص نے کہا یہ تبرکات بہت بڑے بزرگ کی طرف سے عطا ہُوئے ہیں لہٰذا اس کے شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کر کے رؤسائے شہر کو مدعو کیجئے۔ حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا ہم کافی مقدار میں کھانا تیار کرائیں گے۔ آپ جس جس کو چاہیں بلالیں۔

دُوسرے روز علی الصبح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی اور فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں۔ ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے۔ اس قدر کھانا کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ اُنھوں نے فرمایا کہ اس قیمتی جُبّے کو بیچ کر ضروری چیزیں خریدی ہیں۔ یہ سُن کر وہ شخص چیخ اٹھا کہ مَیں نے اس فقیر کو اہل اللہ سمجھا تھا مگر یہ تو مکّار ثابت ہُوا ہے ایسے تبرکات کی اُس نے قدر نہیں کی۔ آپ نے فرمایا چُپ رہو، جو چیز تبرک تھی وہ مَیں نے محفوظ کر لی۔ اور جو سامانِ امتحان تھا ہم نے اُسے بیچ کر دعوتِ شکرانہ کا انتظام کر ڈالا۔ یہ سُن کر وہ شخص متنبہ ہو گیا اور اُس نے تمام اہلِ مجلس پر ساری حقیقتِ حال کھول دی جس پر سب نے کہا الحمد للہ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔

(انفاس العارفین صہ ۵۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

میرے چچا حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم کسی بُری عادت میں

مبتلا تھا۔ آپ نے اسے اشاروں کنایوں میں کئی بار تنبیہ فرمائی مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تجھے اشاروں کنایوں میں سمجھایا مگر تو نے کوئی پروا نہیں کی تو شائد سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں خدا کی قسم اگر زمین کے نچلے طبقے میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں ننادوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سو فیصد خیالات سے باخبر ہے یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کرلی۔ (انفاس العارفین صفحہ ۱۵۱)

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول علیہ السلام مطلع ست بہ نور نبوت بر دین ہر متدین بدیں خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ؟ وحقیقت ایمان او چیست؟ وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست؟ پس اومی شناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بد و نیک شمارا واخلاص ونفاق شمارا، لہذا شہادت بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل ست۔ (تفسیر عزیزی)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے؟ اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور کون سا حجاب اسکی ترقی کی راہ میں مانع ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے گناہوں کو تمھارے ایمانی درجات کو، تمھارے نیک وبد اعمال کو اور تمھارے اخلاص ونفاق کو جانتے پہنچانتے ہیں اس لیے ان کی گواہی بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں،

اطلاع بر لوح محفوظ ودیدن نقوش نیز از بعضے اولیا بتواتر منقول ست۔ (تفسیر عزیزی سورۂ جن)۔	لوح محفوظ پر مطلع ہونا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔
رأفت و رحمت اُس کی صفتیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں آیاتِ قرآنیہ :

(۱) اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (البقرہ ۱۴۳) — بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(۲) وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (النور ۲۰) — بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(۳) وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحدید ۹) — اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(۴) رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحشر ۱۰) — اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کریم عزَّ و جلَّ رءُوف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رَبِّ قدوس اپنے بندوں پر رأفت و رحمت کرنے والا ہے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے میں اُس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی اور زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اُسی رب کریم و مہربان کی عنایت و رحمت سے ہیں۔

عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اُس رءُوف رّحیم کی رأفت و رحمت کا یوں ذکر کرتے ہیں :

۵ جو جو رزق کسے دا کیتوس لکھیا کدے نہ ٹالے
لکھ کروڑ تِنھے بُریایاں بھر دی اونویں پالے

توحید وشرک کا یہ پیمانہ کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت مخلوق کے لیے بہرحال شرک ہے !!

اگر یہ پیمانہ دُرست مان لیا جائے تو اللہ رءُوف رّحیم کے علاوہ کسی کو بھی ان اوصاف سے پکارنا شرک ہونا چاہیئے۔ جب کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جہاں قرآن میں متعدد مرتبہ آیا ہے کہ اللہ رؤف رّحیم ہے، وہاں قرآن پاک برملا اعلان فرما رہا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(توبہ ۱۲۸)

بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔ ایمان والوں پر بہت مہربان رحم کرنے والے۔

قرآنِ عظیم کی اس آیت میں واضح طور پر ہمارے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف رّحیم جیسی پیاری صفتوں سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔

دعوتِ فکر ہے ان لوگوں کے لیے جو صبح وشام مسلمانوں پر شرک کے فتوے صادر کرنے کو زندگی کا مقصدِ وحید قرار دے چکے ہیں۔ اور اس غلط عقیدے کی اشاعت کھلے عام کرتے رہتے ہیں کہ کوئی بھی وصف جو خالق کے لیے مستعمل ہو وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال کرنا کھلا شرک ہے۔ ایسے دعوے اور فتوے صادر کرنے کی بجائے بنظرِ عدل وایمان قرآنِ عظیم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ وہ قرآنِ عظیم جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بھی رؤف، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی رؤف۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بھی رحیم اور اُسکے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحیم۔

جل جلالہٗ — صلی اللہ علیہ وسلم
میرا اللہ بھی رحیم اُس کے محمد بھی رحیم
دو رحیموں میں گناہگار کی بن آئی ہے

کَرِیۡمٌ

کَرِیۡمٌ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کا صفاتی نام ہے کرم کرنا بھی اُس کی ایک صفت ہے۔
قرآن کریم فرماتا ہے:

(۱) یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِۙ (الانفطار ۶) — اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کریم ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ آیات بھی زیرِ مطالعہ لائیں:

(۲) وَلَهُمۡ اَجۡرٌ كَرِيۡمٌ (الحدید ۱۸) — اور ان کے لیے اجرِ کریم ہے۔

(۳) اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌۙ (الواقعہ ۷۷) — بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

(۴) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ (المومنون ۱۱۶) — کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(۵) اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍۙ (التکویر ۱۹) — بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

حضرات محترم! دیکھا آپ نے کہ جس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے

اور رسُول کو بھی کریم کہا گیا۔

اب اگر معیارِ شرک وہی ہے جو بعض لوگوں نے وضع کر رکھا ہے تو کیا قرآن شرک سے بچتا ہے کیا قرآنی تعلیمات شرک کی آلودگیوں سے مُنزّہ و مُبّرہ رہتی ہیں ——— وہ قرآن جو پوری دُنیا کو دعوتِ توحید دینے کے لیے نازل کیا گیا ہو ——— جو سار نسلِ انسانی کے لیے پیغام رُشد و ہدایت ہو اور جس نے کفر و شرک کی نجاستوں و نحوست کا کھل کر ذکر کیا ہو۔ معاذاللہ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ قرآن خود مشرکانہ تعلیمات و عقائد مشتمل ہو ——— ہاں اگر کوئی شخص ذہنی کدُورتوں اور قلبی بیماریوں کی وجہ سے اسلوب قرآن اور مطلوبِ ایمان کو نہ سمجھ سکے تو اسے یہی عرض کیا جا سکتا ہے۔

۵ تسبیح پھری تے دِل نہ پھریا کیہہ لینا تسبیح پھڑ کے ہُو!
علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا کیہہ لینا علم نوں پڑھ کے ہُو!
چلّے کٹّے تے کجھ وی نہ کھٹیا کیہہ لینا چلیاں وڑھ کے ہُو!
جاگ بناں دُودھ جمدے نئیں باہو بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہُو

سَمِیعٌ بَصِیرٌ

یہ بھی اللہ کریم کے صفاتی نام ہیں۔
سماعت و بصیرت اُس کی صفتیں ہیں۔
وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

(۱) اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیۡعًاۢ بَصِیۡرًا ۝ بے شک اللہ سُنتا دیکھتا ہے۔
(نساء ۵۸)

(۲) لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَ اُس جیسا کوئی نہیں اور وہی سُنتا

هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○ (شوریٰ ۱۱) — دیکھتا ہے۔

(۳) اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○ (بنی اسرائیل ۱) — بیشک وہ سُنتا دیکھتا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ کریم کے سمیع اور بصیر ہونے کا ذکر ہے وہ ہی سُنتا اور دیکھتا ہے۔
آیئے ! دیکھیں انسان کے بارے میں قرآن کیا فرماتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِیۡہِ فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًاۢ بَصِیۡرًا ○ (دہر ۲) — بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا، نطفۂ مخلوطہ (ملی ہوئی منی) سے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے سُنتا دیکھتا کر دیا۔

حضراتِ گرامی! دیکھا آپ نے کہ اللہ کریم بھی سمیع ، انسان بھی سمیع۔ اللہ تعالےٰ بھی بصیر انسان بھی بصیر۔

شرک تو ہو گیا مگر نہیں۔ اب یہی کیا جائے گا کہ یہاں اس لیے شرک لازم نہیں آتا کہ خالق کے سمیع اور بصیر ہونے کا اور مطلب ہے۔ انسان کے سمیع اور بصیر ہونے کا اور وہ مستقلاً ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہے، جب کہ انسان اُس کی عطا سے سمیع و بصیر ہے حضرات یہی مفہوم ہم نے واضح کرنا اور دنیا کو بتانا ہے کہ مخلوق کے بہترین افراد انبیاء عظام و اولیائے کرام ہزاروں اوصاف اور لاکھوں خوبیوں کے باوجود مقامِ الوہیت کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہ اُس کی مخلوق ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے اس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔ وہ واجب الوجود ہے۔ تمام اغیاث واقطاب ، اولیاء وابدال وجملہ انبیائے کرام و رُسُل عظام اُسی معبُودِ برحق کے عابد ہیں۔ اُس کے شریک نہیں ـــ اُس کے محبوب اور پیارے بندے ہیں۔ جو انھیں خدا کا شریک ماننے اور مقامِ الوہیت پر

فائز جانے۔ وہ شخص قطعی کافر و مشرک ہے۔ لیکن جو اوصاف و کمالات انھیں اللہ کریم نے عطا فرمائے ہیں انھیں ماننا شرک نہیں، بلکہ عین ایمان اور پیغامِ قرآن ہے انھیں تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت کا اجاگر کرنا ہے کیونکہ وہ قادر کریم مجبور نہیں کہ کسی کو کچھ دے نہ سکے۔ اللہ قدوس جو کہ سمیع و بصیر ہے اُس نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا ہے۔ لیکن سب کی قوت سماعت برابر نہیں، سب کی کیفیت بصیرت ایک جیسی نہیں بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دیکھیے! ایک وہ ہیں جن کے کان ہیں، آنکھیں ہیں، زبان بھی رکھتے ہیں، باتیں بھی کرتے ہیں، اوروں کی گفتگو سُنتے بھی ہیں ـــ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ شہروں میں آتے جاتے ہیں، تجارتی سفر کرتے ہیں، سنتے دیکھتے ہیں ـــ مگر قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ۝ (بقرہ ۱۸)

بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ لوٹنے والے نہیں ـــ

اس آیت میں سُنتے، بولتے اور دیکھتے کافروں کو۔ بہرے، گونگے اور اندھے کہا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حق نہیں سُنتے، حق نہیں بولتے اور حق نہیں دیکھتے۔

اسی طرح قرآن مجید میں زندہ کافروں کو مُردہ کہا گیا ہے ـــ

اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ۝ وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝ (النمل ۸۱)

بیشک تمھارے سُنائے مُردے نہیں سُنتے اور نہ تمھارے سُنائے بہرے پکار سُنیں۔ جب پھریں پیٹھ دے کر اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت دینے والے نہیں۔ تمھارے سنائے تو وہی سُنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں " مَوْتیٰ " سے مراد اصحابِ قبور نہیں بلکہ چلتے پھرتے کافر ہیں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ تمہارے سُنائے وہ نہیں سُنتے تمام معتبر و مُستند تفاسیر میں یہی ہے کہ مَوْتیٰ سے مراد کافر ہیں۔

تفاسیر کے حوالہ جات کے علاوہ ایک اور بہت بڑی دلیل ہے جو کہ خود اسی آیت میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ :

وَمَا اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ کہ آپ اندھوں کو ہدایت کرنے والے نہیں۔ فرمایئے کیا کوئی نابینا ہدایت یافتہ ہے کہ نہیں ؟ کیا صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین میں بھی کوئی شخص نابینا تھا کہ نہیں ؟ مشرق و مغرب میں جتنے نابینے ہیں، معاذ اللّٰہ کیا وہ سب گمراہ و کافر ہیں ؟

تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح اس آیت میں نابینا سے مراد آنکھوں کا اندھا نہیں دل کا اندھا مراد ہے۔ اسی طرح مَوْتیٰ سے مراد اصحابِ قبور نہیں بلکہ چلتے پھرتے وہ کافر ہیں جو حق سُنتے سمجھتے ہی نہیں۔ وگرنہ ایسی آیات میں لفظی ترجمہ کرنے پر اصرار کرنے والے کیا کہیں گے اللّٰہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ :

وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی۔
(بنی اسرائیل ۷۲)

جو اس دُنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔

اس بات کا مزید ثبوت ملاحظہ فرمائیں کہ کافروں کو جو اندھا کہا جا رہا ہے اس سے مراد دِل کا اندھا پن ہے۔ جس اندھے پن کی وجہ سے یہ لوگ دُنیا میں چلتے پھرتے اور سُنتے دیکھتے ہونے کے باوجود اندھے، بہرے اور گونگے کہلوائے۔

پڑھیے، اللّٰہ کریم فرماتا ہے :

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ○ (طٰهٰ ۱۲٦)	اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اُس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے گا اے میرے رب مجھے تو نے کیوں اندھا اُٹھایا میں تو انکھیارا تھا۔ (اللہ) فرمائے گا یُونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تُو نے انھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

قارئین محترم! پتہ چلا کہ کچھ وہ لوگ ہیں جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے ہیں، کان رکھنے کے باوجود بہرے ہیں ـــــ

اور کئی وہ محبوبانِ بارگاہِ قدس ہیں کہ جن کی سماعت و بصیرت اتنی بلند و بالا ہے ـــــ کہ وہ دربار سلیمانی میں بیٹھ کر ملک یمن کی ملکہ کے تخت، اُس کی ہیئتِ کذائیہ اور اس کے تخت کو لانے کے لیے صَرف ہونے والی طاقت کا یوں بیان فرما دیتے ہیں کہ :

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ـ (النمل ۴۰)	میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا، ایک پل سے پہلے (پلک جھپکنے سے پہلے)

جن کے سینے اللہ کریم نے روشن کیے ہوں جن کی آنکھوں کو مافوق الاسباب دیکھنے کا ملکہ خود ارزانی فرمایا ہو پھر ان کی بصیرت و فراست کا کہنا وہ تو بَرملا فرما دیتے ہیں :

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ	اور میں تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو ـــــ

اللہ سمیع وبصیر نے بنایا تو ہر انسان کو سمیع وبصیر ہے مگر کیا ہماری تمہاری نظر کھائے ہوئے، پیٹ میں موجود کھانوں پر جاتی ہے، کیا گھروں میں چھپائی ہوئی چیزوں کو دیکھنا اور اُن کے جاننے کا دعویٰ ہر انسان کے بس کی بات ہے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر اس عقیدۂ مبارکہ کو قبول کر لینے میں ہی نجات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو مافوق الاسباب دیکھنے سُننے کی قوتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ مگر بُرا ہو ضد اور ہٹ دھرمی کا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام والے اس واقعہ کو تسلیم کر کے اللہ کریم کے عطا کردہ کمالات ماننے کی بجائے یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کا معجزہ ہے اور تو کچھ نہیں تو اس کے جواب میں ہماری چند گذارشات ہیں ملاحظہ ہوں :

(۱) کیا کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ مخلوق کے لیے ویسے مانیں تو شرک ہو اور معجزہ کے طور پر مانیں تو عین توحید ہو؟

(۲) حضرت آصف بن برخیا کی نظر کا اُمورِ غیبیہ کو دیکھنا اور مافوق الاسباب تصرّف جس کا ذکر صاحبِ تفسیر ثنائی نے بھی کیا ہے کہ اُسے کتابی علم کی وجہ سے ایسے اُمور پر قُدرت حاصل تھی۔ کیا آصف بن برخیا بھی نبی تھے کہ اس بات کو اِن کا معجزہ قرار دے کر بات کو ٹال دیا جائے ــــــــــــ؟

(۳) اگر کہا جائے کہ آصف بن برخیا کی یہ کرامت تھی جس طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا پیٹ میں موجود کھانوں کی خبر دینا اور گھروں میں پوشیدہ چیزوں اور رازوں کی نقاب کشائی کرنا، تو ہم عرض کریں گے :

دلِ ما روشن چشمِ ما شاد

چلو ایسے ہی سہی۔ انبیائے کرام کا اُمورِ غیبیہ کو دیکھنا، جاننا اور اُن میں تصرف بطورِ معجزہ اور اولیائے کرام کیلئے بطورِ کرامت ہی مان لو......، تو جھگڑا ختم!! مان لو کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ ما کان وما یکون کو جانتے

اور دیکھتے ہیں۔ اللہ کریم حق ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضراتِ محترم! بنایا تو اللہ کریم نے سب کو سمیع وبصیر ہے مگر سب کی سماعت وبصیرت برابر نہیں اسی مفہوم کو کتنے کھلے لفظوں میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ (مشکوٰۃ ص۴۵۷)

جو مَیں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو مَیں سُنتا ہوں تم نہیں سُن سکتے۔

اِسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مجھ پر تمھارے خشوع ورکوع پوشیدہ نہیں۔

وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔ (بخاری جلد ۱ ص۱۰۲)

مَیں تمھیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اور جنگِ مُوتہ کا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست بیان فرما دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص۶۱۱)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین راتیں جو کچھ بیت المال میں معاملہ پیش آتا رہا صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مَافَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ کہہ کر بیان فرما دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ۱ ص۳۱۱)

مُحی و مُمیت

زندہ کرنے والا۔ اور موت دینے والا اللہ قدوس ہے۔

زندگی عطا کرنا اور موت طاری کرنا اُسی کی صفتیں ہیں۔

قرآن فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ   اور کوئی جان بے حکمِ خدا مر نہیں سکتی،

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ	موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔
(آلِ عمران ۱۴۵)	
(۲) وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۔	اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔
(آلِ عمران ۱۵۶)	
(۳) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (الانعام ۹۵)	زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔
(۴) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ (الاعراف ۱۵۸)	اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ کرتا اور مارتا ہے۔
(۵) وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۔ (یونس۔ ۳۱)	اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے۔
(۶) هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (یونس ۔۵۶)	وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اُسی کی طرف پھرو گے۔
(۷) وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ (حجر ۲۳)	اور بیشک ہمیں زندہ کریں اور ہمیں ماریں اور ہمیں وارث ہیں۔
(۸) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۔ (روم ۴۰)	اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھیں روزی دی۔ پھر تمھیں موت دیگا پھر تمھیں زندہ کرے گا۔
(۹) اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ (ق ۴۳)	بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مارتے ہیں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔

(۱۰) وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ اور بے شک وہ ہی ہے جس نے مارا

(النجم ۴۴) اور جلایا۔

ان آیات قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیدا کرنے والا، زندگی دینے والا، اور موت دینے والا اللہ قدوس ہے۔

کسی کو زندہ کرنا یا موت دینا اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

دوسری طرف سیدنا حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان ہے پڑھیے قرآنِ پاک:

اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ــــ (آلِ عمران ۴۹)

کہ مَیں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی مُورت بناتا ہوں پھر اس میں پھُونک مارتا ہُوں تو وہ پرندہ بن جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور مَیں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہُوں اللہ کے حکم سے۔

حضرات محترم! غور فرمائیں کسی کو زندہ کرنا یہ اللہ قدوس کی وہ صفت ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں ہے۔ کہ مُردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام ہے اُسی کے دست قدرت میں ہے کہ کسی کو زندگی عطا کرے۔

لیکن دوسری طرف اُسی اللہ کریم کے سچے نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں مَیں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھوں کو اور سفید داغوں والے مریض کو شفا بھی دیتا ہوں اور اپنے اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

اگر کوئی مُدعِیٔ توحید رکھنے والا کہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ مَیں

شفا دیتا ہوں اور میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اس لیے شرک نہیں آپ فرماتے ہیں میں اللہ کے حکم سے ایسا کرتا ہوں تو یقین فرمایئے ہمارا بھی یہی عقیدہ و دعوٰی ہے کہ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے علوم اور قدرتِ تصرّف جو ہم مانتے ہیں وہ سب کے سب کمالات اللہ تعالیٰ کے اِذن و عطا اور فضل و رضا سے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کا اُمورِ غیبیہ کے جاننے، شفا دینے، اور مُردے زندہ کرنے کا دعوٰی قطعاً شرک نہیں اُسی طرح ہمارا عقیدہ و دعوٰی بھی شرک نہیں۔

اسی طرح کسی کو وفات دینا اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے مگر اُسی کے حکم و عطا سے حضرت ملک الموت کو یہ مقام حاصل ہے کہ لوگوں کو وفات دیتے ہیں۔

پڑھیئے قرآن :

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝	تم فرماؤ تمھیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے ربّ کی طرف واپس جاؤ گے۔

(السجدہ ۱۱) اسی طرح ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝	یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے اُن کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گُم ہو گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

(الاعراف ۳۷)

عَظِیْمٌ

اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کا صفاتی نام ہے آیئے دیکھیں کہ یہ لفظ کس کس کے لیے قرآنِ پاک میں آیا ہے۔

(۱) عَذَابٌ عَظِیْمٌ (بقرہ ۷) بڑا عذاب۔

(۲) بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝ (بقرہ ۴۹) تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش

(۳) عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (بقرہ ۱۱۴) بڑا عذاب۔

(۴) وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ (بقرہ ۲۵۵) اور وہی ہے بلند عظیم۔

(۵) وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
(آلِ عمران ۷۴)

(٦) اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (آل عمران ۱۷۲) اجرِ عظیم۔

(۷) وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
(آلِ عمران ۱۷۴)

(۸) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔
(آل عمران ۱۷۶)

(۹) وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (النسآء ۱۳) اور یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۱۰) وَاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (المائدہ ۹) اور اجرِ عظیم۔

(۱۱) عَذَابٌ عَظِیْمٌ (المائدہ ۴۱) عذابِ عظیم

(۱۲) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (المائدہ ۱۱۹) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۱۳) عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (الانعام ۱۵) عذاب عظیم دن کا۔

(۱۴) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (الاعراف ۵۹) عذاب عظیم دن کا۔

(۱۵) بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝ (الاعراف ۱۱۶) عظیم جادو کے ساتھ۔

(۱۶) بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (الاعراف ۱۴۱) تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش۔

(۱۷) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الانفال ۲۹) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(۱۸) أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (توبہ) اجرِ عظیم۔

(۱۹) ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ ۶۳) یہ عظیم رسوائی ہے۔

(۲۰) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ ۲) یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۲۱) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ ۸۹) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۲۲) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ ۱۰۰) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۲۳) إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ (التوبہ ۱۰۱) عظیم عذاب کی طرف۔

(۲۴) وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ ۱۱۱) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۲۵) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس ۱۵) عظیم دن کا عذاب۔

(۲۶) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (یونس ۶۴) یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۲۷) بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (ابراہیم ۶) تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش۔

(۲۸) وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ (الحجر ۸۷) اور قرآن عظیم۔

(۲۹) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النحل ۱۰۶) اور اُن کے لیے عذاب عظیم ہے۔

(۳۰) مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (مریم ۳۷) عظیم دن کی حاضری۔

(۳۱) مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ (الانبیاء ۷۶) عظیم کرب سے۔

(۳۲) وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ اور عرشِ عظیم کا رب۔

(۳۳) لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور ۱۱) اور اُس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

(۳۴) عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور ۱۴) عذابِ عظیم۔

(۳۵) هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور ۱۶) یہ عظیم بہتان ہے۔

(۳۶) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النور ۲۳) اور اُن کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

(۳۷) كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ (الشعرآء ۶۳) عظیم پہاڑ کی طرح۔

(۳۸) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (الشعرآء ۱۳۵) عظیم دن کا عذاب۔

(۳۹) وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ (النور ۱۵) اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی عظیم (بات) ہے

(۴۰) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (الشعرآء ۱۸۹) عظیم دن کا عذاب۔

(۴۱) وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ (النمل ۲۳) اور اُس کے لیے عظیم تخت ہے۔

(۴۲) لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (القصص ۷۹) عظیم نصیب والا۔

(۴۳) بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ (الصّٰفّٰت ۱۰۷) ذبحِ عظیم۔

(۴۴) مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ الصّٰفّٰت ۱۱۵) عظیم کرب سے۔

(۴۵) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (الزمر ۱۳) عظیم دِن کا عذاب۔

(۴۶) وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (المومن ۹) اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۴۷) ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (حٰمٓ السجدہ ۳۵) عظیم نصیب والا۔

(۴۸) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ (الشورٰی ۴) اور وہی ہے بلند عظیم۔

(۴۹) عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ (الزخرف ۳۱)
مکے اور طائف میں سے کسی عظیم آدمی پر کیوں نہ اُتارا گیا۔

(۵۰) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الدخان ۵۷) یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۵۱) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الجاثیہ ۱۰) اور ان کے لیے عظیم عذاب ہے۔

(۵۲) عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (الاحقاف ۲۱) عظیم دن کا عذاب۔

(۵۳) وَاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (الحجرات ۳) اور اجرِ عظیم۔

(۵۴) عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ○ (الواقعہ ۴۶) عظیم گناہ پر۔

(۵۵) وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ۝ (الواقعہ ٧٦) اور تم سمجھو تو یہ عظیم قسم ہے۔

(۵٦) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۝ (الواقعہ ٧٤)
تو تم اپنے عظیم رب کی تسبیح کرو۔

(۵٧) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۝ (الواقعہ ٩٦)
تو تم اپنے عظیم رب کی تسبیح کرو۔

(۵٨) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (الحدید ١٢)
یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۵٩) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (الحدید ٢١) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(٦٠) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (الحدید ٢٩) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(٦١) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (الصف ١٢) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(٦٢) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (الجمعہ ٤) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(٦٣) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التغابن ٩) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(٦٤) وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (التغابن ١٥) اور اللہ کے ہاں اجرِ عظیم ہے۔

(٦٥) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (القلم ٤)
اور بے شک آپ خلقِ عظیم پر ہیں۔

(٦٦) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۝ (الحاقہ ٥٢) تو اپنے رب عظیم کی تسبیح کرو۔

(٦٧) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝ (النباء ٢) عظیم خبر ہے۔

(٦٨) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (المطففین ٥) ایک عظیم دن کے لیے۔

قارئینِ محترم! ہم نے کتاب کے شروع میں شرک کی بحث و اقسام کے بعد غلط اندازِ فکر کے تحت چند اشارات بطورِ مثال دیئے تھے جن میں پہلا کلمہ عظیم تھا، ہم نے مناسب سمجھا کہ کلمہ عظیم کے کثیر حوالے پیش کر دیئے جائیں تاکہ واضح ہو

جائے کہ مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے والوں کا معیارِ شرک کس حد تک ٹھیک ہے۔ غور فرمایئے جس قرآن میں کلمۂ عظیم اللہ کے لیے آیا ہے اُسی قرآنِ پاک میں یہی کلمۂ عظیم اور کس کس کے لیے آیا ہے؟ آنکھیں بند کرکے مسلمانوں پر شرک کا فتوٰی صادر کر دینا، لڑائی جھگڑے کو اصلاح و اخلاص کی آڑ میں ہوا دینا، کم شعور و کم سن لڑکوں کو بخاری شریف کی مترجم جلدیں دے کر اور چند آیات قرآنیہ پر نشان لگا کر گلی گلی، محلّے محلّے میں پھیل کر بحث و مباحثوں میں خلقِ خدا کو اُلجھانے کی کوشش کرنا۔

کیا یہ دین کے نام پر بے دینی کی انتہا نہیں؟ کیا یہ علم کے نام پر جہالتِ تامہ نہیں؟

مُقیّد کر دیا ہے سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے
کہ اِنسانوں کو اِنسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے

اَلْحُکْمُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وقف (انعام ۶۲) خبردار اُسی کا حکم ہے۔
(۲) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا۔ (انعام ۱۱۴) تو کیا اللہ کے علاوہ چاہوں کوئی اور حَکَم (فیصلہ کرنے والا)
(۳) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (یوسف ۴۰) حکم نہیں ہے مگر اللہ کا۔
(۴) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ (یوسف ۶۷) حکم نہیں ہے مگر اللہ کا۔
(۵) لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (قصص ۸۸) اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔
(۶) وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (قصص ۷۰) اور اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔
(۷) فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ۔ (شوریٰ ۱۰) تو اُس کا حکم (فیصلہ) اللہ کے سپرد ہے۔
(۸) وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝ (کہف ۲۶) اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

حضرات محترم! ان آیات مبارکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکم اللہ کے لیے ہے۔ اور وہ ہی حَکَمْ ہے۔

آیئے! اسی قرآن سے پوچھتے ہیں کیا کسی اور کو حَکَمْ ماننا جائز یا نہیں، تو ملاحظہ فرمایئے اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا — اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف
فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ — ہو تو ایک حَکَم مرد والوں کی طرف سے بھیجو،
وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِہَا (النساء ۳۵) — اور ایک حَکَم عورت والوں کی طرف سے۔

اب اگر کوئی شخص اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا پر تو یقین رکھے لیکن فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ... سے آنکھیں موند لے تو اُس کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔ کہ اُس نے خارجیوں کی رَوِش کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے۔ کیونکہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابوموسےٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا، صلح و معاہدے کے لیے تو خارجیوں نے یہی کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی حَکَم نہیں ہے۔ خارجیوں کی نظر اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا پر تو تھی لیکن فَابْعَثُوْا حَکَمًا پر بالکل نہ تھی۔ اور اب بھی مذہبی فرقہ بندیاں اسی طرزِ فکر کا نتیجہ ہیں کہ کچھ آیات کو لے لینا اور کچھ کو قصداً چھوڑ دینا۔ جو کہ ایک خالص مسلمان کو قطعاً زیبا نہیں ہے۔

اسی طرح:

جس قرآنِ پاک سے یہ ثابت ہے اَلَا لَہُ الْحُکْمُ کہ حکم اللہ کے لیے ہی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ یہی قرآن فرماتا ہے۔

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ — کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اُسے
اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ — کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں

ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ...... (آلِ عمران ۷۹)

سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے سُورۂ الانعام کی آیت ۸۴ تا ۸۶ میں حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوّب، حضرت یوسف، حضرت مُوسٰے، حضرت ہارُون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسٰے، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یُونس اور حضرت لُوط علیہم الصّلوٰت والتسلیمات کا ذکر اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ج

کہ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب حکم اور نبوت عطا کی۔

(انعام ۸۹)

قارئین محترم! جس قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکم اللہ کے پاس ہے، وہ قرآن بَرملا فرمارہا ہے کہ حکم اُس کے انبیاء کرام کو عطا ہُوا ہے۔

جبھی تو چاند اشارے پر ٹوٹ کر قدموں پر نثار ہو رہا ہے، درخت بُلانے پر حاضر ہو کر نبوّت کی گواہی دے رہے ہیں۔ درندے اور وحشی جانور فرمانبردار نظر آتے ہیں۔ دریا راستہ چھوڑ رہے ہیں۔ بادل اشارے کے منتظر ہیں:

یہ بات حقیقت ہے کہ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ (رعد ۳۱)

امر سب کا سب اللہ کے لیے ہے۔

وہ ہی امر والا ہے۔

آیئے دیکھیں یہی قرآن فرماتا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ......

کہ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسُول کی اور اُن کی جو تم میں امر والے ہیں"۔
کیا اللہ کے علاوہ اوروں کا امر والے ہونا مُنافی توحید نہیں۔ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جو معنوی فرق اور امتیازِ حقیقت و مجاز اس قسم کی آیات میں بیان کیا جاتا ہے وہ فرق اور امتیاز اُس وقت کیوں ملحُوظ نہیں ہوتا جب ہم اللہ تعالیٰ کے اِذن وعطا سے اُس کے مقبُول اور محبُوب بندوں کے کمالات و تصرفات پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیا اُس وقت یہ ساری کی ساری آیات قرآن سے معدُوم ہو جاتی ہیں یا اُس وقت توحید و شرک کے پیمانوں میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔ یا اُس وقت معیارِ کفر و ایمان کسی انقلاب کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ظلمِ عظیم نہیں کہ قرآن و حدیث کو بچّوں کا کھیل تماشا بنا دیا جائے۔

حقیقت و مجاز کا فرق کیا جائے نہ عطائی و ذاتی کا۔
مستقل و عارضی کی تمیز کی جائے نہ محدُود و غیر محدُود کی۔
فانی و غیر فانی کا لحاظ کیا جائے نہ متناہی و غیر متناہی کا۔
تو اس کا نتیجہ سوائے بے دینی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ھدایت

اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جسے چاہے اُس سے نواز دے اور جسے نہ چاہے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ملاحظہ فرمائیں آیاتِ قرآنیہ :

(۱) اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ (النسآء ۸۸) — کیا یہ چاہتے ہو کہ اُسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا۔

(۲) وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ — اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر

عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ○ (انعام ۳۵)	دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔
(۳) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ (انعام ۸۸)	یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے دے۔
(۴) لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (البقرہ ۲۷۲)	انھیں راہ دینا تمھارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔
(۵) اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ ۔ (نحل ۳۷)	اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے۔
(۶) مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ ۚ (اعراف ۱۷۸)	جسے اللہ راہ دکھائے تو وہ ہی راہ پر ہے۔
(۷) مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ ؕ (اعراف ۱۸۶)	جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔
(۸) وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ○ (فرقان ۳۱)	اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے اور مدد دینے کو۔
(۹) وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (نحل ۹۳)	اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔
(۱۰) مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ (کہف ۱۷)	جسے اللہ راہ دے تو وہ ہی راہ پر ہے۔
(۱۱) وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ	اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ (نمل ۸۱) کرنے والے نہیں۔

(۱۲) وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ ۝ (رعد ۳۳، زمر ۲۳، ۳۶، مومن ۳۳) اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

(۱۳) وَمَا اَنْتَ بِھٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ۔ (روم ۵۳) اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں۔

(۱۴) اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ (قصص ۵۶) بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ میں اس حقیقت کا خوب بیان ہے کہ
ہدایت کا مالک اللہ ہے حقیقتاً وہ ہی ہادی ہے۔
اس کے علاوہ کوئی کسی کو ہدایت دینے والا نہیں ہے۔
آیئے دیکھیں یہی قرآن جس میں ہے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔
یہی قرآن واضح طور پر فرما رہا ہے۔

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الشوریٰ ۵۲)
اور بے شک آپ ضرور ہدایت فرماتے ہیں سیدھے راستے کی۔

قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ آپ ہدایت نہیں دیتے۔ جیسا کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ والی آیت میں ذکر ہے اور اس کے علاوہ وَمَا اَنْتَ بِھٰدِ الْعُمْیِ ...... اور دیگر کئی آیات سے یہ ثابت ہے مگر یہی قرآن یہ اعلان بھی کر رہا ہے کہ وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کہ آپ ضرور ہدایت

دیتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف ۔

اب کامل اور سچا مسلمان وہ ہے جہاں آیاتِ قرآنیہ میں تضاد کا تصور پیدا ہو اُن میں تطبیق پیدا کرے اور لوگوں کو بتائے کہ قرآنِ پاک من الاوّل الی الاخر تمام سچا ہے اور اس کی تمام آیتیں ایک دوسری کی تصدیق و تفسیر کرتی ہیں ۔ اب اگر آیاتِ قرآنیہ میں تطبیق بیان نہ کی جائے ، اسنادِ حقیقت و مجاز کا ذکر نہ کیا جائے ۔ ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے، تو یقین جانیئے سارے کا سارا قرآن تضاد سے بھرپور نظر آئے گا ۔

آیاتِ قرآنیہ ایک دوسری سے الجھتی و ٹکراتی نظر آئیں گی مثلاً :

ایک آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے ۔

تو دوسری آیت میں انسان کے سمیع اور بصیر ہونے کا ذکر بھی ہے ۔

ایک آیت میں ذکر ہے کہ اللہ رؤف رحیم ہے ،

تو دوسری آیت — نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤف رحیم کہہ رہی ہے ۔

قرآنی آیات میں اللہ کا حفیظ اور علیم ہونا مذکور ہے ۔

تو اسی قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے حفیظ اور علیم کے صیغے بھی آئے ہیں ۔

اسی قرآن میں اگر کلمۂ نِعْمَ کے ساتھ اللہ کی تعریف ہے تو یہی قرآن اسی کلمۂ نعم کے ساتھ اللہ کے بندوں کی تعریف بھی کرتا ہے ۔

اسی قرآن سے ثابت ہے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے ۔

اور یہی کلامِ ربّی حق سچ کا یہ اعلان بھی کر رہا ہے کہ

عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسُول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے ۔

اسی قرآن میں اللہ کے لیے لفظِ کریم آیا ہے۔
اور اللہ کے علاوہ کے لیے بھی۔
اسی قرآنِ پاک میں اللہ کو "عظیم" کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ اوروں کو بھی۔
تو اس معنوی فرق کو بیان نہ کرنے کی وجہ سے بے دینی و مذہبی آوارگی کے دروازے کھل رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان پریشان ہیں کہ کسے مانیں اور کسے نہ مانیں؟

ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی آیات میں تطبیق کرنا اور سب کی صداقت پر اعتقاد رکھنا اور قرآنی آیات میں معنوی امتیاز و مواقع کا لحاظ رکھنا یہ شرف صرف اور صرف اہلِ سُنّت کو حاصل ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اب آیئے مذکورہ آیات ہدایت کے مفہوم کی طرف۔

جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں دیتے، وہاں مطلب ہے اللہ کی مرضی کے خلاف ہدایت نہیں دیتے اُس کے مقابل کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔
یُوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ کسی کو گمراہ کرنا چاہے اور نبی و ولی اسے ہدایت دے دیں۔
اور جہاں ثابت ہے اور ذکر ہے کہ نبی ہدایت دیتے ہیں۔
وہاں مطلب ہے باذنِ الٰہی ہدایت دیتے ہیں۔
بلکہ انبیاء کرام کی بعثت کا تو سب سے بڑا مقصد ہی ہدایت ہے۔ اس پر کثیر التعداد آیات واحادیث شاہد ہیں اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو عرب کے بدوؤں کو راہِ حق کس نے دکھائی صدیوں کے گمراہوں کو صراطِ مستقیم کس کے نقشِ قدم پہ چلنے سے حاصل ہوئی۔ اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو نسل درنسل قتل و غارت کے بازار گرم رکھنے والوں کو ایثار و محبت کے جذبے کس کی مساعی جمیلہ کے صدقے میں میسر آئے۔
اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو اوس وخزرج سینکڑوں مقتولوں کے قتل و خون بھول کر ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر کیسے ہو گئے؟

۵ کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دَریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مَولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیّا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اگر انبیاء و رُسل ہی ہدایت و رہنمائی کے منصب پر فائز نہیں تو تم مبلّغ کیسے بن گ
ہو؟ تبلیغ کا مقصد و مفہوم کیا ہے، تبلیغی مراکز ہدایت کے اڈے ہیں یا گمراہی کے محل
اگر مبلّغ کو تبلیغ کے وقت ہادی و راہنما کی بجائے مشرک اور گمراہ سے تعبیر کیا جائے، تو
آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ جب ہدایت مبلّغ سے وابستہ ہی نہیں تو ایسی صُورت میں
یقیناً وہ جہالت و گمراہی کو پھیلانے والا ہوگا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار؟

وَلی

"وَلی" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور ولایت اُسی کے لیے ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے:

(۱) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (بقرہ ۲۵۷)
اللہ وَلی ہے ایمان والوں کا انھیں اندھیروں سے نُور کی طرف نکالتا ہے۔

(۲) ھُنَالِکَ الْوَلَایَۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ۔ (کہف ۴۴)
ولایت سچے اللہ کی ہے۔

(۳) وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ۔ (شوریٰ ۲۸) — اور وہی ہے ولی سب خوبیوں سراہا۔

(۴) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (آلِ عمران ۶۸) — اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ "ولی" اللہ قدوس ہے۔

اب اگر معیارِ شرک وہ ہی ہے جو علمبردارانِ توحید نے وضع کیا ہے پھر تو اللہ کے علاوہ کسی اور کو ولی ماننا صریح شرک ہونا چاہیئے۔

جب کہ ایسا نہیں ہے۔ پڑھیئے قرآن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... الخ (المائدہ ۵۵) — بیشک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

(۲) فرشتے صالح مومنوں کو قبضِ روح کے وقت کہتے ہیں۔

نَحْنُ اَوْلِیَاءُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ..... حٰم سجدہ ۳۱ — ہم تمہارے ولی ہیں، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ (انفال ۷۲) — بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ جس قرآن سے اللہ کریم کا ولی ہونا ثابت ہے اسی قرآن پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ولی کہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی ولی کہا ہے۔ صالحین مومنین کو بھی ولی کہا۔

اتنی واضح حقیقت کے باوجود بھی جو مسلمانوں کو مشرک بنانے پر تُلا ہوا ہو۔ اُسے تو ہم سمجھا نہیں سکتے، ہاں اپنے بھولے بھالے، سادہ لوح مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ:

سہ تیری راہ میں کئی راہزن رہبر بن کے بیٹھے ہیں
نہ لُٹ جائے متاعِ تیری خیال اس کا ذرا رکھنا
دولت عشقِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نسبت رب کے ولیوں کی
خزانہ ہے گراں اس کو لٹیروں سے بچا رکھنا

وَلِیُّ اللّٰہ اور وَلِی مِنْ دُوْنِ اللّٰہ۔

وَلی بمعنی مددگار، دوست۔ دو طرح کے ہیں ایک اللہ قدوس کے وَلی۔ اور دوسرے اللہ قدوس کے مقابلے میں ولی۔ اللہ کریم عزّوجلّ کے وَلی تو وہ ہیں جو اُس کے مقرب اور مقبول ہیں اور اسی قرب وقبولیت کی وجہ سے دُنیا والے انھیں محبوب اور دوست رکھتے ہیں۔

اور وَلی مِن دُون اللہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ کے دشمنوں کو مددگار اور دوست بنایا جائے جیسے کافروں، بُتوں وغیرہم کو دُوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو یعنی انبیاء واولیاء کو خُدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے کہ خدا چاہے نہ چاہے یہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔ ہماری بگڑی بنا سکتے ہیں۔ تینوں پر قرآنی شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "وَلی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے"۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا.....

اس آیت میں" اللہ ورسول جَلَّ جلالُہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کا وَلی ہونا ظاہر ہے اور ان کو اپنا ولی ماننا عین ایمان ہے

(۲) " اللہ کے دُشمن کو وَلی ماننا" اللہ فرماتا ہے:

آل عمران ۲۸

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

نہ پکڑیں مومن کافروں کو ولی سوائے مومنوں کے۔

(۳) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (شوریٰ ۳۱)

اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی ولی (دوست) نہ مددگار

حضراتِ محترم! "قرآنِ عظیم" بچوں کا کھیل نہیں کہ جو کسی کے جی میں آئے ترجمہ کر ڈالے۔ نہ سیاق و سباق کو دیکھے نہ پس منظر کو ___ نہ معنوی حیثیت کو سمجھے نہ شانِ نزول کو تو جہالت کے اس انداز کا نتیجہ ضلالت و شقاوت ہی ہوگا ___

جیسا کہ ہم نے ولی کے معانی کے مختلف پہلو بیان کیے ہیں اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو بہت بڑی خرابیاں لازم آئیں گی مثلاً

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ایمان والوں کا اللہ کے علاوہ کوئی مددگار (حمایتی) نہیں تو اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ..... والی آیت کا انکار اور تکذیب لازم آئے گی کیونکہ اس میں تو ایمان والوں کا ولی "اللہ" اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو قرار دیا ہے اور جن کا کوئی ولی و مرشد اور مددگار نہیں قرآن تو انھیں بے ایمان اور گمراہ کہتا ہے۔ پڑھیے قرآن:

(۱) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۝ (الشوریٰ ۴۴)

اور جسے اللہ گمراہ کرے پس نہ پاؤ گے اُس کے بعد اُس کا کوئی ولی ___

(۲) وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ (الکھف ۱۷)

اور جسے اللہ گمراہ کرے پس نہ پاؤ گے اُس کے لیے کوئی ولی، مرشد۔

(۳) وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ

اور اللہ سے جدا ان کے کوئی حمایتی نہیں، انھیں عذاب پر عذاب

اَلْعَذَابُ۔ (ہود ۲۰)
ہوگا۔

(۴) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ○
(آلِ عمران ۲۲)
اور ان (کافروں) کا کوئی مددگار نہیں۔

(۵) وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ
اَنْصَارٍ○ (بقرہ ۲۷۰)
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۶) وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ
تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا○ (النساء ۵۲)
اور جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی
مددگار نہ پاؤ گے۔

(۷) وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا
وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا○
(النساء ۱۷۳)
اور وہ جنھوں نے نفرت اور تکبر کیا انھیں
دردناک سزا دے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا
نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ
مددگار۔

(۸) وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ
عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
نَصِيْرٍ○ (التوبہ ۷۴)
اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انھیں سخت عذاب
کرے گا دُنیا اور آخرت میں۔ اور زمین
میں اُن کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ
ہوگا۔

(۹) وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ
عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ
اور جسے گمراہ کردے (اللہ) تو اُن کے لیے
اس کے سوا کوئی حمایت کرنے والے نہ
پاؤ گے اور ہم انھیں قیامت کے دن
ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے۔ اندھے
گونگے اور ...

(۱۰) وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ (الحج ۷۱)
اور ستمگاروں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۱) وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ (عنکبوت ۲۵)
اور تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۲) وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (الشوریٰ ۸)
اور ظالموں کا کوئی دوست اور نہ مددگار۔

(۱۳) فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ (الروم ۲۹)
تو کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور ان (گمراہوں) کا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۴) اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (الاحزاب ۶۵)
بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور اُن کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ پائیں گے کوئی حمایتی نہ مددگار۔

(۱۵) مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (المومن ۱۸)
اور ظالموں کا نہ کوئی دوست یا سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

قارئین کرام! مذکورہ آیاتِ قرآنیہ سے یہ حقیقت خوب عیاں ہوتی ہے کہ "ولی، مرشد" اور مددگار جن کے لیے نہیں ـــــ وہ ایمان وایقان والے نہیں بلکہ کُفر وطُغیان والے ہیں۔

اب اُن چند آیات کی وضاحت کی جاتی ہے جن میں اولیاء من دُون اللہ کا ذکر ہے۔ اور جن کی آڑ میں انبیاء واولیاء کی نسبتوں کے بے وقعت ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے وسیلوں کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ وہ آیات جو بتوں کی تردید اور اُن کے پجاریوں کی تکذیب کے لیے اُتری ہیں اور جن کو کتاب وسُنت کے دعویدار محض سینہ زوری سے مُسلمانوں کو مُشرک ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں ــــ حالانکہ بخاری شریف میں واضح ہے :

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲۴)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو تمام خلقِ خُدا سے شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے انھوں نے کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات مومنوں پر چسپاں کیں۔

حضراتِ محترم! قبل اس کے کہ ہم اولیاء من دُون اللہ والی آیات کی تشریح وشانِ نزول اسلام کے مایۂ ناز مفسرین کی بلند پایہ تفسیروں سے پیش کریں، مناسب سمجھتے ہیں کہ مُسلمانوں پر شرک کے فتوے صادر کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیش کردیں۔

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ تلمیذ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اپنی مشہور ومعتبر تصنیف تفسیر ابن کثیر میں درج ذیل آیت

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (اعراف ۱۷۵)

ترجمہ :۔ اور اے محبوب انھیں اس کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ اس سے صاف نکل گیا پس شیطان اُس کے پیچھے لگا تو گمراہوں سے ہوگیا۔

کے تحت ایک حدیث درج فرماتے ہیں :

آپ بھی وہ حدیث پڑھیئے اور مسلمانوں پر فتویٰ شرک کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے ۔

حدیث شریف : عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ حَتّٰى اِذَا رُوِيَتْ بَهْجَتُهٗ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَاءُهُ الْاِسْلَامَ اِعْتَرَاهُ اِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ انْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ وَسَعٰى عَلٰى جَارِهٖ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ ۔ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَيُّهُمَا اَوْلٰى بِالشِّرْكِ ؟ اَلْمَرْمِيُّ اَوِ الرَّامِيُّ ؟ قَالَ بَلِ الرَّامِيُّ ـــــــ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آجائے گی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہوگی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا پھیر دے گا وہ اسلام کی چادر سے نکل جائے گا۔ اور اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دے گا، اور اس پر شرک کے طعنے مارے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کا زیادہ حق دار کون ہو گا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی یا شرک کی تہمت لگانے والا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حق دار ہو گا۔

قارئین کرام! اس حدیث کے ایک ایک جملے کو غور سے پڑھیں اور اندازہ فرمائیں کہ مخبر صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم دما کان و ما یکون کی خبریں رکھنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فتویٰ شرک کی حقیقت سے نقاب اٹھایا اور واضح فرمایا کہ مجھے ایسے شخص سے خوف ہے اسلام جس کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہو گا مگر وہ بے دین و گمراہ ہو کر مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے گا۔

شاید آج علمِ غیب کا انکار اِس شدّ و مدّ سے اسی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اگر مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا علم مان لیا تو ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود مشرک ہیں ـــــ کہ

ایک طرف توحید کا یہ پرچار کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد لینا حرام و ناجائز ہے مگر جب مدد مانگنے کی باری آئے تو کعبے کے متولّی ہونے کے باوجود امریکہ، برطانیہ اور دیگر کافر ممالک سے مدد مانگ لیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پاک بندوں سے استمداد شرک اور شیطان کے محبوب اور پسندیدہ لوگوں سے استمداد عین توحید؟ فیا للعجب۔

حالانکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا مِنْ بَعْدِیْ

کہ مجھے تمھارے بارے میں یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی اُمت کے مشرک ہونے کا ڈر نہیں، لیکن کتاب و سنت کے دعویدار برملا کہتے ہیں جس نے یا رسول اللہ کہہ دیا وہ بھی مشرک، جس نے یا علی کہہ دیا وہ بھی مشرک، جو اللہ کے محبوب بندوں کے مزارات پر چلا گیا وہ بھی مشرک، کھانے سامنے رکھ کر کلماتِ طیبات پڑھ کر کسی کو ایصالِ ثواب کر دیا تو بھی شرک۔

حضراتِ محترم! ان فتوے بازوں کی تُندی اور تیزی کو دیکھیں اور تفسیر ابن کثیر والی وہ حدیث بھی ذہن نشین رکھیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر شرک کے الزام لگانے والا خود شرک کا زیادہ حقدار ہے۔

ع
ارے باغباں بجلیوں کو بُلا کر
گلشن پہ شعلے گرا دیئے تُو نے
اخلاص و اصلاح کی آڑ لیکر تباہی کے ساماں پھیلا دیئے تُو نے

اَوْلِيَآءُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

قرآنِ پاک کی اصطلاح میں اکثر و اغلب اولیاء من دُون اللہ سے مُراد شیاطین کُفّار و معبُودانِ باطلہ ہیں — کفار و مُشرکین نے اپنی فکرِ نارسا میں باطل پرستی اور شیطان دوستی کا جو وطیرہ بنا رکھا تھا قرآنِ عظیم نے یوں بیان فرمایا ہے :

وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف ۳۰)

اور ایک فریق کی گمراہی ثابت ہوئی انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو ولی بنالیا۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں —

قارئین کرام ! عمومًا اولیاء من دُون اللہ سے یہی معنی و مفہوم مُراد ہے سوائے چند ایک مقام کے ۔ وہ بھی معبُودیت کے معانی میں جیسا کہ یہُود و نصاریٰ نے حضرت عُزیر و حضرت عیسٰی علیہما السّلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر اُن کی عبادت کو روا رکھا ۔

اب چند ایسی آیات کی تفاسیر کی روشنی میں وضاحت پیش کرتے ہیں ، جن آیات کو علمبردارانِ توحید مسلمانوں کو مُشرک ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔

(۱) حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

یہانتک کہ جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہُوئے اُن کی جان نکالنے آئیں تو اُن سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پُوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم ہو گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی

اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ○ | دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟

(الاعراف ۳۷)

اس آیۂ مبارکہ سے بعض حضرات کلمۂ تَدْعُوْنَ سے انبیاء و اولیاء سے استمداد اور اُن کو پکارنا مراد لے کر کفر و شرک کے فتوے صادر کرتے ہیں جو سراسر سینہ زوری ہے وضاحت کے لیے اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مسلمہ مفسرین کرام کی تفاسیر ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۰۱

(حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا) یَعْنِیْ مَلَکَ الْمَوْتِ وَ اَعْوَانَہٗ (یَتَوَفَّوْنَھُمْ) یَقْبِضُوْنَ اَرْوَاحَھُمْ (قَالُوْا) عِنْدَ قَبْضِ اَرْوَاحِھِمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَمْنَعُوْنَکُمْ عَنَّا (قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا)۔

یہاں تک کہ جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے یعنی ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے آتے ہیں۔ اور قبض رُوح کے وقت کہتے ہیں وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں تم سے روکیں، وہ بولے ہم سے گم ہو گئے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۵ الجزء الثامن۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ۔ مذکورہ بالا آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قَالَتِ الرُّسُلُ اَیْنَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَدْعُوْنَھُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ تَعْبُدُوْنَھُمْ۔

فرشتے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو اللہ کے علاوہ تم پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۴ الجزء السابع۔

(قَالُوْا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) سَوَالُ تَوْبِیْخٍ

وَمَعْنَى (تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ۔

کہ اس آیت میں جو سوال ہے وہ توبیخ (ڈھانٹ) کے لیے ہے اور تدعون کا معنی ہے تَعْبُدُوْنَ، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد۲ صد ۱۵۹

(حَتّٰی إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ) يَقْبِضُوْنَ أَرْوَاحَهُمْ يَعْنِي مَلَكَ الْمَوْتِ وَأَعْوَانَهُ (قَالُوْا) يَعْنِي يَقُوْلُ الرُّسُلُ لِلْكُفَّارِ (أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ۔

یعنی جب اُن کی رُوح قبض کرنے کیلئے فرشتے آتے ہیں تو قبض رُوح کے وقت اُن کافروں سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد۲ صد ۲۲۱ پر بھی مذکورہ آیت کے تحت یہ وضاحت موجود ہے:

أَيْنَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ بِهِمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَدْعُوْنَهُمْ وَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

کہ کہاں ہیں جن کو تم دُنیا میں شریک ٹھہراتے تھے اور اُن کو پکارتے تھے اور اُن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد۱۴ صد ۲۰

(أَيْنَمَا كُنْتُمْ) مَعْنَاهُ أَيْنَ الشُّرَكَآءُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَدْعُوْنَهُمْ وَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کہاں ہیں وہ شریک جن کو تم پکارتے تھے اور جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد۳ صد ۱۵۹

(أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) أَيْ أَيْنَ الْأٰلِهَةُ ۔ الَّتِيْ كُنْتُمْ

تَعْبُدُوْنَ فِی الدُّنْیَا۔

یعنی وہ معبود کہاں ہیں جن کی تم دُنیا میں عبادت کرتے تھے۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۲ صہ ۹۱

(اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) وَھٰذَا سُؤَالُ تَوْبِیْخٍ وَتَقْرِیْعٍ وَ تَبْکِیْتٍ لَا سُؤَالَ اسْتِعْلَامٍ وَالْمَعْنٰی اَیْنَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَھُمْ۔

کہ اس مقام پر جو سوال ہوتا ہے کہ (وہ کہاں ہیں؟) یہ سوال ڈانٹ ڈپٹ اور کافروں کو رُلانے کے لیے ہے، نہ کہ جاننے کے لیے۔ اور معنی یہ ہے کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے؟

(۹) تفسیر جلالین صہ ۱۳۲۔

(اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ)

کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صہ ۱۴۲۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اُن کو کہتے ہیں فرشتے قبض کرتے وقت کہ کہاں ہیں وہ بُت، کہ دُعا مانگتے تھے اور بندگی کرتے تھے تم اُن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے....."

ناظرین محترم! آپ نے اچھی طرح ملاحظہ کیا سورۂ اعراف کی اس آیت میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد کون ہیں؟ اور اُن سے دُعائیں مانگنے والے اور اُن بُتوں کی بندگی کرنے والے کون ہیں؟ لکڑی، پتھر اور مختلف اشیاء کے گھڑے ہوئے مجسموں کی عبادت کرنے والے کون ہیں؟ سورۂ مکیہ کی یہ مکی آیت مکہ کے مشرکوں کے رَد میں نازل ہوئی۔ تو جو شخص محض حق سے روگردانی کرتے ہوئے کفار و مشرکین کے حق میں

نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرے، بتائیے اس کا تعلق اُمّت محمدیہ سے رہ جاتا ہے؟ نہیں ہرگز ہرگز نہیں اس کا دین تو بے دینوں سے ملا ہوا ہے، وہ اس بات کے لائق نہیں ہے کہ اسے سمجھایا جائے، اسے قرآن فہمی سے کچھ علاقہ نہیں، ایسے لوگوں کی ضیافت طبع کے لیے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ کن فرمان پیش کیا جاتا ہے جسے امام بخاری رحمہ الباری نے بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴ میں درج فرمایا ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَىٰ آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اُن لوگوں کو اللہ کی ساری مخلوق میں سے بڑھ کر شرارتی تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ انھوں نے کافروں کے رَد میں نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کیا۔

قارئین کرام! آپ فیصلہ فرمائیں کہ جو لوگ بتوں کی عبادت تو دَر کنار اولیائے کرام اور انبیاء عظام کی عبادت کو بھی حرام قرار دیتے ہوں۔ نیز صرف اور صرف اللہ تعالےٰ عَزَّ وَجَلَّ کی ہی عبادت کے قائل ہوں۔ ایسے موحدین و صادقین کو شرک کا مرتکب ٹھہرانا کہاں تک جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ اسلوب و مطلوب قرآن کریم کو سمجھنے اور حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت (۲) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (اعراف ۱۹۴)

بے شک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمھاری طرح بندے ہیں۔ پس انھیں پکارو پھر وہ تمھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

قارئین حضرات! اس آیت کی تشریح ملاحظہ کرنے سے پہلے اس بات پہ خوب

غور فرمائیں کہ آیاتِ قرآنیہ کے ترجمہ و تفسیر کے وقت شارعِ شریعت کی مرضی و منشاء کو بالائے طاق رکھ کر اپنی رائے کو ٹھونسنا کتنا بڑا جرم ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے کو داخل کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔

تو آیئے! اب ان تفاسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کے مفسرین نے لِلّٰہیت اور خدا خوفی سے قرآنی مقاصد و مطالب کھول کر بیان کیے۔ علم و حکمت کے موتیوں سے مزین اور منور یہ تفاسیر رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے نشانِ منزل اور گرانقدر خزانہ ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بعض حضرات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا رہا ہے وہ بھی تو ہماری طرح کے انسان تھے۔ تصرف و اختیار تو دور کی بات ہے وہ تو سن بھی نہیں سکتے، جواب بھی نہیں دے سکتے؟

تو حضرات! قبل اس کے کہ ہم اس آیت کی وضاحت اُمہات الکتب سے پیش کریں۔ اس آیت کے بعد والی چند آیات پیش کرتے ہیں تاکہ سیاق و سباق کی روشنی میں اس آیتہ کا مفہوم مزید واضح ہو جائے، آیئے پڑھیئے قرآن کریم اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا ز اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَا ز اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ز الخ ......

بے شک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ وہ تمھاری طرح بندے ہیں پس

انھیں پکارو پھر وہ تمھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں، یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا اُن کے کان ہیں جن سے سُنیں ......

غور فرمایئے! ہاتھوں، پیروں، آنکھوں اور کانوں کی جن سے نفی کی جا رہی ہے، یہ علامتیں پتھر، لکڑی اور لوہے وغیرہ کے بنے ہوئے مجسموں کی ہیں یا انبیاء واولیاء کی؟

اسی رکوع میں کتنے کھلے الفاظ سے عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ کی وضاحت ہو رہی ہے، پڑھیئے قرآن کریم:

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف ۱۹۷/۱۹۸)

اور جنھیں اللہ کے علاوہ پُوجتے ہو، وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے نہ اپنی۔ اور اگر انھیں راہ کی طرف بلاؤ نہ سُنیں۔ اور تو انھیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بصارت نہیں رکھتے۔

لیجیئے!! ان کلمات مبارکہ نے عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ کا مفہوم خوب واضح کر دیا کہ وہ ایسے مجسمے ہیں جو ان مُشرکوں نے انسانی شکل کے بنائے ہوئے ہیں۔ اعضاء انسانیہ کی طرح اُن کے اعضاء تو ہیں، لیکن پاؤں میں چلنے کی اور ہاتھوں میں بطش (پکڑنے) کی طاقت نہیں ہے۔ آنکھوں میں دیکھنے کی اور کانوں میں سُننے کی قوت نہیں ہے اور جب کوئی آدمی ان بُتوں کے سامنے کھڑا ہو تو اُن کی مصنوعی آنکھیں تو اُس کی طرف کھلی ہوئی ہیں مگر (وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ) اُن آنکھوں میں بصارت نہیں۔

انصاف سے کہیئے اس آیت کو انبیاء و اولیاء پر کیسے چسپاں کیا جا سکتا ہے کیونکہ

یہاں تو اُن کا ذکر ہے جو بُت اور مجسمے کافروں نے پُوجا کے لیے گھڑ کر کھڑے کیئے ہوئے ہیں اور جن کی مصنوعی کُھلی ہُوئی آنکھیں اُن کے پجاری دیکھ رہے ہیں۔

مذکورہ آیت تفاسیر کی روشنی میں

(۱) تفسیر ابن عباس صہ ۱۱۲

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) مِنَ الْاَصْنَامِ (عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ) مَخْلُوْقُوْنَ اَمْثَالُکُمْ الخ۔

بے شک وہ بُت جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمھاری مثل گھڑے ہُوئے (مجسمے) ہیں۔ وَ تَرَاهُمْ) یَا مُحَمَّدُ یَعْنِیْ الْاَصْنَامَ (یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ) کَاَنَّهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ الخ ....

اور آپ انھیں دیکھتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اُن بُتوں کو گویا کہ وہ آپ کی طرف آنکھیں کھولے دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ بصارت نہیں رکھتے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۶ صہ ۱۵۱ الجزء التاسع۔

اِنَّ الَّذِیْنَ .... الخ

یَقُوْلُ جَلَّ ثَنَاءُهٗ لِهٰؤُلَآءِ الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ .....

اَللّٰهُ جَلَّ ثَنَاءُهٗ بُتوں کی عبادت کرنے والے مُشرکوں کو فرماتا ہے۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ .... الخ

یَقُوْلُ تَعَالٰی ذِکْرُهٗ لِهٰؤُلَآءِ الَّذِیْنَ عَبَدُوا الْاَصْنَامَ..... الخ

بلند ذکر و شان والا اللہ اصنام کی عبادت کرنے والوں کو فرماتا ہے۔

وَمَعْنَی الْکَلَامِ ! وَتَرٰی یَا مُحَمَّدُ اٰلِهَةَ هٰؤُلَآءِ الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ یُقَابِلُوْنَكَ وَیُحَاذُوْنَكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَكَ

لِاَنَّھُمْ لَا اَبْصَارَھُمْ ـــــ

اور معنیٔ کلام یہ ہے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ان مشرک عابدوں کے پتھر ولکڑی کے معبودوں کو دیکھیں آپ بالکل اُن کے سامنے برابر کھڑے ہو جائیں پھر بھی یہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اُن کی آنکھیں ہی نہیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۴ صہ ۲۱۷ الجزء السابع

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ)

حَاجَّھُمْ فِی عِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ (تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ.........

وَسُمِّیَتِ الْاَوْثَانُ عِبَادًا لِاَنَّھَا مَمْلُوْکَۃٌ لِلّٰہِ مُسَخَّرَۃٌ وَ الْمَعْنٰی اَنَّ الْاَصْنَامَ مَخْلُوْقَۃٌ اَمْثَالُکُمْ۔

فرماتے ہیں اللہ کریم نے مُشرکین سے بتوں کی عبادت میں حجت فرمائی ہے۔ تدعون کا معنی ہے تعبدون کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو اور بتوں کو عِبَادٌ اس لیے کہا گیا کہ پتھر ولکڑی کے وہ مجسمے اللہ کی ملکیت و زیرِ حکم ہیں اور اَمْثَالُکُمْ یعنی تمہاری مثل (بندے) ہیں، اس کا مطلب ہے کہ پتھر ولکڑی کے گھڑے ہوئے وہ مجسمے انسانی شکل پر ہیں اور آگے چل کر وَتَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ کے تحت فرماتے ہیں یَعْنِی الْاَصْنَامَ یعنی وہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو اور پھر اُن کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ

کَانَتْ لَھُمْ اَعْیُنٌ مِنْ جَوَاھِرَ مَصْنُوْعَۃٌ۔ اُن بتوں کی مصنوعی آنکھیں ہیں جو (مختلف) جواہرات سے بنائی گئی ہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ صہ ۲۲۲

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ (عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ) یُرِیْدُ اَنَّھَا مَمْلُوْکَۃٌ اَمْثَالُکُمْ ـــــ یعنی جن بتوں کی تم

عبادت کرتے ہو، وہ (تمھارے) ہاتھوں کے گھڑے ہوئے تمھاری طرح انسانی شکل کے مجسمے ہیں، جس طرح تم اللہ کی ملکیت و تسخیر میں ہو اسی طرح یہ بُت بھی اللہ کی ملکیت و تسخیر میں ہیں۔

(وَاِنْ تَدْعُوْ هُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (وَتَرَاهُمْ يَامُحَمَّدُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ) اوراگرآپ ان بُتوں کو بلائیں تو نہ سُنیں، اور آپ ان بتوں کو دیکھیں کہ ان کی آنکھیں آپ کی طرف کُھلی ہوئی ہیں لیکن وہ بصارت نہیں رکھتے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صـ ۲۸۷، ۲۸۸۔

علامہ ابن کثیر اس مذکورہ آیت کے تحت بار بار هٰذِهِ الْاَصْنَامُ اور عَلٰى اَصْنَامِ الْمُشْرِكِيْنَ کہہ کر بُتوں کا اور اُن کے پجاری کافروں کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں (وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَیْ يُقَابِلُوْنَكَ بِعُيُوْنٍ مُصَوَّرَةٍ كَاَنَّهَا نَاظِرَةٌ وَهِيَ جَمَادٌ...... الخ۔ یعنی کہ آپ جب اُن مجسموں کے سامنے آئیں تو وہ مصنوعی آنکھوں سے گویا کہ دیکھنے والے ہیں (حالانکہ وہ دیکھتے نہیں)، کیونکہ وہ پتھر وغیرہ ہی تو ہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۱۵ صـ ۹۲۔

علامہ فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اِس سوال کہ اُن بُتوں کے از قبیل جمادات ہونے کے باوجود اُن کو عِبَادٌ کیوں کہا اس کے جوابات دینے کے بعد (اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَمْشُوْنَ بِهَآ) کے تحت فرماتے ہیں:

اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ: بَيَانُ اَنَّ الْاِنْسَانَ اَفْضَلُ وَ اَكْمَلُ مِنَ الْاَصْنَامِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَهُ رِجْلٌ مَاشِيَةٌ وَيَدٌ بَاطِشَةٌ

وَعَیْنٌ بَاصِرَۃٌ : وَاُذُنٌ سَامِعَۃٌ وَاِذَ کَانَ کَذٰلِکَ کَانَ الْاِنْسَانُ اَفْضَلَ وَاَکْمَلَ حَالاً مِّنَ الصَّنَمِ وَاِشْتِغَالُ الْاَفْضَلِ الْاَکْمَلِ بِعِبَادَۃِ الْاَخَسِ الْاَدْوَنِ جَہْلٌ۔ فَہٰذَا ھُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنْ ذِکْرِ ھٰذَا الْکَلَامِ۔

اس حقیقت کا بیان ہے کہ انسان ہر حال میں بُت سے افضل و اکمل ہے کیونکہ انسان کے لیے چلنے والے پاؤں ہیں اور پکڑنے کے لیے ہاتھ ہیں اور دیکھنے کیلئے آنکھیں ہیں اور سُننے کے لیے کان ہیں اور بُت کے پاؤں (تو گھڑے ہوئے) ہیں لیکن اُن میں چلنے کی طاقت نہیں۔ اور اس کے ہاتھ تو ہیں لیکن پکڑنے کی صلاحیت سے عاری ہیں، آنکھیں تو ہیں لیکن بصارت سے محروم ہیں۔ کان ہیں لیکن سماعت نہیں رکھتے اور جب معاملہ یُوں ہے تو انسان کا ہر حال اور ہر طرح سے۔ بُت سے اکمل و افضل ہونا واضح اور یقینی امر ہے ___ اور افضل و اکمل کا گھٹیا اور حقیر کی عبادت میں مشغول ہونا جہالت ہے۔ پس یہی مقصود ہے اس کلام کا ___

(۷) رُوح البیان جلد ۳ صد ۲۹۵ ۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) اَیْ تَعْبُدُوْنَھُمْ مِنْ دُوْنِہٖ تَعَالٰی مِنَ الْاَصْنَامِ وَتُسَمُّوْنَھُمْ اٰلِہَۃً ...... الخ

یعنی وہ بت جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو اور اُن کا معبُود نام رکھتے ہو ___

(۸) تفسیر خازن جلد ۲ صد ۱۶۹ ۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ)
یَعْنِیْ اَنَّ الْاَصْنَامَ الَّتِیْ یَعْبُدُھَا ھٰؤُلَاءِ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّمَا ھِیَ مَمْلُوْکَۃٌ لِلّٰہِ اَمْثَالُھُمْ .... الخ

یعنی وہ بُت جن کی یہ مُشرک عبادت کرتے ہیں۔ یہ بُت اللہ کی ملکیت میں ہیں (جس طرح ان کے) تمہاری اللہ کی ملکیت میں ہیں۔

وَفِيْهِ سُؤَالٌ وَهُوَ اَنَّهٗ وَصَفَهَا بِاَنَّهَا عِبَادٌ مَعَ اَنَّهَا جَمَادٌ وَ الْجَوَابُ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ لَمَّا ادَّعَوْا اَنَّ الْاَصْنَامَ تَضُرُّ وَتَنْفَعُ وَجَبَ اَنْ يَّعْتَقِدُوْا كَوْنَهَا عَاقِلَةً فَاهِمَةً فَوَرَدَتْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظُ عَلٰى وَفْقِ مُعْتَقَدِهِمْ تَبْكِيْتًا لَّهُمْ وَتَوْبِيْخًا وَلِذٰلِكَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ (فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ) فِيْ كَوْنِهَا اٰلِهَةً وَجَوَابُ اٰخَرُ وَهُوَ اَنَّ هٰذَا اللَّفْظَ اِنَّمَا وَرَدَ فِيْ مَعْرِضِ الْاِسْتِهْزَاءِ بِالْمُشْرِكِيْنَ ...... الخ

اس میں ایک سوال ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن (بتوں) کو لفظِ عباد سے تعبیر فرمایا حالانکہ وہ از قبیل جمادات ہیں۔ جوابؔ اس کا یہ ہے کہ مُشرکین نے جب دعوٰی کیا کہ بُت نقصان اور فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو امر واجب ہے کہ اُن کا اس بات پر بھی اعتقاد ہو کہ یہ بُت عاقل و فاہم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق استعمال فرمائے اور اُن کو اُن کے اِس فاسد عقیدے پر افسوس دِلانے کے لیے اور ڈانٹ ڈپٹ کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے

دُوسرا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ مُشرکوں کے استہزاء کے طور پر وارد ہُوئے ہیں وہ یُوں کہ کافروں کو خطاب کے انداز میں یہ بات فرمائی جا رہی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے مُشرکو جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے معتقدات کے مطابق ان کو زندہ اور عاقل سمجھ بھی لیا جائے تو یہ بُت تمہاری ہی طرح کے بندے ہیں (تمہارے اعتقاد کے مطابق) یعنی اِن کو تم پر کوئی فضیلت تو حاصل نہیں۔ اور جب اِن کو تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تو فَلِمَ عَبَدْتُّمُوْهُمْ وَجَعَلْتُمُوْهُمْ اٰلِهَةً

وَجَعَلْتُمْ اَنْفُسَكُمْ لَهُمْ عَبِيْدًا۔

پس کیوں تم نے ان کی عبادت کو روا رکھا ہے اور اُن کو اپنا معبود اور خود کو ان کا عابد بنا رکھا ہے۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۱۴۶۔

(اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ) مَمْلُوْكَةٌ...الخ

بے شک وہ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمھاری طرح بندے یعنی اللہ کی ملک میں جس طرح تم ہو ویسے ہی یہ بھی اللہ کی ملکیت میں ہیں۔

اور آگے چل کر (وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ) کے تحت فرماتے ہیں اَیِ الْاَصْنَامَ یعنی اگر ان بتوں کو بلاؤ...... الخ

وَتَرَاهُمْ اَیِ الْاَصْنَامَ۔ یعنی آپ ان بتوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کی آنکھیں تمھاری طرف ہیں مگر وہ بصارت نہیں رکھتے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۱۶۳

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ...... الخ

اس آیت کے تحت حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں:

تحقیق جن بتوں کو بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ تعالٰے کے بندے ہیں، تابعدار خدا کے مانند تمھارے (یعنی جیسے تم اللہ کے زیرِ حکم ہو یہ بھی اللہ کے زیرِ حکم ہیں)

آیت (۳) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝ (الرعد ۱۴)

اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اُس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اُس کے مُنہ میں پہنچ جائے اور

وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔ اور کافروں کی ہر دُعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

قرآنِ عظیم کی اس آیت کے ذریعے بھی لوگوں نے محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کی نسبتوں و برکتوں کا تمسخر اڑایا ہے۔ انبیاء اور اولیاء سے استعانت کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں تو واضح طور پر یہ جملہ ہے وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ کہ کافروں کی ہر دُعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

مکۃ المکرمہ میں نازل ہونے والی اس مکی سورت کی اس آیت میں کافروں کا صراحت سے ذکر ہے۔ مگر بُرا ہو تعصّب کا کافروں کے رد میں اُترنے والی آیت مسلمانوں پر چسپاں کی جاتی ہے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴)

کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما اُن (لوگوں) کو خلقِ خدا میں شریر ترین قرار دیتے تھے اور فرماتے۔ کہ انھوں نے کافروں کے رد میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کی ہیں۔

اب اسی مذکورہ آیت کو معتبر تفاسیر کی روشنی میں دیکھیے۔

۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۵۶

(وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ) يَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِهٖ) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ) لَا يَنْفَعُ اِنْ دَعُوْهُمْ (اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ) اِلَّا كَمَا دَّ يَدَيْهِ (اِلَى الْمَآءِ) مِنْ بُعْدٍ (لِيَبْلُغَ فَاهُ) لِكَيْ يَبْلُغَ الْمَاءُ اِلٰى فِيْهِ (وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ) بِتِلْكَ الْحَالِ الْمَآءُ

اِلٰی فِیْہِ اَبَدًا۔

یَقُوْلُ کَمَا لَا یَبْلُغُ الْمَاءُ فَاءَ ھٰذَا الرَّجُلِ کَذٰلِکَ لَا تَنْفَعُ الْاَصْنَامُ مَنْ عَبَدَھَا۔

اور وہ جن کو (یہ مشرکین) اللہ کے علاوہ پوجتے ہیں۔ ان کی کچھ بھی سُنتے یعنی اُن اُن کو بلائیں تو کوئی نفع نہ ہو۔

یہ تو اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص دُور سے پانی کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے تاکہ پانی اس کے مُنہ تک پہنچے جب کہ اس حال میں کبھی بھی پانی اس کے مُنہ تک نہ پہنچے گا تو یہی فرمانِ الٰہی کا مفہوم ہے کہ جس طرح اس شخص کے مُنہ تک اس حال میں پانی نہ پہنچے گا۔ اسی طرح بُت اپنے پجاریوں کو کوئی نفع نہ دیں گے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۸ صـ۲۸ الجزء الثالث عشر ____

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) یَقُوْلُ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ: وَالْاٰلِھَۃُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَھَا الْمُشْرِکُوْنَ اَرْبَابًا وَّاٰلِھَۃً ____

اللہ تعالیٰ اس مقام پر اُن معبودانِ (باطلہ) کے بارے میں فرما رہا ہے جن کو یہ مُشرکین رب سمجھ کر اور معبُود جان کر پکارتے ہیں۔

قارئین کرام! تفسیر ابن جریر کی مذکورہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ کافروں کا بُتوں کو پکارنا بھی اُن کی عبادت کے زُمرے میں ہے کیونکہ وہ اُن کو معبُود سمجھتے تھے ____

(لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ) کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ جریر فرماتے ہیں۔ لَا یَنْفَعُ دَاعِیَ الْاٰلِھَۃِ دُعَاءُہٗ اِیَّاھَا اِلَّا کَمَا لَا یَنْفَعُ بَاسِطَ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ بَسْطُہٗ۔

کہ اِن معبُودانِ باطلہ کو پکارنے والے کی پکار اُسے کوئی فائدہ نہ دے گی۔
جس طرح کہ جو آدمی پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے تو اُس کا ہاتھ پھیلانا اُسے کوئی

فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک کہ پانی اس کی طرف کسی برتن وغیرہ میں بڑھایا نہ جائے۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ صـ ۱۹۷ الجزء التاسع۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) اَیْ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ وَالْاَوْثَانَ۔ یعنی وہ مجسمے اور بُت جن کی یہ کفار و مُشرکین عبادت کرتے ہیں۔ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَہُمْ ...... الخ۔ وہ ان کی کچھ بھی نہیں سُنتے ___ اور آگے چل کر علامہ قرطبی (وَمَا کَانَ دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ) کے تحت فرماتے ہیں اَیْ لَیْسَتْ عِبَادَۃُ الْکَافِرِیْنَ الْاَصْنَامَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ، لِاَنَّہَا شِرْکٌ۔ یعنی کافروں کا بُتوں کی پُوجا کرنا سوائے گمراہی کے کچھ نہیں کیونکہ یہ عبادت شرک ہے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صـ ۱۲

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) اَیْ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی ...... الخ

اور وہ جن کو پکارتے ہیں اُس کے علاوہ یعنی اللہ کریم کے علاوہ جن بتوں کی یہ مُشرکین عبادت کرتے ہیں۔ یہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صـ ۵۲۵۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) اَیْ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَ اٰلِہَۃً غَیْرَ اللّٰہِ ......

یعنی مثال اُن لوگوں کی جو اللہ کے علاوہ اور معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اُس کی طرح ہے جو دُور سے پانی کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے جس طرح وہ اپنے ہاتھ پانی تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے پانی سے محروم ہے۔

فَکَذَالِکَ ہٰؤُلَاءِ الْمُشْرِکُوْنَ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا غَیْرَہٗ لَا یَنْتَفِعُوْنَ بِہِمْ اَبَدًا فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ ___ ۔

پس اسی طرح یہ مشرکین جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتے ہیں، دُنیا و آخرت میں (معبودانِ باطلہ) کی عبادت سے کوئی فائدہ اور فیض حاصل نہیں کر سکتے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۱۹ صـ۲۹ ۔

(وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ) يَعْنِي الْاٰلِهَةَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَهُمُ الْكُفَّارُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ...... الخ

یعنی وہ معبودانِ (باطلہ) جن کو کافر پکارتے ہیں۔

(لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ) مِمَّا يَطْلُبُوْنَهٗ اِلَّا اسْتِجَابَةً كَاسْتِجَابَةِ بَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ جَمَادٌ لَا يَشْعُرُ بِبَسْطِ كَفَّيْهِ وَلَا بِعَطْشِهٖ وَحَاجَتِهٖ اِلَيْهِ وَلَا يَقْدِرُ اَنْ يُّجِيْبَ دُعَاءَهٗ وَيَبْلُغَ فَاهُ فَكَذٰلِكَ مَا يَدْعُوْنَهٗ جَمَادٌ ....

وہ اُن کی کچھ بھی نہیں سُنتے اُن کی طلب و تمنّا کے بھرلانے کے لیے۔ اُن کی استجابت (کسی کی بات سُن کر قبول کرنا)، تو ویسی ہی ہے جیسا کہ پانی کی استجابت اُس شخص کے بارے جو پانی کو آوازیں دیتا ہو کہ میرے مُنہ میں آپہنچے (علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں) کہ عدمِ شعور اور عدم استجابت میں پانی پتھر کی طرح ہے پانی کو نہیں شعور ہوتا کہ میری طرف کسی نے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ نہ اُس کی پیاس کو جانتا ہے اور نہ اُسکی ضرورت کو۔ نہ پانی میں جواب دینے کی طاقت ہے نہ اُس کے مُنہ تک خود بخود پہنچنے کی۔

فَكَذٰلِكَ مَا يَدْعُوْنَهٗ جَمَادٌ ......الخ

پس اسی طرح وہ بُت از قبیل جمادات ہیں جن کو یہ کافر مُشرک پکارتے ہیں۔

(۷) رُوح البیان جلد ۴ صـ ۳۵۵ ۔

(وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ) اَيْ وَالْاَصْنَامُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَهُمْ

یعنی وہ بُت جن کو کافر پکارتے ہیں۔

(۸) تفسیر خازن جلد۳ صـ۵۸۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) یَعْنِیْ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَھُمُ اٰلِھَۃً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَھِیَ الْاَصْنَامُ الَّتِیْ یَعْبُدُوْنَھَا۔

یعنی وہ معبودان (باطلہ) جن کو یہ الٰہ پکارتے ہیں اور وہ بت ہیں جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین صـ۲۰۲۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) یَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِہٖ) اَیْ غَیْرِہٖ وَھُوَ الْاَصْنَامُ۔

جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ اور وہ بت ہیں۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صـ۲۵۲۔

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ...... کے تحت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو بلاتے ہیں اور پکارتے ہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے بتوں کو جو انھیں خدائے تعالیٰ کا شریک کہتے ہیں۔ وہ بت اُن کا پکارنا اور بُلانا نہیں مانتے اور سُنتے اور ان کی حاجت روا نہیں کرتے۔ ان کی مثال ویسی ہے کہ جیسے کوئی پیاسا اپنے دونوں ہاتھ پسارے کنوئیں کے پانی کی طرف اور پکارے پانی کو جو پانی اس کے مُنہ کو پہنچ جاوے بغیر ڈول رسّی کے اور پانی بغیر اسباب کے نہیں پہنچنے والا اس کے مُنہ کو۔ اسی طرح بتوں کی بھی قدرت نہیں جو کسی کا کچھ کام کر سکیں۔ (وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ) اور نہیں ہے بُلانا اور پکارنا کافروں کا بتوں کو مگر بیچ بہلاوے کے اور بہکاوے کے پڑے ہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا کبھی اُن کو بُتوں سے کسی طرح۔

قارئین محترم! آپ نے دیکھا کہ سورۃ الرعد کی اِلَّا کَبَاسِطِ والی آیت کا تمام

مفسرین نے یہی مفہوم بیان فرمایا ہے کہ یہاں بُتوں کے پجاریوں کی جہالت و حماقت بیان کی جارہی ہے۔ کافروں کی نادانی و بے شعوری بیان کی جارہی ہے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اتنی واضح حقیقت کے باوجود کہ عِبَارَۃُ النص سے ثابت ہورہا ہے کہ کافروں کے رد میں یہ آیت اُتری ہے پھر بھی اگر کوئی محض سینہ زوری سے اہلِ ایمان پر چسپاں کرے تو ہم ایسے ہٹ دھرم کو جہنم کا ایندھن بننے سے کیونکر روک سکتے ہیں۔

ع دار اس قدر شدید کہ دشمن ہی کر سکے
چہرہ مگر ضرور کسی آشنا کا تھا!

جگر تھام کر سوچیئے! کیا انبیاء و اولیاء کرام کو بت کہنا یا سمجھنا جائز ہے؟ کیا اُن کے مزاراتِ مقدسہ بتوں کی مثل ہیں؟

جبھی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کافروں کے رد میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کرنے والوں کو خلقِ خدا میں سب سے بڑے شرارتی قرار دیتے ہیں۔ یہ شرارت و شوخی نہیں تو اور کیا ہے کہ اُن کے مزارات کو اصنام و اوثان کا درجہ دیا جائے جنھوں نے زندگیاں بتوں اور اُن کے پجاریوں کی تکذیب و تردید کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اُن کے مزارات پر سلام پیش کرنے کے لیے جانے والوں پر شرک و کفر کے فتوے صادر کیے جائیں جنھوں نے دُنیا کو توحیدِ حق کے اسباق پڑھا کر سلامتی کی راہوں پر گامزن کر دیا۔

ع آفت کی تاک جھانک قیامت کی شوخیاں
پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو!

(۴) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (۲۰ ، ۲۱)

اور اللہ کے سوا جن کو پُوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہُوئے ہیں مُردے ہیں زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہ سے کون مراد ہیں ؟

ملاحظہ ہوں تفاسیر !!

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۶۸، ص ۱۶۹۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا) لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ یَّخْلُقُوْا شَیْئًا کَخَلْقِنَا (وَھُمْ یُخْلَقُوْنَ) یُنْحَتُوْنَ مَخْلُوْقَۃٌ مَنْحُوْتَۃٌ (اَمْوَاتٌ) اَصْنَامٌ اَمْوَاتٌ .... الخ

اور وہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ وہ کسی قسم کی تخلیق پر کوئی قدرت نہیں رکھتے ہماری تخلیق کی طرح۔ بلکہ وہ (بُت) بنائے گئے ہیں گھڑے ہُوئے تراشے بے جان بُت ہیں۔

تفسیر ابن عباس کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہُوا کہ جو کچھ بنا نہیں سکتے اور بے جان مجسمے ہیں یہ بُتوں کا حال ہے نہ کہ محبوبانِ ربّ العالمین کا۔ اور اللہ کریم نے اپنے خواص و عوام بندوں کو تخلیق و ایجاد کی کیسی کیسی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ عنقریب اس کا تذکرہ آیت لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا کے تحت آئے گا۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۸ ص ۹۳ الرابع عشر۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ) یَقُوْلُ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ وَاَوْثَانُکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لَا تَخْلُقُ شَیْئًا وَّھِیَ تُخْلَقُ فَکَیْفَ یَکُوْنُ اِلٰـھًا مَا کَانَ مَصْنُوْعًا مُدَبَّرًا لَا تَمْلِکُ لِاَنْفُسِھَا نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔

والذین یدعون والے اس فرمانِ باری کا مطلب ہے کہ اے لوگو جن بُتوں کو تم

اللہ کے علاوہ معبود مان کر پکارتے ہو یہ کچھ بھی نہیں بناتے بلکہ یہ خود (تمہارے ہاتھوں کے) بنے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ کیسے معبود بن سکتے ہیں جو اپنے آپ کے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

حضرت علامہ ابن جریر آگے (اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ .....) کے تحت واضح فرماتے ہیں۔ وَهِیَ هٰذِهِ الْاَوْثَانُ الَّتِیْ تُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا ــــ کہ یہاں اُن بتوں کا ذکر ہے جن کی عبادت (مشرکین) کرتے تھے۔ یہ اموات ہیں یعنی ان میں روحیں نہیں ہیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ صہ ۶۳ الجز العاشر۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا) اَیْ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی خَلْقِ شَیْءٍ (وَهُمْ یُخْلَقُوْنَ) (اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ) اَیْ هُمْ اَمْوَاتٌ یَعْنِی الْاَصْنَامَ لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ اَیْ هِیَ جَمَادَاتٌ فَکَیْفَ تَعْبُدُوْنَهَا وَاَنْتُمْ اَفْضَلُ مِنْهَا بِالْحَیٰوةِ۔

اللہ کے علاوہ جن معبودانِ باطلہ کو یہ (مشرکین) پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ وہ اموات ہیں یعنی بے جان بُت ہیں۔ جن میں ارواح نہیں ہیں، نہ سُنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں۔ یعنی جمادات ہیں۔ پس اے مشرکو! تم کیسے اُن کی عبادت کو روا رکھتے ہو جن سے تم افضل ہو کہ تم میں زندگی ہے اور یہ بے جان مجسمے ہیں۔

حضرت علامہ قرطبی مزید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُبْعَثُ الْاَصْنَامُ وَتُرَکَّبُ فِیْهَا الْاَرْوَاحُ وَمَعَهَا شَیَاطِیْنُهَا فَیَتَبَرَّءُوْنَ مِنْ عِبَادَتِهَا ثُمَّ یُؤْمَرُ بِالشَّیَاطِیْنِ وَالْمُشْرِکِیْنَ اِلَی النَّارِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) بُتوں کو اُٹھایا

جائے گا، اُن میں رُوحیں پیدا کی جائیں گی اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین ہونگے۔ پھر بُت اپنے پُجاریوں سے برائت و بے زاری کا اظہار کریں گے۔ پھر اُن سب شیطانوں و مُشرکوں کو جہنم میں جانے کا حکم سنایا جائے گا۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۶۵ الجزء الرابع عشر۔

(وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ) (اَمْوَاتٌ) اَيِ الْاَصْنَامُ (غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (اَيَّانَ) مَتٰى (يُبْعَثُوْنَ) وَالْقُرْاٰنُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاَصْنَامَ تُبْعَثُ وَتُجْعَلُ فِيْهَا الْحَيٰوةُ فَيَتَبَرَّءُ مِنْ عَابِدِيْهَا ــــ جن معبودانِ (باطلہ) کو یہ پکارتے ہیں یعنی بتوں کو وہ بے جان مجسمے ہیں وہ بُت نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس کے بعد علامہ ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی صاحبِ تفسیر معالم التنزیل فرماتے ہیں:

قرآن دلالت کرتا ہے کہ بُتوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور ان میں زندگی پیدا کی جائے گی پھر وہ اپنے پجاریوں سے نفرت و بے زاری کا اظہار کریں گے۔

(۵) تفسیر ابنِ کثیر جلد ۲ ص ۵۸۶

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ...... کے تحت علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَخْبَرَ اَنَّ الْاَصْنَامَ الَّتِيْ يَدْعُوْنَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ (اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ) وَقَوْلُهٗ (اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ) اَيْ هِيَ جَمَادَاتٌ لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا فَلَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَعْقِلُ ....

پھر (اللہ عزّ وجل نے) خبر دی کہ بے شک بُت جن کو یہ پکارتے ہیں، وہ کچھ نہیں

بناتے (بلکہ وہ بنائے گئے ہیں (پھر ایک اور آیت نقل فرماتے ہیں) کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جنھیں تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے اور اموات ہیں یعنی جمادات ہیں، اُن میں نہ تو اَرواح ہیں اور نہ سماعت و بصارت رکھتے ہیں اور اُنھیں شعور بھی نہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۰ صـ۱۱ ، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶۔

علامہ فخرالدین رازی نے انتہائی شرح و بسط سے بتوں اور ان کے پجاریوں کا حال بیان کیا ـــــ اور اپنے روایتی انداز میں خوب سوالات قائم کرکے اُن کے جوابات دیتے ہوئے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں تحریر کیا۔

اِنَّ هٰذَا الْکَلَامَ مَعَ الْکُفَّارِ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ ـــــ

کہ یہ اُن کافروں کے بارے میں کلام ہے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۵ صـ۲۳ ، ۲۴۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) اَیْ وَالْاٰلِهَةُ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَهَا الْکُفَّارُ وَالدُّعَاءُ بِمَعْنَی الْعِبَادَةِ فِی الْقُرْاٰنِ کَثِیْرٌ ـــــ

یعنی وہ معبود جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں۔ اور دُعا بمعنی عبادت قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صـ۱۱۷ ، ۱۱۸۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ الَّتِیْ یَدْعُوْنَهَا اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

یعنی وہ بُت جن کو یہ (مشرکین) معبود سمجھ کر پکارتے ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین صـ۲۱۷۔

(وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) یَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) وَهُوَ الْاَصْنَامُ (لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ) یُصَوَّرُوْنَ مِنَ الْحِجَارَةِ وَغَیْرِهَا ..... الخ

یعنی وہ بُت جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خود وہ پتھر وغیرہ سے بنائے گئے ہیں۔

(نوٹ) یہ کہنا کہ انھوں نے بُتوں کو معبُود جان کر پکارا یا یہ کہنا کہ انھوں نے بُتوں کی عبادت کی دونوں کا ایک ہی مفہُوم ہے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صـ ۲۷۱

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۔
اور جن کو پُوجتے ہیں مکے کے لوگ سوائے خدائے تعالیٰ کے (انھوں نے) کوئی چیز نہیں پیدا کی اور نہیں پیدا کر سکتے کیونکہ پیدا کریں جو وہ آپ پیدا کیے ہُوئے ہیں یعنی بنائے ہوئے ہیں یہ بُت اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ج وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ٥ مُردے ہیں جیتے ہُوئے نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ پھر کب جی اٹھیں گے یہ یا ان کے پُوجنے والے!! کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بتوں کو جاندار اٹھادیں گے تو وہ اپنے پوُجنے والوں کو جھٹلادیں گے۔ اور بے زار ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں نہیں پُوجتے تھے۔ بلکہ دل کی خوشی کرتے تھے۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ کتنے بڑے بڑے مایۂ ناز مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کا کھول کر مطلب بیان کرتے ہُوئے صراحت کردی کہ یہاں کافروں کا ذکر ہے جنھوں نے بندگی کرنے کے لیے پتھر، لکڑی وغیرہ کے معبوُد بنا رکھے تھے اور انھیں کے آگے زانوئے تَعَبُّد طے کرتے تھے افسوس مگر یہ ہے کہ یہی آیت مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے اور ان کو بے ایمان ومشرک ثابت کرنے والے خود مُسلمان کہلانے والے ہیں ——

وار اس قدر شدید کہ دُشمن ہی کر سکے!
چہرہ مگر ضرور کسی آشنا کا تھا

(۵) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○ (بنی اسرائیل ۵۶/۵۷)

تم فرماؤ پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دُور کرنے اور پھیر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پُوجتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ اُن میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمھارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

قبل اس کے کہ تفاسیر سے مذکورہ آیت کی وضاحت کی جائے۔ بخاری شریف سے اس آیت کا شانِ نزول پیش کرتے ہیں۔

بخاری جلد ۲ صہ ۶۸۵۔

اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْجِنِّ كَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَاَسْلَمُوْا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ کُچھ لوگ بعض جنّات کی عبادت کرتے تھے، پھر وہ جنّ تو مُسلمان ہو گئے (لیکن یہ پُجاری انھیں پُوجتے رہے)

قارئین کرام! دوپہر کے سُورج کی طرح واضح ہو گیا کہ ایسی آیات میں يَدْعُوْنَ کا معنی يَعْبُدُوْنَ ہے۔ بخاری شریف میں جہاں اس کا شانِ نزول بیان ہُوا وہاں دو مرتبہ يَعْبُدُوْنَ آیا ہے (البخاری جلد ۲ صہ ۶۸۵)

اب بھی اگر کوئی بخت کا مارا نہ سمجھے اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں

رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرے کہ انھوں نے متعدد آیات میں یَدْعُوْنَ کا معنی یَعْبُدُوْنَ کر کے قرآنی تعلیمات میں دخل اندازی کی ہے تو اُسے کم از کم بخاری شریف کی مذکورہ حدیث کو ہی مان لینا چاہیئے مگر وہ کیسے مانے جس کا وظیفہ ہی لَا نُسَلِّمُ ہے۔

تفاسیر کے حوالے

(۱) تفسیر ابن عباس صہ ۱۷۹ ۔

(قُلْ) یَا مُحَمَّدُ لِخُزَاعَةَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ وَظَنُّوْا اَنَّهُمُ الْمَلَآئِکَةَ (اُدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ) عَبَدْتُمْ (مِنْ دُوْنِهٖ) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِنْدَ الشِّدَّةِ (فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ) رَفْعَ الشِّدَّةِ عَنْکُمْ (تَحْوِیْلًا) اِلٰی غَیْرِکُمْ ...... الخ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ بنی خزاعہ کے ان کافروں کو فرمادیں جو جنات کو فرشتے سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں اُن سے فرماؤ کہ بلاؤ ان کو جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو سختی کے وقت پس نہ تو وہ جنات سختی تم سے رفع کرسکتے ہیں اور نہ تم سے پھیر کر کسی اور پر ڈال سکتے ہیں ــــ الخ

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۹ صہ ۱۰۲ الجزء الخامس عشر۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ ....

یَقُوْلُ تَعَالٰی ذِکْرُهٗ لِنَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِمُشْرِکِیْ قَوْمِكَ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهٖ اُدْعُوْا اَیُّهَا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ اَرْبَابٌ وَاٰلِهَةٌ مِنْ دُوْنِهٖ ....

اللہ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم آپ اپنی قوم کے اُن مشرکوں سے فرما دیجئے جنھوں نے اللہ کے علاوہ اُس کی مخلوق کی عبادت کی کہ بلاؤ اے لوگو اُن کو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ رب اور معبود بنا رکھا ہے ...الخ

اور آگے چل کر مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ :

کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْمَلَائِکَةَ وَعُزَیْرًا وَالْمَسِیْحَ وَبَعْضُھُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ ـــــ

کہ وہ عبادت کرتے تھے ملائکہ، حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اور بعض جنوں کی عبادت کرتے تھے ـــــ

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ صد ۱۸۱ الجزء العاشر

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ٥

لَمَّا ابْتُلِیَتْ قُرَیْشٌ وَشَکَوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَةَ ـ

اَیْ اُدْعُوا الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَزَعَمْتُمْ اَنَّھُمْ اٰلِھَةٌ وَقَالَ الْحَسَنُ یَعْنِی الْمَلَائِکَةَ وَعِیْسٰی وَعُزَیْرًا ـ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَعْنِی الْجِنَّ ـــــ

(حضرت علامہ قرطبی) فرماتے ہیں اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اب اُن کو بلاؤ جن کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو اور جنھیں تم نے معبود سمجھ رکھا ہے حسن کہتے ہیں یعنی ملائکہ اور حضرت عُزیر اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ابن مسعود فرماتے ہیں وہ جن جنھیں انھوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا ـــــ

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○

وَذَالِكَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ اَصَابَهُمْ قَحْطٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى اَكَلُوا الْكِلَابَ وَالْجِيَفَ فَاسْتَغَاثُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْعُوْ لَهُمْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (قُلْ) لِلْمُشْرِكِيْنَ (ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهَا اٰلِهَةٌ مِّنْ دُوْنِهٖ) ...... الخ

علامہ ابن مسعود البغوی الشافعی فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ پر اتنا شدید قحط پڑا کہ کتے اور مردار کھانے تک نوبت پہنچ گئی۔ پھر انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ اُن کے لیے دُعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اِن مشرکوں کو فرما دیجیے کہ اب اُنھیں ہی پکارو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے۔

(اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ) يَعْنِى الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّهُمْ اٰلِهَةٌ وَّيَعْبُدُوْنَهُمْ ——

یعنی وہ جن کے معبود ہونے کا مشرکوں نے دعویٰ کیا ہے اور ان کی عبادت کرتے ہیں

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۰۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○

کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ كَانَ اَهْلُ الشِّرْكِ يَقُوْلُوْنَ نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَالْمَسِيْحَ وَعُزَيْرًا کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہم عبادت کرتے ہیں فرشتوں کی اور عیسیٰ اور عزیر کی۔ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)

اور اس کے بعد بخاری شریف کی وہ روایت نقل کرتے ہیں جو امام بخاری نے اسی مذکورہ آیت کے شانِ نزول و تفسیر میں بخاری جلد ۲ صہ ۶۸۵ پر درج فرمائی ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ قَوْلِهٖ (اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ) قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْجِنِّ كَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَاَسْلَمُوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰٓؤُلَآءِ بِدِيْنِهِمْ۔

کہ کچھ جنوں کی عبادت کی جاتی تھی پس وہ جن تو اسلام لے آئے! ایک اور روایت میں ہے کہ کچھ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے پس وہ جن تو اسلام لے آئے مگر اُن کے پُجاری اپنے اُسی طریقہ پر قائم رہے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۰ صہ ۲۳۰۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝

اِعْلَمْ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَلرَّدُّ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ ذَكَرْنَا اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ لَنَا اَهْلِيَّةٌ اَنْ نَشْتَغِلَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ فَنَحْنُ نَعْبُدُ بَعْضَ الْمُقَرَّبِيْنَ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ثُمَّ اِنَّهُمْ اتَّخَذُوْا لِذٰلِكَ الْمَلَكِ الَّذِيْ عَبَدُوْهُ تِمْثَالًا وَصُوْرَةً وَاشْتَغَلُوْا بِعِبَادَتِهٖ عَلٰى هٰذَا التَّاْوِيْلِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اِحْتَجَّ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِهِمْ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ۔

تو جان لے کہ اس آیت سے ان مشرکین کا رَد مقصود ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ ہم میں اتنی اہلیت نہیں کہ ہم اللہ کی عبادت میں مشغول ہو

سکیں پس ہم اُس کے مقرب بندوں کی عبادت کرلیتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں پھر اُنہی ملائکہ کی مُشرکین اپنے گمان کے مطابق صُورتیں اور تمثیلیں بنالیتے اور اُن کی عبادت میں مشغول ہو جاتے اس تاویل پر اللہ تعالیٰ نے حجت قائم فرمائی اُن کے اس دعوٰی کے بطلان کے لیے۔

اس کے بعد علامہ فخرالدین رازی یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ :

قِيْلَ : إِنَّهَا نَزَلَتْ فِى الَّذِيْنَ عَبَدُوْا الْمَسِيْحَ وَعُزَيْرًا، وَقِيْلَ إِنَّ قَوْمًا عَبَدُوْا نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ النَّفَرُ مِّنَ الْجِنِّ وَبَقِيَ أُولٰئِكَ النَّاسُ مُتَمَسِّكِيْنَ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہُوئی جنھوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السّلام کی عبادت کی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیشک ایک قوم نے جنّوں کی عبادت کی پھر وہ جِن تو مسلمان ہو گئے لیکن اُنکے پُجاری اُن کی عبادت پر ڈٹے رہے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۵ صہ ۱۷۳ ۔

(قُلِ ادْعُوْا) بخوانید ای مشرکان مکہ (الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ) اَنَّهُمْ اٰلِهَةٌ (مِنْ دُوْنِهٖ) أَىْ مُتَجَاوِزِيْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَالْمَلَائِكَةِ وَالْمَسِيْحِ وَاُمِّهٖ وَعُزَيْرٍ ــــــ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ان مشرکین مکّہ کو فرماؤ کہ بلاؤ اُن کو جن کو تم نے لائق عبادت بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ سے تجاوز کرتے ہُوئے جیسے کہ فرشتوں، حضرت عیسےٰ علیہ السّلام، اُن کی والدہ محترمہ اور حضرت عزیز علیہ السلام کو۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صہ ۱۷۸

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ ...... الخ

وَذَالِكَ اَنَّ الْكُفَّارَ اَصَابَهُمْ قَحْطٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى اَكَلُوْا الْكِلَابَ وَالْجِيَفَ فَاسْتَغَاثُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْعُوْلَهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ اٰلِهَةٌ مِّنْ دُوْنِهٖ (فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ) اَيِ الْجُوْعِ وَالْقَحْطِ (وَلَا تَحْوِيْلًا) اَيْ اِلٰى غَيْرِكُمْ اَوْ تَحْوِيْلُ الْحَالِ مِنَ الْعُسْرِ اِلَى الْيُسْرِ وَمَقْصُوْدُ الْاٰيَةِ الرَّدُّ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ قَالُوْا لَيْسَ لَنَا اَهْلِيَّةٌ اَنْ نَشْتَغِلَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ فَنَحْنُ نَعْبُدُ الْمُقَرَّبِيْنَ اِلَيْهِ وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ثُمَّ اِنَّهُمْ اتَّخَذُوْا لِذَالِكَ الْمَلَكِ الَّذِيْ عَبَدُوْهُ تِمْثَالًا وَصُوْرَةً وَقَدِ اشْتَغَلُوْا بِعِبَادَتِهٖ ..... الخ

علامہ علاؤ الدین علی الخازن مذکورہ آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کافروں کا اتنے شدید قحط سے پالا پڑا کہ نوبت کتے اور مُردار کھانے تک جا پہنچی۔ پس انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ آپ اُن کے لیے دُعا کریں تو اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِن (مشرکوں سے) فرما دو کہ اب انھیں ہی بلاؤ جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے۔

پس وہ تم سے بھوک اور قحط سالی دُور نہیں کر سکتے اور نہ اسے کسی اور کی طرف پھیر سکتے ہیں۔ اور نہ تمھاری حالتِ تنگی کو حالتِ فراخی سے بدل سکتے ہیں اور مقصود اس آیت سے رَد کرنا ہے اُن مشرکوں کا جو کہتے کہ ہم میں اہلیت نہیں کہ ہم (براہِ راست) اللہ کی عبادت کر سکیں لہٰذا ہم اُس کے بعض مقرب بندوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور پھر انھوں نے اُن فرشتوں کی اپنے گمان کے مطابق تمثیلیں اور صُورتیں گھڑ لیں اور اُن کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

اس کے علاوہ علامہ خازن نے اور روایتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ جن میں یہ بھی

ہے کہ :

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْعَرَبِ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ اُولٰئِكَ الْجِنُّ وَلَمْ يَعْلَمِ الْاِنْسُ بِذَالِكَ فَتَمَسَّكُوْا بِعِبَادَتِهِمْ فَعَيَّرَهُمُ اللهُ وَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ـــــــ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عرب کے اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہُوئی ہے جو بعض جنّوں کی عبادت کرتے تھے پس وہ جن تو مُسلمان ہوگئے، لیکن اُن کے پُجاری انسان بے علم ہی رہے، پس وہ اُنہی کی عبادت پر قائم رہے تو اللہ نے اُن کو عار دلانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

(۹) تفسیر جلالین صد ۲۳۴

(قُلْ) لَهُمْ (ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ) اَنَّهُمْ اٰلِـهَةٌ (مِنْ دُوْنِهٖ) كَالْمَلَائِكَةِ وَعِيْسٰى وَعُزَيْرٍ ــــــ

فرما دیجئے آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہ بلاؤ اُن کو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ سزاوارِ عبادت ٹھہرا رکھا ہے، جیسے کہ ملائکہ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت عُزیر علیہ السلام۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صد ۲۹۲، ۲۹۳۔

(قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ......) کہہ پکارو تم اُن کو جن کو جانتے تھے تم سوائے خدائے تعالیٰ کے جو وہ تمہاری اس مصیبت کو اور قحط کو تم پر سے دُور کریں۔ تم اُن کا فرو بہتیرا کہو گے انھیں پر وہ دُور نہ کر سکیں گے سختی قحط کی تم سے دُور کرنا اور نہ اس حال کو پھیر سکیں گے! کہتے ہیں ایک قوم فرشتوں کو پُوجتی تھی اور ایک فرقہ دیووں کی بندگی کرتا تھا۔ سو اُن کے حق میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

يَبْتَغُوْنَ .... الخ وہ گروہ یعنی فرشتے اور دیو جن کو یہ کافر پوجتے ہیں اور اُن کی بندگی کرتے ہیں وہ ڈھونڈتے ہیں طرف رب اپنے کے وسیلہ جو کوئی کہ ہے نزدیکی .... الخ

قارئین محترم ! دیکھا آپ نے سب مفسرین نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ اللہ کے علاوہ وہ جن کی عبادت کافروں نے کی ۔ حالانکہ قرآنِ پاک کی اس آیت میں لفظِ عبادت نہیں لیکن مفہوم و ترجمہ میں سبھی نے عبادت ہی مُراد لی حتّٰی کہ امام بخاری بھی اس حقیقت سے نقاب کشائی فرما رہے ہیں کہ وہ جن جنھیں مُشرکین نے معبُود جان کر اُن کی عبادت کی ۔ اب اس آیت اور اس کی تفسیروں سے دو چیزیں خاص طور پر سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ یہاں ذکر کافروں اور مشرکوں کا ہے ۔

دُوسری یہ کہ اللہ کے علاوہ کی عبادت کا ذکر ہے ۔ حالانکہ اللہ قدّوس کے علاوہ کوئی بھی ہستی خواہ کتنی ہی محترم و محتشم کیوں نہ ہو لائقِ عبادت نہیں اور یہی عقیدہ اہلِ سُنّت کا ہے تو جو شخص یہ سب کچھ جانتے ہُوئے بھی کافروں کے رَدّ میں اُترنے والی آیت مومنوں پر چسپاں کرے تو کیا یہ شرارتوں اور شقاوتوں کی انتہا نہیں ؟

امامِ اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی جب پہلی نظر روضۂ اقدس پر پڑتی ہے تو یوں گویا ہوتے ہیں :

ے پیشِ نظر وہ نَو بہار ، سجدے کو دِل ہے بے قرار
روکیئے سر کو روکیئے ہاں یہی تو امتحان ہے

غور فرمایئے جن کا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی عقیدہ ہو کہ انھیں سجدہ کرنا جائز نہیں اُن کو شرک کے طعنے دینا کس حد تک درست ہے ؟

(٦) اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ
اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ (الكهف ۱۰۲)

تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے ۔ بیشک

ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہوئے اس کے محبوب بندوں کو ماننا بے سود ہے خالقِ کائنات سے منہ موڑ کر کفر و سرکشی کرتے ہوئے اُس کے بندوں سے دوستی و محبت رکھنا معبودِ حقیقی کی عبادت سے اعراض کر کے مخلوق کی عبادت پر کمربستہ ہو جانا شقاوت و جہالت کی انتہا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت اُتری ہے، ورنہ اس کا یہ مطلب لینا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ولی ماننا مسلمان کے لیے جائز نہیں تو یہ مطلب لینا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کریم خود فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ــــــ

کہ تمھارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ــــــ

تو پتہ چلا کہ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ والی آیت میں اُس ولی کا ذکر ہے جو اللہ کے مقابلے میں بنایا جائے اور اللہ کا انکار کر کے کسی کو اپنا حمایتی تصور کیا جائے۔ تو ایسا کرنے والا کافر ہے، اس آیت میں بھی اُن کے کافر ہونے کی صراحت موجود ہے۔ تو اب جو شخص یہی آیت پڑھ کر اہل ایمان کو کافر ثابت کرنے کے لیے بضد ہو تو اوّلاً اُسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان پیش کرتے ہیں:

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴)

اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما ان (لوگوں) کو ساری خلقِ خدا سے انتہائی شرارتی قرار دیتے اور فرماتے کہ انھوں نے کافروں کے بارے میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کر دیں ہیں۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا ستم کیشی تمھاری کو
اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

آیئے اب اسی آیت کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھتے ہیں :

(۱) تفسیر ابن عباس صد ۱۸۹۔

(أَفَحَسِبَ) أَفَيَظُنُّ (الَّذِينَ كَفَرُوا) بِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْقُرْآنِ (أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي) أَنْ يَعْبُدُوا عِبَادِي (مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) أَرْبَابًا أَنْ يَنْفَعُوهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ———

تو وہ لوگ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ساتھ کفر کیا ہے کیا انھوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میرے علاوہ میرے بندوں کو رب مان کر اُن کی عبادت کرنے سے انھیں دُنیا و آخرت میں نفع حاصل ہو گا؟

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۹ صد ۳۱ الجزء السادس عشر۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ۔ يَقُولُ عَزَّ ذِكْرُهُ أَفَظَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللهِ مِنْ عَبَدَةِ الْمَلَائِكَةِ وَالْمَسِيحِ أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِيَ الَّذِينَ عَبَدُوهُمْ مِنْ دُونِ اللهِ أَوْلِيَاءَ يَقُولُ كَلَّا بَلْ هُمْ لَهُمْ أَعْدَاءٌ۔

اللہ قدوس کہ جس کا عزت والا ذکر ہے فرماتا ہے کہ وہ کافر جنھوں نے فرشتوں اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی عبادت کی کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ (فرشتے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام) اُن کے دوست و حمایتی ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو ان (کافروں) کے دُشمن ہیں ———

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۶ صد ۴۴ الجزء الحادی عشر۔

(أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا) أَيْ ظَنَّ (أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي) يَعْنِي عِيسَىٰ وَالْمَلَائِكَةَ وَعُزَيْرًا (مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) وَلَا أُعَاقِبُهُمْ۔

یعنی کیا کافروں نے گمان کر رکھا ہے کہ وہ میرے بندوں عیسٰی علیہ السلام، فرشتوں اور حضرت عزیر علیہ السلام کو مجھ سے منہ موڑ کر اپنا دوست بنالیں گے (اور کیا یہ سمجھ رکھا ہے کہ) میں اُن کافروں کو سزا نہ دوں گا۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صـ ۱۸۵۔

(اَفَحَسِبَ) اَفَظَنَّ (الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ) اَرْبَابًا عِیْسٰی وَالْمَلٰٓئِکَةَ کَلَّا بَلْ ھُمْ لَھُمْ اَعْدَآءٌ وَ یَتَبَرَّءُوْنَ مِنْھُمْ۔

وہ کافر جنھوں نے میرے بندوں عیسٰی علیہ السلام اور فرشتوں کو (میرے مقابلے میں) رب بنا رکھا ہے۔

کیا وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام و (عزیر علیہ السلام) اور فرشتے اُن کے دوست خیر خواہ ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اُن کے دُشمن ہیں۔ اور اُن سے بے زاری و براءت کا اظہار کریں گے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صـ ۱۱۵۔

(اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ) اَیْ اِعْتَقَدُوْا اَنَّھُمْ یَصْلُحُ لَھُمْ ذٰلِکَ وَ یَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ (کَلَّا سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِھِمْ وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْھِمْ ضِدًّا)

کافروں نے میرے جن بندوں کو میرے مقابلے میں اپنے حمایتی و دوست سمجھ رکھا ہے کیا یہ اعتقاد کسی قسم کی صلاحیت (دوستی) و نفع کو متضمن ہے؟ (ہرگز ہرگز نہیں) وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے بلکہ اُن کی مخالفت کریں گے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۱ صـ ۱۷۳۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَمَّا بَیَّنَ مِنْ حَالِ الْکَافِرِیْنَ اَنَّھُمْ اَعْرَضُوْا

عَنِ الذِّكْرِ وَعَنِ اسْتِمَاعِ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ اَتْبَعَهُ بِقَوْلِهِ (اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَآءَ) وَالْمُرَادُ اَفَظَنُّوْا اَنَّهُمْ يَنْتَفِعُوْنَ بِمَا عَبَدُوْهُ مَعَ اِعْرَاضِهِمْ عَنْ تَدَبُّرِ الْاٰيَاتِ وَ تَمَرُّدِهِمْ عَنْ قَبُوْلِ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ رَسُوْلِهٖ وَهُوَ اسْتِفْهَامٌ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوْبِيْخِ۔

جان لے کہ جب اللہ عزوجل نے بیان کیا حال کافروں کا کہ انھوں نے اعراض کیا ہے نصیحت سے، جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کو سننے سے، تو اللہ قدوس نے پھر اس کے بعد فرمایا کیا گمان کر لیا ہے کافروں نے۔ وہ میرے بندوں کو میرے مقابلے میں حمایتی بنالیں گے ؟

اس سے مراد یہ ہے کہ کیا انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آیاتِ الٰہیہ سے مُنہ پھیر کر اور خدا اور رسُول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے بغاوت کر کے میرے بندوں کی عبادت سے فائدہ حاصل کر لیں گے ہرگز نہیں ۔ اور یہ استفہام توبیخ کے لیے ہے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۵ صہ ۳۰۳ ۔

(اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اَیْ اَكَفَرُوْا بِیْ مَعَ جَلَالَةِ شَاْنِیْ فَحَسِبُوْا وَظَنُّوْا (اَنْ يَتَّخِذُوْا عِبَادِیْ) مِنَ الْمَلَآئِكَةِ وَعِيْسٰى وَ عُزَيْرٍ وَهُمْ تَحْتَ سُلْطَانِیْ وَمَلَكُوْتِیْ۔ (مِنْ دُوْنِیْ) مُجَاوِزِيْنَ اِيَّایَ اَیْ تَارِكِيْنَ عِبَادَتِیْ (اَوْلِيَآءَ) مَعْبُوْدِيْنَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ بَاْسِیْ ـــــــ

میری جلالتِ شان کے باوجود میرے ساتھ کفر کرنے والوں نے کیا یہ سوچ رکھا ہے کہ میرے علاوہ بندوں ملائکہ، عیسےٰ علیہ السلام اور عُزیر علیہ السلام کو جو کہ میری سلطنت و مملکت میں (میرے پیارے بندے) ہیں اُن کو معبود بنا کر اُن کی مدد حاصل کر لیں گے۔ (ہرگز نہیں)

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صد ۲۷۷۔

اَفَحَسِبَ اَیْ اَفَظَنَّ (الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ) یَعْنِیْ اَرْبَابًا یُرِیْدُ عِیْسٰی وَالْمَلَآئِکَۃَ بَلْ ھُمْ لَھُمْ اَعْدَآءٌ وَّیَتَبَرَّءُوْنَ مِنْھُمْ ـــــ

کیا پس گمان کیا ہے کافروں نے کہ میرے مقابلے میں میرے بندوں عیسےٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو رب مان کر (نفع حاصل کرلیں گے ہرگز نہیں) بلکہ وہ تو اُن کافروں کے دشمن ہوں گے اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے۔

(۹) تفسیر جلالین صد ۲۵۳۔

(اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ) اَیْ مَلَآئِکَتِیْ وَعِیْسٰی وَعُزَیْرًا (مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ) اَرْبَابًا اَظَنُّوْا اَنَّ الْاِتِّخَاذَ الْمَذْکُوْرَۃَ لَا یُغْضِبُنِیْ وَلَا اُعَاقِبُھُمْ عَلَیْہِ کَلَّا۔

میرے علاوہ میرے بندوں ملائکہ، حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو رب ماننے والوں نے کیا یہ سوچ رکھا ہے کہ اُن کا یہ اندازِ فکر و عمل مجھے غضبناک نہیں کرے (کیا انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے) کہ اُن کی اس بے دینی پر میں اُن کو سزا نہ دونگا ہرگز نہیں (اُن کا گمان پُورا نہ ہوگا اور اُنھیں سزا مل کر رہے گی)

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صد ۳۱۱۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ

کیا سمجھتے ہیں کافر جو پکڑیں گے قیامت کے دِن میرے بندوں کو سوائے میرے دوست اپنا یعنی یہ کافر جو مجھے چھوڑ کر حضرت عیسےٰ اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس واسطے کے سمجھتے ہیں کہ قیامت میں ہمیں وہ عذابِ خدا سے چھڑاویں گے یہ غلط سمجھتے ہیں وہ ہرگز نہیں چُھڑا سکیں گے۔

قارئین محترم! آپ غور فرمائیں کہ وہ آیات جن میں واضح طور پر کافروں کا ذکر ہو۔ اُن کی بغاوتوں وشقاوتوں کے تذکرے ہوں۔ اُن کی بے دینی و حق دشمنی کا صراحت سے بیان ہو۔ اور تمام مفسرین شرح و بسط سے بیان کرتے ہوں کہ یہاں کافروں کے کفر و سرکشی کا بیان ہے۔

مگر اس کے باوجود جو لوگ مسلمانوں پر اس قسم کی آیات چسپاں کرتے ہوں مزارات مقدسہ کی زیارت کے لیے حاضری دینے والوں کو ایسی آیتیں پڑھ پڑھ کر طعنے دیتے ہوں۔ اور آیاتِ قرآنیہ سے وہ مفہوم لیتے ہوں جو پورے قرآن میں سے کسی جگہ سے بھی اخذ نہ ہوتا ہو۔ اور نہ ائمہ تفسیر نے وہ مفہوم مراد لیا ہو۔ تو کیا یہ اصلاح کے نام پر انتشار کی انتہا نہیں کیا علم کے نام پر جہالت کی حد نہیں؟

کیا یہ کتاب و سنت کے نام پر طغیان و بدعت نہیں۔ کہ ایک طرف تو لوگوں کو یہ تأثر دینا ہم کتاب و سنت کے حامی کسی کو گالی نہیں دیتے گالیوں کے بدلے میں قرآن پڑھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں پر الزامِ شرک تھوپ دینا۔

حالانکہ شرک سے بڑی گالی اور کیا ہو سکتی ہے

؎ کسے خبر تھی لے کر چراغِ مصطفویؐ
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

(۷) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ○ (الحج ۷۳)

وہ جنھیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا گیا ______

قارئین محترم! تَدۡعُوۡنَ بمعنی تَعۡبُدُوۡنَ ہے۔

اور وہ بُت ہیں جن کی کافر پُوجا کرتے تھے، اُن بتوں کے بارے میں فرمایا
رہا ہے کہ یہ معبُودانِ باطلہ) ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔

حضرات آپ غور کریں اس آیت کو انبیاء کرام پر کس طرح چسپاں کیا جا سکتا
جب کہ سیدنا حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡهِ فَیَکُوۡنُ
طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ـــــــ

بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی مُورت بناتا ہُوں پھر اس میں
پھُونک مارتا ہُوں تو وہ ہو جاتی ہے پرندہ۔

تو جو مکھی نہیں بنا سکتے وہ بُت ہیں۔ ہمارا اس حقیقت پر بھی ایمان ہے اور
اللہ کے حکم سے مٹی کی مُورتیں تخلیق کر کے اُس میں پھُونک کر زندہ پرندہ بنا دے
ہمارا اس پر بھی ایمان ہے۔

قرآن کہتا ہے وہ مکھی نہیں بنا سکتے یعنی بُت۔

اِدھر اللہ تعالیٰ کی خداداد عقلِ سلیم سے کام لے کر کتنے کتنے بڑے جہاز آدمی نے
بنا ڈالے کہ مکھی سے اُونچا ہو کر اُڑتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے سائنسی آلات سے لیکر
بڑی سے بڑی مشنری تک جو چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں بجلی اور بجلی کی مصنوعات
سائیکل، کار، بس، ریل گاڑی، کارخانے فیکٹریاں سب کی سب انسان نے بنائی
ہیں۔

آیئے! اب اسی آیت کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھیں۔

(۱) تفسیر ابنِ عباس صہ ۲۱۱۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ) تَعۡبُدُوۡنَ (مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ) مِنَ الۡاَوۡثَانِ

(لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا) لَنْ يَّقْدِرُوْا اَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (وَلَوِاجْتَمَعُوْا لَهٗ) لَوِاجْتَمَعَ الْعَابِدُ وَالْمَعْبُوْدُ .... (وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ) يَأْخُذُ (الذُّبَابُ) مِنَ الْاٰلِـهَةِ (شَيْئًا) مِمَّا لَطَخُوْا عَلَيْهَا مِنَ الْعَسَلِ.... (ضَعُفَ الطَّالِبُ) يَعْنِي الصَّنَمَ (وَالْمَطْلُوْبُ) اَلذُّبَابَ وَيُقَالُ ضَعُفَ الطَّالِبُ الْعَابِدُ وَالْمَطْلُوْبُ الْمَعْبُوْدُ ——————

اللہ کے علاوہ جن بُتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی بنانے پر بھی قدرت نہیں رکھتے، اگرچہ وہ بُت اور اُن کے پجاری سب جمع ہو جائیں اور اگر وہ شہد وغیرہ جو بُت پر ملا جاتا ہے اُس میں سے کچھ حصہ کوئی مکھی لے اُڑے تو یہ بُت اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ معبُود بُت بھی کمزور ہے اور مکھی بھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طالب بھی کمزور ہے یعنی عبادت کرنے والا۔ اور مطلوُب بھی کمزور ہے یعنی بُت ——————

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ صد ۲۰۳ الجزء السابع عشر۔

(اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا) يَقُوْلُ اِنَّ جَمِيْعَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنَ الْاٰلِـهَةِ وَالْاَصْنَامِ لَوِاجْتَمَعَتْ لَمْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا فِيْ صِغَرِهٖ وَقِلَّتِهٖ۔

بے شک جن معبُودوں اور بُتوں کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ سب جمع ہو کر ایک مکھی جو کہ ایک چھوٹی سی مخلوق ہے —— وہ بھی نہیں بنا سکتے ——

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۶ صد ۶۴ الجزء الثانی عشر۔

(اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ....)

وَالْمُرَادُ الْاَوْثَانُ الَّذِيْنَ عَبَدُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَكَانَتْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَهِيَ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ صَنَمًا ——————

مراد اس سے وہ بُت ہیں جن کی مُشرکین عبادت کرتے تھے اور وہ بُت تھے

جو حولِ کعبہ میں تھے اور وہ تین سو ساٹھ تھے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۲۹۵۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ —
یعنی وہ بُت جنھیں یہ کافر پُوجتے ہیں —

• آگے چل کر حضرت علامہ ابن مسعود الفرا البغوی الشافعی کچھ روایات نقل فرماتے ہیں اس بارے میں کہ بُتوں کے اوپر وہ کیا چیز ہوتی تھی جن کو مکھی لے اُڑتی تھی —

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَانُوْا یَطْلُوْنَ الْاَصْنَامَ بِالزَّعْفَرَانِ فَاِذَاجَفَّ جَآءَ الذُّبَابُ فَاسْتَلَبَ مِنْہُ — وَقَالَ السدی کَانُوْا یَضَعُوْنَ الطَّعَامَ بَیْنَ یَدِی الْاَصْنَامِ فَتَقَعُ الذُّبَابُ عَلَیْہِ فَیَاکُلْنَ مِنْہُ۔ وَقَالَ ابْنُ زَیْدٍ کَانُوْا یَحَلُّوْنَ الْاَصْنَامَ بِالْیَوَاقِیْتِ وَاللَّالِیءِ وَاَنْوَاعُ الْجَوَاھِرِ وَیُطَیِّبُوْنَھَا بِاَلْوَانِ الطِّیْبِ فَرُبَّمَا تَسْقُطُ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ فَیَاخُذُھَا طَائِرٌ اَوْ ذُبَابٌ فَلَا تَقْدِرُ الْاٰلِھَۃُ عَلٰی اسْتِرْدَادِھَا، فَذَالِکَ قَوْلُہٗ۔ (وَاِنْ یَسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا) اَیْ وَاِنْ یَّسْلُبِ الذُّبَابُ الْاَصْنَامَ شَیْاءً مِّمَّا عَلَیْھَا لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ یَّسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ —

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کافر بُتوں پر زعفران ملتے تھے جب خشک ہو جاتا اُس کو مکھیاں لے اُڑتیں۔ السدی کہتے ہیں کہ کفار بُتوں کے آگے کھانا وغیرہ رکھتے تھے اور اس پر مکھیاں آکر پڑتیں اور کھاتیں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ بُتوں پر طرح طرح کے موتی، ہیرے اور جواہرات ڈالتے تھے اور اُن بُتوں پر رنگدار خوشبوئیں لگاتے تھے بعض دفعہ کوئی پرندہ اسے دانا دُنکا سمجھ کر لے اُڑتا تو وہ بُت اُس سے چھڑانے پر قادر نہیں تھے

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد۳ صـ ۲۴۵، ۲۴۶۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ....

يَقُوْلُ تَعَالٰى مُنَبِّهًا عَلٰى حِقَارَةِ الْاَصْنَامِ وَسَخَافَةِ عُقُوْلِ عَابِدِيْهَا (يَآ اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ) اَىْ لِمَا يَعْبُدُهُ الْجَاهِلُوْنَ بِاللّٰهِ الْمُشْرِكِيْنَ بِهٖ (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ) اَىْ اَنْصِتُوْا وَتَفَهَّمُوْا (اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) .....

اَىْ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيْعُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْدَادِ...

اللہ تعالیٰ بُتوں کی حقارت اور اُن کے پُجاریوں کے عقل سے عاری ہونے پر تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اور اس کے بعد اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ ...... کے تحت علامہ ابنِ کثیر فرماتے ہیں۔ اَىْ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيْعُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْدَادِ۔ کہ اللہ کے علاوہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب کے سب جمع ہو کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد۲۳ صـ ۶۷

اِعْلَمْ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَمَّا بَيَّنَ مِنْ قَبْلُ اَنَّهُمْ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْهِ وَلَا عِلْمَ۔ ذَكَرَ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى اِبْطَالِ قَوْلِهِمْ۔

جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس بات کا پہلے ذکر کر دیا کہ کافروں نے اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی اس پر اُن کے پاس کوئی حجّت یا علم نہیں ہے پھر ان کے عقیدے کے بطلان پر دلالت کرنے والی آیت ذکر فرمائی۔

اس کے بعد علامہ فخرالدین رازی اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ والے جملے کی مزید تشریح کے بعد :

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ فَفِیْهِ قَوْلَانِ (اَحَدُهُمَا) اَلْمُرَادُ مِنْهُ الصَّنَمُ وَالذُّبَابُ فَالصَّنَمُ کَالطَّالِبِ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ لَوْ طُلِبَ اَنْ یَّخْلُقَهٗ وَیَسْتَنْقِذَ مِنْهُ مَا اسْتَلَبَهٗ لَعَجَزَ عَنْهُ ـــــ وَالذُّبَابُ بِمَنْزِلَةِ الْمَطْلُوْبِ (الثانی) اَنَّ الطَّالِبَ مَنْ عَبَدَ الصَّنَمَ وَالْمَطْلُوْبُ نَفْسُ الصَّنَمِ ـــــــــــ

کہ اس میں دو قول ہیں :

ایک یہ ہے کہ طالب سے مُراد بُت ہے اور مطلوب سے مُراد مکھی۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ طالب سے مراد پُجاری ہے اور مطلوب سے مُراد بُت ہے ـــــــ

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۶ صہ ۶۱ ۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ تَعْبُدُوْنَهَا مُتَجَاوِزِیْنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ ......

یعنی وہ بُت جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کی عبادت سے مُنہ موڑ کر۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صہ ۳۱۷ ۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ (لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا) اَیْ وَاحِدًا فِیْ صِغَرِهٖ وَضُعْفِهٖ وَقِلَّتِهٖ لِاَنَّهَا لَا یَقْدِرُ عَلٰی ذَالِکَ ـــــــ

بے شک وہ بُت جن کو اللہ کے علاوہ پُوجتے ہو تو یہ ایک چھوٹی سی، کمزور سی اور معمولی مکھی بنانے پر بھی قادر نہیں۔

(۹) تفسیر جلالین صہ ۲۸۶ -

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اَیْ غَیْرِهٖ وَهُوَ الْاَصْنَامُ -

تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ جن بتوں کی -

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صہ ۳۵۰

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ....

بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں اور یاد کرتے ہیں یعنی پوجتے ہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے بتوں کو جو وہ بت نہیں بنا سکتے اور پیدا نہیں کر سکتے ہیں ایک مکھی کو بھی اگرچہ اس کام کے واسطے سب بت اکٹھے ہو جائیں تب بھی نہ کر سکیں گے، اگر مکھی بتوں سے کچھ لے جاوے تو بت مکھی سے نہ لے سکیں ۔ کہتے ہیں کہ کافر شہد اور شکر بتوں کو لگا کر، مکانوں کو خالی چھوڑ کر سب چلے جاتے تھے مکھیاں اسے کھاتیں تو کہتے اسے ہمارے خداؤں نے کھایا ہے اور خوش ہوتے، سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ بتوں کو اتنی قدرت نہیں جو وہ مکھیوں سے پھیر لیں سست اور کمزور ہیں چاہنے والے ——— یعنی بت پرست اور سست اور کمزور ہی چاہتا ہے بت ———

(۸) مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ○ (العنکبوت ۔۴۱)

ان کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور ولی بنائے، مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا ۔ بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے ۔ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے ۔

اس آیت کا سہارا لے کر بھی کئی صاحبانِ بغض و عناد نے اولیاء اللہ کی نسبتوں کا مذاق اڑایا ہے ۔

اور بتا دیا کہ رب العالمین کے محبوبوں کی حمایت ولایت کو اپنی فکر نارسا میں مکڑی کے گھر کی طرح کمزور اور بے کار ثابت کرنیکی سعی لاحاصل کی ہے۔

آئیے! معتبر تفاسیر کی روشنی میں اس آیت کا مطلب ومفہوم جانیئے :

(۱) تفسیر ابن عباس صہ ۲۴۰۔

(مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا) عَبَدُوْا (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ) اَرْبَابًا مِنَ الْاَوْثَانِ (كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا) مَسْكَنًا (وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ) اَضْعَفُ الْبُيُوْتِ (لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ) يَقُوْلُ اِنَّ بَيْتَ الْعَنْكَبُوْتِ لَا يَقِيْهَا مِنْ حَرٍّ وَلَا بَرْدٍ كَذَالِكَ الْاٰلِهَةُ لَا تَنْفَعُ مَنْ عَبَدَهَا فِى الدُّنْيَا وَلَا فِى الْاٰخِرَةِ ــــــ

جنہوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو رب مان کر اُن کی عبادت کی مکڑی کے گھر کی طرح انکی مثال ہے۔ اور بے شک تمام گھروں سے کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے۔ اللہ قدوس کے فرمان کا مطلب ہے کہ جس طرح مکڑی کو اُس کا گھر گرمی سردی سے نہیں محفوظ رکھ سکتا اسی طرح یہ معبودانِ باطلہ اپنے پجاری کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۱ صہ ۱۵۲۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ......

يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْاٰلِـهَةَ وَالْاَوْثَانَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ......

(اس مقام پر) اللہ قدوس جس کا ذکر بلند ہے اُس نے اُن لوگوں کی مثال بیان کی ہے۔ جنہوں نے اُس کے علاوہ معبودانِ باطلہ اور بتوں کو اپنے حمایتی بنا رکھا ہے ــــــ

ذَالِكَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِمَنْ عَبَدَ غَيْرَهُ اِنَّ مَثَلَهُ كَمَثَلِ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ ــــ

کہ یہ مثال اللہ کریم نے اس کے بارے میں بیان فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ کی عبادت کی۔ کہ اُس کی مثال مکڑی کے گھر جیسی ہے۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۷ صہ ۲۲۹ ، الجزء ۱۳۔

(مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذَتْ ......) هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِمَنِ اتَّخَذَ مِنْ دُوْنِهِ اٰلِهَةً ......

کہ یہاں اللہ قدوس نے اُس کی مثال بیان فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی مزید تفسیر بیان کرتے ہوئے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ، کے بعد فرماتے ہیں :

اَىْ لَوْ عَلِمُوْا اَنَّ عِبَادَةَ الْاَوْثَانِ كَاتِّخَاذِ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ الَّتِىْ لَا تُغْنِىْ عَنْهُمْ شَيْئًا ، وَاِنَّ هٰذَا مَثَلُهُمْ لَمَا عَبَدُوْهَا۔

یعنی اگر وہ (مشرکین) جان لیتے کہ بتوں کی عبادت مکڑی کے گھر کی طرح ہے اُنھیں کسی کا قسم کا فائدہ نہیں دے گی اور یہ اُن ہی کی مثال ہے تو وہ اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے۔

(یعنی وہ یہ تو جانتے ہیں کہ مکڑی کا گھر کمزور ترین ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بتوں کی عبادت کا بھی یہی حال ہے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صہ ۴۶۸

(مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ......) اَىِ الْاَصْنَامَ يَرْجُوْنَ نَصْرَهَا (كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ بَيْتًا) لِنَفْسِهَا تَاْوِىْ اِلَيْهِ وَاِنَّ بَيْتَهَا فِىْ غَايَةِ

الضُّعْفِ وَالْوَهْنِ لَا يَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا فَكَذَالِكَ الْاَوْثَانُ لَا تَمْلِكُ لِعَابِدِيْهَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔

مثال اُن کی جنھوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو اپنا حمایتی بنا رکھا ہے اور اُن کی مدد اور نفع کی اُمید رکھتے ہیں۔ مکڑی کے اُس گھر کی طرح ہے جو مکڑی نے اپنے لیے (خود) بنایا ہو اور اسی میں پناہ لیتی ہو اور بے شک اُس کا گھر انتہائی کمزور ہے اُس سے گرمی سردی کو دُور نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح یہ بُت اپنے پجاریوں کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صہ ۴۲۴۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ....

هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُشْرِكِيْنَ فِي اتِّخَاذِهِمْ اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ يَرْجُوْنَ نَصْرَهُمْ وَرِزْقَهُمْ وَيَتَمَسَّكُوْنَ بِهِمْ فِي الشَّدَائِدِ ....

یہ مثال ہے جو اللہ قدوس نے بیان فرمائی ہے اُن مشرکوں کی جنھوں نے اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنا رکھا تھا۔ اور اُن سے ہی مدد اور رزق کی اُمید رکھتے تھے اور سختیوں میں انھیں کو سہارا سمجھتے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۵ صہ ۶۷۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ....

مَثَلُ اتِّخَاذِهِمْ ذَالِكَ مَعْبُوْدًا بِاتِّخَاذِ الْعَنْكَبُوْتِ بَيْتًا .....

اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنانے کی مثال مکڑی کے گھر کی طرح ہے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۷ صہ ۴۷۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ....

وَالْمُرَادُ بِالْاَوْلِيَآءِ الْاٰلِهَةُ اَيِ الْاَصْنَامُ۔

اولیاء سے مُراد وہ بُت ہیں۔ جن کو (مشرکین نے) معبود بنا رکھا تھا۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صد ۴۵۱ ۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا ......

یَعْنِیْ الْاَصْنَامَ یَرْجُوْنَ نَصْرَهَا وَنَفْعَهَا ۔

(کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَیْتًا) لِنَفْسِهَا تَأْوِیْ اِلَیْهِ وَاِنَّ بَیْتَهَا فِیْ غَایَةِ الضُّعْفِ وَالْوَهْنِ لَا یَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا نَکَذٰلِكَ الْاَوْثَانُ لَا تَمْلِكُ لِعَابِدِهَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ......

مثال اُن کی جنھوں نے اللہ کے مقابلے میں بُتوں کو اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے اُس مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے لیے ایک گھر بنایا جس میں پناہ لیتی ہے اور بیشک مکڑی کا گھر کمزور ترین ہے اُسے گرمی سردی سے محفوظ نہیں رکھتا پس اس طرح بُتوں کا حال ہے کہ اپنے پجاری کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ۔

(۹) تفسیر جلالین صد ۳۳۸ ۔

(مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ) اَیْ اَصْنَامًا یَرْجُوْنَ نَفْعَهَا (کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَیْتًا) لِنَفْسِهَا تَأْوِیْ اِلَیْهِ (وَاِنَّ اَوْهَنَ) اَضْعَفَ (الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ) لَا یَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا کَذٰلِكَ الْاَصْنَامُ لَا تَنْفَعُ عَابِدِیْهَا (لَوْکَانُوْا یَعْلَمُوْنَ) ذٰلِكَ مَا عَبَدُوْهَا ــــــ

مثال اُن کی جنھوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو اپنا حمایتی بنایا اور انھیں سے نفع کی امید رکھتے ہیں، مکڑی کے گھر کی طرح ہے بے شک تمام گھروں سے مکڑی کا گھر کمزور ترین ہے ۔

نہ اُسے گرمی کو دُور کر سکتا ہے، اور نہ سردی کو۔ یہی حال بُتوں کا ہے کہ اپنے پجاریوں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کاش یہ لوگ سمجھیں کہ کس کی عبادت کرتے ہیں ۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صد ۱۲۱۴ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا ......

مانند اُن لوگوں کے ہے جنہوں نے سوائے خدائے تعالیٰ کے دوستوں کو یعنی بتوں کو خدا جاننا مانند مکڑی کے ہے کہ واسطے اپنے بچے کے گھر کو تحقیق کہ بودا زیادہ گھروں سے گھر مکڑی کا ہے کہ نہ چھت ہے نہ دیوار اور نہ جاڑا روکے نہ گرمی ....

(۹) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝١٣ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۤءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۱۴

اور اس کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں اگر تم انھیں پکارو تو تمھاری پکار نہ سنیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمھاری حاجت روا نہ کر سکیں ____

بتوں کی تردید اور اُن کے پجاریوں کی تکذیب و تجہیل کے لیے اُترنے والی اس آیت کو بھی بعض لوگوں نے انبیاء و اولیاء پر چسپاں کیا کہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں وہ تو سُن بھی نہیں سکتے۔

قارئین محترم! قبل اس کے کہ ہم محبوبانِ بارگاہِ قدس کے خداداد خزانوں اور خلقِ خدا کی ملکیتوں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر کریں۔ مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے مذکورہ آیت کی تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں وضاحت ہو جائے۔

کہ وہ مفسرین کرام جن کی للٰہیت و علمی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہے جن کی دین دوستی کے تحت کی ہوئی محنت و خدمت سے دُنیا اب بھی فیض یاب ہو رہی ہے اور بفضلِ ربِ قدیر تا قیامِ قیامت ہوتی رہے گی۔

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۲۷۰۔

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِهٖ) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ) لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يَّفْعَلُوْا مِنْ ذَالِكَ قَدْرَ قِطْمِيْرٍ وَهُوَ الشَّيْءُ الَّذِيْ يَتَعَلَّقُ بِهِ النَّوَاةُ مَعَ الْقِمْعِ (اِنْ تَدْعُوْهُمْ

يَعْنِي الْآلِهَةَ (لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ) لِأَنَّهُمْ صُمٌّ بُكْمٌ لَا يَسْمَعُوْنَ...

اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں کہ اُس چھلکے کے برابر بھی کوئی کام نہیں کر سکتے۔

(اور پھر قطمیر کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) وہ کھجور کی گٹھلی کے اُوپر (ہلکا) سا پردہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم اِن معبُودوں کو بلاؤ تو وہ تمھاری نہیں سُن سکتے کیونکہ وہ (پتھر اور لکڑی کے بے جان مجسمے ہیں جو) بہرے اور گُونگے ہیں۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ صہ ۱۲۴ الجزء الثانی والعشرون۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ....

يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ وَالَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ اَيُّهَا النَّاسُ مِنْ دُوْنِ رَبِّكُمْ ....

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے اور وہ جن کی تم اے لوگو عبادت کرتے ہو اپنے رب کے علاوہ۔

(۳) تفسیر قُرطبی جلد ۷ صہ ۲۱۴ الجزء ۱۴۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ)

یعنی وہ بت جنھیں تم اللہ کے سوا پُوجتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صہ ۵۶۸۔

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ)

وَهُوَ لُفَافَةُ النَّوَاةِ وَهِيَ الْقِشْرَةُ الرَّقِيقَةُ الَّتِي تَكُونُ عَلَى النَّوَاةِ۔
(وَإِنْ تَدْعُوهُمْ) يَعْنِي إِنْ تَدْعُوا الْأَصْنَامَ ....

اور جن بُتوں کو اللہ کے علاوہ پُوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی تک کے مالک نہیں۔ اور اگر ان بُتوں کو بلاؤ تو وہ تمہاری نہیں سُن سکتے۔ اس کے بعد قطمیر کا معنی بیان کیا ہے (کہ وہ گٹھلی پر ہلکا سا پردہ ہوتا ہے۔)

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صہ ۵۵۹۔

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) أَيْ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْدَادِ الَّتِي هِيَ عَلَى صُورَةِ مَنْ تَزْعَمُونَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ (مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ) ...... (إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ) يَعْنِي الْآلِهَةَ الَّتِي تَدْعُونَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا تَسْمَعُ دُعَاءَكُمْ لِأَنَّهَا جَمَادٌ لَا أَرْوَاحَ فِيهَا ......

یعنی وہ بت اور اللہ کے علاوہ (تمہارے) معبود جن کی تم نے اپنے گمان کے مطابق مقرب فرشتوں کی صورت میں عبادت کی۔ (مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ) وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں۔ اور اگر تم انھیں بلاؤ تو وہ تمہاری دُعا کو نہیں سنتے کیونکہ وہ پتھر ہیں ان میں رُوحیں ہی نہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۶ صہ ۱۲۔ (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ ....)

حضرت علامہ فخر الدین رازی الفاظِ قرآنیہ کی خوب شرح و بسط سے وضاحت کرنے کے بعد (إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا .....) کے تحت فرماتے ہیں:

إِبْطَالًا لِمَا كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ عِزَّةً مِنْ حَيْثُ الْقُرْبِ مِنْهَا وَالنَّظَرِ إِلَيْهَا وَعَرْضِ الْحَوَائِجِ إِلَيْهَا وَاللّٰهُ لَا يُرَى وَلَا يَصِلُ إِلَيْهِ أَحَدٌ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ لَا يَسْمَعُونَ دُعَاءَكُمْ وَاللّٰهُ يَصْعَدُ إِلَيْهِ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ يَسْمَعُ وَيَقْبَلُ ......

کافروں کا یہ کہنا کہ بے شک بُتوں کی عبادت میں عزت ہے اس اعتبار سے کہ ان معبُودوں کے قریب جا سکتے ہیں ان کی طرف دیکھ سکتے ہیں۔ ان پر اپنی حاجتیں پیش کر سکتے ہیں اور اللہ نہ تو دکھائی دیتا ہے نہ اُس کے پاس کوئی پہنچ سکتا ہے۔ ان جیسی خرافات کے اِبطال کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے کافرو تم جن کی عبادت کرتے ہو، جنھیں پکارتے ہو، یہ تمھاری کچھ نہیں سُنتے اور اللہ قدوس سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اور اس کی بارگاہ میں نیک دُعائیں شرفِ باریابی حاصل کرتی ہیں۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد، صہ ۳۳۲، ۳۳۳

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) [وآنانرا کہ می خوانید ومی پرستید)

(مِنْ دُوْنِهٖ) اَیْ حَالَ كَوْنِكُمْ مُتَجَاوِزِيْنَ اللّٰهَ وَعِبَادَتَهٗ (مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ)(اِنْ تَدْعُوْهُمْ) اَیِ الْاَصْنَامَ ......

یعنی اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر اور اللہ سے مُنہ موڑ کر تم جن کی پُوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہو (اُن کو پکارنے اور پُوجنے سے کیا حاصل) کہ یہ تو کھجُور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے مالک نہیں اور اگر تم ان بُتوں کو (جن کی تم عبادت کرتے ہو) بلاؤ تو تمھاری نہیں سُننے کیونکہ

لِاَنَّهُمْ جَمَادٌ وَالْجَمَادُ لَيْسَ مِنْ شَاْنِهِ السَّمَاعُ

یہ پتھر ہیں اور پتھر کی شان نہیں کہ وہ سُن سکے۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صہ ۵۳۲۔

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ) يَعْنِی الْاَصْنَامَ (مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ) (اِنْ تَدْعُوْهُمْ) يَعْنِی الْاَصْنَامَ (لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ) يَعْنِی اَنَّهُمْ جَمَادٌ ......

اللہ کے ما! وہ جن بُتوں کو پُوجتے ہو وہ کھجُور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے مالک نہیں ہیں۔ اور اگر ان بُتوں کو بلاؤ تو تمھاری کچھ بھی نہیں سُن سکتے کیونکہ یہ پتھر ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین صد ۳۶۵

(وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِهٖ) اَیْ غَیْرِہٖ وَھُوَ الْاَصْنَامُ ....

اور جن بتوں کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صد ۴۵۶۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ ....

اور وہ جن کو پکارتے ہو سوائے خدائے تعالیٰ کے مالک نہیں ہو سکتے کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی یعنی ایک چھلکے پر مالک نہیں ہو سکتے ہیں۔

وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ ...... اگر پکارو یعنی دُعا مانگو بتوں سے، جن کو شریک کرتے ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ ان سے جو دُعا مانگتے ہو تو وہ نہیں سنتے تمھارے پکارنے کو جو وہ بے جان ہیں۔

حضراتِ محترم! یہ تو لکڑی اور پتھر کے بُت ہیں جن کو کافروں نے نفع و نقصان کا مالک جان کر معبود بنا رکھا ہے اور رب تعالیٰ اُنھی بتوں کے بارے میں فرماتا ہے مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ کہ یہ بُت تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

آیئے اب

قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کی شانِ تصرف کیا ہے؟ اور اُن کے اختیارِ خداداد کا کیا مقام ہے؟ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اُن کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والی باتیں کیا حیثیت و اثر رکھتی ہیں۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

(۱) وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَ اور اُس چیز کو حرام نہیں مانتے جس کو اللہ

رَسُولُہٗ۔ (توبہ ۲۹) — اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔

(۲) قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (انفال ۱) — تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔

(۳) فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نساء ۵۹) — تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو۔

(۴) وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (توبہ ۵۹) — اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اُسکے رسول نے انھیں دیا۔

(۵) وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ (توبہ ۵۹) — اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔

(۶) وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ۔ (توبہ، ۱۰۵) — اور اب اللہ اور اس کا رسول تمھارے کام دیکھیں گے۔

(۷) وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ (توبہ ۶۲) — اللہ اور اس کے رسول کا زیادہ حق ہے کہ انھیں راضی کرے۔

(۸) فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ (انفال ۴۱) — تو پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے

(۹) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (توبہ ۷۴) — اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے (مسلمانوں) کو غنی کر دیا۔

(۱۰) وَاِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمْرًا۔ (الاحزاب ۳۶) — جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمادیں۔

ان مذکورہ آیاتِ معظّمہ کو غور سے پڑھیئے اور خوب تدبّر کیجئے تو آپ پر واضح ہوگا کہ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے کیسے عظیم اختیار عطا فرمائے ہیں کہ آپ اللہ کے فضل وکرم سے غنی بھی فرماتے ہیں اور اللہ کی نعمتیں بھی تقسیم فرماتے ہیں۔

حضرات محترم!

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کن کی کُنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو فرما دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السّلام سامری سے ناراض ہو گئے تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے:

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ (طٰہٰ ۹۷)

تو چلتا بن کہ دُنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھُو نہ جانا اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے او رتجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السّلام نے جیل میں دو قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۝ (یوسف ۴۰)

اور دُوسرا قیدی سُولی دیا جائے گا پرندے اس کا سر کھائیں گے، فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

(۳) رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝ (یونس ۸۸)

اے ہمارے رب ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لاویں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرعونیوں کے خلاف تین دُعائیں کیں۔

(۱) ان کے اموال پر ہلاکت مسلط ہو (۲) اپنے جیتے جی ایمان نہ لادیں (۳) مرتے وقت ایمان لادیں جو قابلِ قبول نہ ہو۔

چنانچہ اسی طرح ہُوا کہ فرعونیوں کی سب دولت برباد ہوگئی اور ایمان کی توفیق زندگی میں نصیب نہ ہُوئی، مگر ڈوبتے وقت، دُعائے مُوسوی کا اثر دیکھو! اور تو اور فرعون بھی ڈوبتے وقت پکار اُٹھا، اٰمنت ——— کہ مَیں ایمان لاتا ہُوں ———۔ یعنی ایمان نصیب ہُوا بھی تو اُس وقت جب قبولیتِ ایمان کے دروازے اُس کے لیے بند ہوچکے تھے۔

(۴) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ۔ (ابراہیم ۳۷)

اے میرے رب مَیں نے اپنی کچھ اولاد اک ایسی وادی میں بسائی، جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے حُرمت والے گھر کے پاس ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو لوگوں کے کچھ دِل ان کی طرف مائل کردے اور انھیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

قارئین کرام! ان قرآنی دُعاؤں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو جو تمنائیں اور آرزوئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے سبھی کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

کہ جنگل و ویرانے پر مشتمل خطہ دُنیا کا آباد ترین شہر بن گیا، باوجود اس کے کہ وہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے اور لوگوں کے دِل مکہ شریف کی طرف کیسے راغب ہیں، دِن رات اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگ ہزاروں روپے خرچ کرکے وہاں کی وادیوں و گھاٹیوں اور وہاں کے دَر و دیوار کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق، قافلہ در قافلہ جارہے ہیں۔

اِختیارات اور احادیثِ مبارکہ

(۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْ حِرَاءَ بَيْنَهُمَا ۔

(بخاری جلد ا صد ۵۴۶)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انھیں کوئی معجزہ دکھائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دو ٹکڑے کر کے انھیں دیکھایا۔ یہاں تک کہ اہلِ مکہ نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اسی کا ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

پنجۂ او پنجۂ حق می شود　　ماہ از انگشتِ او شق می شود

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ گویا دستِ قُدرت ہے کہ اس ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اہلِ مکہ کا سوال کرنا کہ کوئی نشانی دکھایئے اور آپ کا چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دینا، اس سے صاف ظاہر ہے آپ کا یہی عقیدہ مبارکہ ہے کہ اللہ کریم نے مجھے چاند پر قدرتِ تصرف عطا کی ہُوئی ہے۔ کیونکہ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو چاند کو دو لخت کرنا تو درکنار آپ ایسا سوچتے بھی نہ۔

(۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ فَجَهِشَ

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ صُلح حُدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک پیالہ تھا، جس سے آپ نے وضو فرمایا تو لوگ

النَّاسُ نَحْوَہٗ قَالَ مَالَکُمْ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَآءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَیْنَ یَدَیْکَ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَثُوْرُ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشَرَۃَ مِائَۃً...

(بخاری جلد ۱ صہ ۵۰۵)

آپ کی طرف دوڑکر آئے، آپ نے فرمایا کیا بات ہے لوگوں نے کہا ہمارے پاس وضو کرنے اور نوش کرنے کیلئے پانی نہیں ہے مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اُسی پیالہ میں رکھ دیا تو آپ کی اُنگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی اُبلنے لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالم کہتے ہیں مَیں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ آپ تعداد میں کتنے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا ویسے اُس وقت ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

اسی حدیث شریف کو امامِ عاشقاں مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

۵ اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

دستِ نبوّت کی اُنگلیوں کا فیض رساں ہونا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

(۳) اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَھُوَ بِالزَّوْرَآءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَنْبُعُ مِنْ

کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا، اس وقت آپ زَوراء کے مقام پر تھے آپ نے برتن

بَیْنَ اَصَابِعِہٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ۔ قَالَ قَتَادَۃُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ؟ قَالَ ثَلٰثَ مِائَۃٍ اَوْزُھَا ثَلٰثَ مِائَۃٍ۔

(بخاری جلد ۱ صہ ۵۰۴)

کے اندر دستِ نبوت کو رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے اُبل پڑے، اور سب نے وضو کیا، حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے تو انھوں نے جواب دیا تین سو یا اس کے لگ بھگ۔

ابنِ اُمِّ عبد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(۴) كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَآءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّآءٍ فَجَآءُوْا بِاِنَآءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَآءِ، ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَآءَ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری جلد ۱ صہ ۵۰۵)

ہم تو معجزات کو باعثِ برکت جانتے تھے اور تم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو، ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پانی کی کمی واقع ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں سے بچا ہوا تھوڑا سا پانی تلاش کر لاؤ، تو لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ نبوت اس میں رکھ دیا اور پھر فرمایا آؤ برکت والے پانی کی طرف۔ اور برکت خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا۔

تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

۵ پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے!
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۵) جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ وَاَنَا مَرِیْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَیَّ مِنْ وَضُوْءِہٖ فَعَقَلْتُ ـــــ

(بخاری جلد ا صہ ۳۲)

کہ میری عیادت فرمانے کے لیے رسُولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے دراں حالیکہ مرض کی وجہ سے میرے ہوش وحواس قائم نہ تھے آپ نے وضو فرما کر اپنے وضُو والا پانی مجھ پر ڈالا (اُس کی برکت سے) میری عقل وہوش دُرست ہوگئی۔

اندازہ فرمایئے! جس کے وضُو والا پانی مشکلیں حل کر دے اور بیماریوں کو دُور کر دے کیا اُس کو مشکل کُشا ماننے سے ایمان جاتا ہے گا (العیاذ باللہ من ذالک)

(۶) غارِ ثور میں جب عاشقِ صادق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سانپ نے ڈس لیا تو:

فَسَقَطَتْ دُمُوْعُہٗ عَلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالَكَ یَا اَبَا بَکْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَھَبَ مَا یَجِدُہٗ .....

(مشکوٰۃ صہ ۵۵۶)

حضرت ابوبکر کے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر کیا ہُوا؟ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے ڈس لیا گیا ہے پس آپ نے اپنا تھُوک مبارک سانپ کے ڈسنے کی جگہ لگایا تو تکلیف جاتی رہی۔

غور فرمایئے! مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ کا دائرہ اگر اتنا وسیع ہے

کہ اس میں انبیاء و اولیاء بھی شامل ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس پر یہ آیت اُتری تھی۔ کیا آپ توحید و شرک کے اس مفہوم سے ابھی تک معاذ اللہ بے خبر تھے کہ اللہ تو فرماتا ہے کہ انھیں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے پر اختیار نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تھوک مبارک سے حضرت ابو بکر کو فیضیاب کر رہے ہیں، اُن کی مشکل و تکلیف کو اپنے تھوک مبارک کے ذریعے رفع کر رہے ہیں۔

(۷) فتح خیبر سے ایک دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل مَیں یہ جھنڈا اُس کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، لوگ ساری رات اس حسرت پُر مسرت میں رہے کہ دیکھئے صبح کس خوش نصیب کو یہ شرف و سعادت ملتی ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو لوگ حاضر بارگاہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاْتُوْنِیْ بِہٖ فَلَمَّا جَآءَ بَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَ دَعَالَہٗ فَبَرَءَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ۔

(بخاری جلد ا صـ ۵۲۵)

علی بن ابو طالب کہاں ہیں، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں، فرمایا جاؤ اُنھیں بلا کر میرے پاس لاؤ، پس انھیں آپ کی خدمت میں لایا گیا، تو آپ نے اُن کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک لگایا اور دُعا فرمائی، پس جناب حضرت علی اس طرح تندرست ہوئے گویا کہ کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

کیا خوب تصرُّف ہے اور کتنی بلند دستگیریاں ہیں پڑھیئے اور ایمان کو تازہ کیجیئے۔

(۸) حضرت اُمِّ عاصم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عُتبہ بن فرقد کی بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر کوئی عُتبہ کی خوشنودی کے لیے زیادہ سے زیادہ خوشبُودار رہنے کی

کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ ہماری خوشبو سے کہیں بہتر ہوتی اور جب عتبہ لوگوں کے پاس جاتے لوگ بھی یہی کہتے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ حضرت امِ عاصم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَقُلْنَا لَهُ فِيْ ذَالِكَ قَالَ أَخَذَنِي الشَّرٰى عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْتُ ذَالِكَ إِلَيْهِ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَتَجَرَّدَ فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِيْ وَقَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَلْقَيْتُ ثَوْبِيْ عَلٰى فَرْجِيْ فَنَفَثَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى ظَهْرِيْ وَبَطْنِيْ فَعَبَقَ بِيْ هٰذَا الطِّيْبُ مِنْ يَوْمَئِذٍ۔

(خصائص کبریٰ جلد۲ صد ۸۴)

ہم نے پوچھا عتبہ سے اس کا سبب، تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانۂ اقدس میں میرے بدن میں پھنسیاں نکل آئیں تو میں نے آپ کی خدمت میں اس تکلیف کی شکایت کی آپ نے فرمایا کپڑے اُتار دے، مَیں نے کپڑے اتار دیئے، اور اپنا سَتر چھپاکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر میرے پیٹ اور پیٹھ پہ مَل دیا تو میری بیماری دُور ہو گئی اور اُسی دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے کثیر احادیث مبارکہ سُنتا ہوں (پھر) اُنھیں بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی، تو

ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ۔

(بخاری جلد ۱ ص ۲۲، ۵۱۵)

آپ نے اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر اُس میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے سینے سے لگا لو میں نے لگا لیا پس میں اُس کے بعد کبھی کچھ بھی نہیں بھولا۔

(۱۰) حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اکیس ۲۱ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیں آپ نے فرمایا:

اُدْعُ فُلَانًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا وَفَضَلَ تَمْرٌ فَقَالَ لِيْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُ فَاَكَلَ وَاَكَلْتُ وَفَضَلَ تَمْرٌ فَاَخَذَهٗ فَاَدْخَلَهٗ فِي الْمِزْوَدِ وَقَالَ لِيْ اِذَا اَرَدْتَ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ وَلَا تُكْفِأْ فَمَا كُنْتُ اُرِيْدُ تَمْرًا اِلَّا اَدْخَلْتُ يَدِيْ فَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَسَقًا فِيْ

فلاں آدمی اور اس کے دوستوں کو بلاؤ تو اُنھوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر چلے گئے، پھر آپ نے فرمایا فلاں آدمی اور اُس کے دوستوں کو بلاؤ، تو اُنھوں نے کھایا یہاں تک کہ پیٹ بھر کر چلے گئے، پھر آپ نے فرمایا فلاں آدمی اور اسکے دوستوں کو بلاؤ تو اُنھوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ بھی پیٹ بھر کر چلے گئے، اور کھجوریں باقی رہیں پھر آپ نے مجھ کو فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا، آپ نے بھی کھائیں اور میں نے بھی۔ اور کھجوریں پھر بھی باقی رہیں، پس آپ نے انھیں تھیلے میں ڈال دیا اور مجھ سے فرمایا جب تم نکالنا چاہو تو اپنا ہاتھ اس تھیلے میں ڈال کر نکالتے رہنا مگر اسے اوندھا نہ کرنا تو میں اپنا ہاتھ ڈالتا اور

سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ رَحْلِیْ فَوَقَعَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ فَذَھَبَ۔

(بیہقی، ابونعیم، خصائص کبرٰی جلد۲ صـ۵۱)

جتنی چاہتا نکال لیتا۔ اور مَیں نے اسی تھیلے میں پچاس وسق کھجوریں خدا کی راہ میں دیں وہ تھیلی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میری سواری کے پیچھے لٹکی ہوئی تھی پس گم ہوگئی۔

اندازہ فرمایئے کہاں بُتوں کا معاملہ انھیں ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے پر ملکیت نہیں۔ اور کہاں حبیبِ اعظم، رسُولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصرف کہ اکیس[۲۱] کھجوریں سینکڑوں لوگوں نے کھائیں، پھر بھی ختم نہ ہوئیں، کئی سال کام آتی رہیں، حتّٰی کہ جو کھجوریں اُن میں سے عام ضروریات کے علاوہ صرف راہِ خدا میں حضرت ابوہریرہ نے خرچ کیں وہ پچاس وسق ہیں اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کیلوگرام کا ہوتا ہے تو پچاس وسق کھجوریں، تقریباً بارہ ہزار کیلوگرام ہوئیں۔ کہاں اکیس کھجوریں جو کہ ایک کیلوگرام بھی نہیں بنتیں اور کہاں یہ وسعت۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ مَیں بھوک میں زمین پر اپنے جگر پر اعتماد کرتا تھا۔ اور مَیں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں عام راستہ پر بیٹھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس راستے سے گزرے مَیں نے اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ کے بارے پوچھا۔ اور مَیں نے اُن سے صرف اس لیے پوچھا تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کچھ کھلائیں مگر وہ چلے گئے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے مَیں نے قرآن پاک کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا اور اُن سے پوچھنے کا بھی یہی مطلب تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں۔ مگر وہ بھی چلے گئے پھر ابوالقاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے اور آپ جان گئے جو میرے دل میں تھا اور جو میرے چہرے پر تھا، پھر آپ نے فرمایا ابوہریرہ مَیں نے عرض کیا لبیک یارسُول اللہ، فرمایا میرے ساتھ چلو پس آپ چلے اور مَیں بھی آپ

پیچھے ہو لیا جب آپ کا شانۂ اقدس میں داخل ہو گئے تو میں نے بھی اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے مجھے اجازت دی اور میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں دُودھ کا ایک پیالہ دیکھا آپ نے پوچھا یہ دُودھ کہاں سے آیا ہے جواب دیا گیا کہ فلاں شخص نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، فرمایا: جاؤ اصحابِ صُفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صُفہ اسلام کے مہمان تھے نہ تو اُنکے پاس گھر تھا اور نہ دُنیاوی سازوسامان، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اُسے اُن کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا تو آپ اُسے قبول فرما لیتے اور اصحابِ صُفہ کو بھی اس میں شریک کر لیا کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دِل میں کہا کہ اصحابِ صُفہ کے لیے صِرف ایک دُودھ کا پیالہ کیا کام دے گا۔ اور میں چاہتا تھا کہ پُورا دُودھ مجھے ہی مل جائے تاکہ اسے پی کر جسم میں کچھ طاقت آجائے اور چونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہُوں لہٰذا جب وہ لوگ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہی حکم دینا ہے کہ میں ان کو پلاؤں تو اس صُورت میں شاید ہی مجھے اس میں سے کچھ حصّہ مل سکے۔

لیکن اللہ اور اس کے رسُول کی فرمانبرداری کے سوا میرے لیے کوئی چارۂ کار نہ تھا تو میں اصحابِ صُفہ کو بلا لایا۔

اور جب وہ لوگ آگئے اور سب اپنی اپنی جگہ پر گھر میں بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابُو ہریرہ! میں نے عرض کیا حاضر ہُوں تو فرمایا!

خُذْ فَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ   پیالہ پکڑو اور ان لوگوں کو دو، میں نے

فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ
حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ
الْقَدَحَ اُعْطِيْهِ الْاٰخَرَ فَيَشْرَبُ
حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ
الْقَدَحَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ
فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ
عَلٰى يَدِهٖ وَنَظَرَ اِلَيَّ وَتَبَسَّمَ
وَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ
قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ
اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ
فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ
اشْرَبْ فَاشْرَبُ۔ حَتّٰى قُلْتُ
لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا
اَجِدُ مَسْلَكًا لَهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ
الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى
وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ۔

(بخاری، خصائص کبریٰ جلد۲ ص۸۴)

پیالہ اٹھا کر ایک شخص کو دے دیا اُس نے شکم سیر ہو کر پیا پھر اُس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا اسی طرح یکے بعد دیگرے پیتے اور پلاتے ہوئے وہ پیالہ رسُول اللہ تک پہنچا اور سب اصحابِ صُفہ جی بھر کر پی چکے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اپنے مقدّس ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر تبسّم فرمایا اور فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسُول اللہ فرمایا اب ہم اور تم باقی رہ گئے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسُول آپ نے سچ فرمایا۔

فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیؤ پس میں نے پیا، فرمایا اور پیؤ، میں نے پھر پیا، آپ برابر یہی فرماتے رہے کہ پیؤ اور میں پیتا رہا۔

یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ اب تو دُودھ گزرنے کی بھی راہ باقی نہیں رہی اور وہ پیالہ میں نے آپ کو پیش کر دیا، تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دُودھ پی لیا۔

۵ اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بُھلا دیئے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہونگے
اب تو غنی کے دَر پر بستر جما دیئے ہیں

(۱۲) مصطفٰے کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کے عظیم اختیار کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِيْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَقَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آدمی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسُول اللہ میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہُوا؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے حالتِ روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے۔ آپ نے پُوچھا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کرے، اُس نے کہا نہیں، فرمایا دو مہینے لگاتار روزے رکھنے کی استطاعت رکھتے ہو، کہا نہیں، فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا ہم بھی خاموش رہے، رسُول اللہ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائل کہاں

فِيهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلٰى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

(بخاری جلد ا صـ ۲۵۹، ۲۶۰)

ہے، اُس نے عرض کیا مَیں حاضر ہوں، فرمایا اسے لے جاؤ اور صدقہ کردو۔ اُس نے پُوچھا یا رسُول اللہ کیا مَیں اُسے دُوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو؟ خدا کی قسم مدینہ کے دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان میرے اہل وعیال سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہانتک کہ دندانِ مبارک کی چمک ظاہر ہوئی پھر فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کو (ہی) کھلا دو۔

غور فرمایئے! کتنا عظیم اختیار ہے کہ سائل مانگنے جارہا ہے اور بارگاہِ عظمیٰ سے خیرات کے خزانے پا رہا ہے۔

(۱۳) ہمارے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُرخ وسفید کا مالک بنا دیا گیا ہے جبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ صـ ۵۱۲)

مجھے دونوں خزانے سُرخ وسفید عطا فرما دیئے گئے۔

۵ خدا کی قسم جز کمالِ خدائی تیری ذات میں ہر کمال آگیا ہے

(۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ

حضرت ابُوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں جوامع الکلم کے ساتھ مبعُوث فرمایا

وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِیْ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ يَدِیْ ۔

گیا ہوں اور رعب سے میری نصرت فرمائی گئی ہے اور میں نے بحالتِ خواب دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئی۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۵۱۲)

اور یہ بات سب پر عیاں ہونی چاہیئے کہ انبیاء کرام کے خواب حق ہوتے ہیں اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں۔ اور آسمان پر آپ کا تصرف ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ زمین پر کھڑے ہو کر آپ چاند کو دو ٹکڑے کر رہے ہیں۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ساری زمین کے مالک ہیں۔ سنیئے آپ کا ارشاد آپ فرماتے ہیں:

فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ (بخاری جلد۲ ص۱۰۲۷)

جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

(۱۶) اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا عَائِشَةُ لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ۔ (مشکوٰۃ ص۵۲۱)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلیں۔

قارئین کرام! اہلِ ایمان تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف واختیار دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، دل ودماغ میں فرحت ومسرت کی عجیب لہریں اٹھتی ہیں کہ جس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور جنھوں نے قبر وحشر میں ہماری دستگیریاں فرمانی ہیں وہ صاحبِ اختیار ووقار ہیں۔ اب جن سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

شان نہ دیکھی جائے وہ اپنی آنکھوں کو بند کریں چاہے حسرت و حسد سے اپنے سروں پر خاک ڈالیں ہمیں اس سے کیا۔

ہمیں تو یہی ناز ہے بقولِ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

عطائے ارب، جلائے کرب، فیوضِ عجب، بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سبب، بربِ جہاں تمہارے لیے

(۱۷) عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَوَلّٰى صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ مِنْ تُرَابٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صہ ۵۲۴)

حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ ہم نے جنگ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا، صورت حال پیش آئی کہ اصحاب کے قدم اُکھڑ گئے، اسوقت جب کافروں نے ہجوم کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا آپ اپنی سواری سے اُتر آئے اور زمین سے ایک مُشت خاک لے کر اُن کے چہروں پر ماری اور شَاہَتِ الْوُجُوْہُ فرمایا۔ اُن میں سے ہر کسی کی آنکھوں میں مٹی بھر گئی اور وہ پیٹھ دے کر بھاگے۔

نثار جایئے اس خداداد تصرف اور عظیم اختیار کے کہ ایک مُشتِ خاک سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عتیک ابورافع یہودی کو قتل کر کے اُس کے مکان سے گر پڑے اور پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں:

فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ — مَیں نے ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو عمامہ سے باندھا

اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَہَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَہَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِہَا قَطُّ۔

(مشکوٰۃ صہ ۵۳۱)

اور اپنے اصحاب کی طرف چلا پھر حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا او واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاؤں دراز کر میں نے دراز کیا آپ نے دستِ اقدس پھیرا تو یہ حال ہو گیا کہ کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

سُبْحَانَ اللّٰہ کیا شانِ رسالت ہے اسے کہتے ہیں تصرّف کرنا، تندرست کر دینا مشکل و مصیبت میں دستگیری کرنا۔

(۹) ایسا ہی واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو پیش آیا کہ جنگِ خیبر میں اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں:

فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَکَیْتُہَا حَتَّی السَّاعَۃِ۔

(بخاری مشکوٰۃ ۵۳۲)

میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے تین مرتبہ دم فرمایا آج تک کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

حضرات محترم! یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ صحابۂ کرام زخمی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں حاضر ہوئے۔ بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے مریض معالج کے پاس حاضر ہوتا ہے، زخموں والا کسی جراح کو تلاش کرتا ہے۔ جنگ میں جو لوگ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اُن کے پاس جاتا ہے مگر یہ حضرات کہیں نہ گئے، سیدھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

اس سے دوپہر کے سورج کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات کا عقیدۂ مبارکہ یہی تھا کہ مراد پوری کرنا، حاجت بر لانا، مشکل کے وقت دستگیری کرنا، تکلیف کو

راحت میں بدل دینا اور رنج والم کو خوشی و فرحت میں بدل دینا، اللہ تعالیٰ نے اس کا اختیار اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے۔

(۲۰) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پھر اعرابی نے گھوڑا فروخت کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے گھوڑا نہیں خریدا گواہ پیش کرو۔

تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا اے اعرابی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ تم کیسے گواہی دیتے ہو، جب کہ خریداری کے وقت تم موجود ہی نہ تھے تو حضرت خزیمہ نے عرض کیا۔

اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰی خَبَرِ السَّمَآءِ اَلَا اُصَدِّقُكَ عَلٰی ذَا الْاَعْرَابِیِّ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ بِشَهَادَةِ رَجُلَیْنِ فَلَمْ یَكُنْ فِی الْاِسْلَامِ رَجُلٌ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ بِشَهَادَةِ رَجُلَیْنِ غَیْرُ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ۔

(خصائص کبریٰ جلد ۲ صـ ۲۶۳)

کہ میں آپ کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں، پس کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کے برابر اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار نہیں دی گئی۔

(۲۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے میری بیوی نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع (چار کلو کے قریب) جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا، پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لیے میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انھیں پانی میں ڈال دیا۔

اور جب بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کی غرض سے جانے لگا تو بیوی نے کہا کہیں مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ مَیں نے حاضرِ خدمت ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ مَیں نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جَو کے آٹے کا انتظام بھی ہے لہٰذا آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر دغریب خانہ پرا تشریف لے چلیں تو نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے خندق والو جابر نے تمھارے لیے دعوت کا انتظام کیا ہے لہٰذا آؤ چلو پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اُتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا۔

پس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ سب لوگوں کے آگے تھے جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ وہ ہی بات کر دی جس کا مجھے اندیشہ تھا مَیں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا مَیں نے وہ عرض کر دیا تھا۔

فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ فَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا مانگی پھر ہانڈی میں لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا مانگی اس کے بعد فرمایا کہ روٹی بنانے والی ایک اور بلالو تاکہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تو اپنی ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اُتارنا۔

کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، حضرت جابر کہتے ہیں، خدا کی قسم سب نے

(بخاری جلد۲ صہ ۵۸۹)

کھانا کھالیا۔ یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو کر چلے گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اُتنا ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کے لیے رکھا ہُوا تھا۔ اور ہمارا آٹا بھی اُتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

(۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا أَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ لَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيْهِ۔

(مشکوٰۃ صہ ۵۳۶)

اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اُس نے کہا میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے اُس نے تکبر کی وجہ سے جھوٹا عذر کیا تھا راوی کہتے ہیں پھر وہ اس کے بعد اپنا دایاں ہاتھ مُنہ تک کبھی نہیں پہنچا سکا۔

ؔ وہ زُباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں ‏ ‏ اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں ‏ ‏ اُس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

(۲۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں بیمار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر گزرے میں شدتِ مرض میں اُس وقت یہ دُعا کر رہا تھا کہ یا رب اگر وقت آگیا ہے تو مجھے موت کے ساتھ اس مرض کی تکلیف سے راحت دے اور اگر ابھی زندگی باقی ہے تو تندرُستی کے ساتھ زندگی میں وُسعت عطا فرما اور یہ مرض اگر آزمائش ہے تو صبر عطا کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم کیا کہہ رہے تھے

مَیں نے وہ کلمات دُہرائے۔

فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِشْفِهٖ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِي بَعْدُ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ صہ ۵۶۵)

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر ماری اور کہا اے اللہ اس کو عافیت عطا فرما، یا شفاء عطا فرما۔ حضرت علی فرماتے ہیں پھر اس کے بعد اس مرض کی مجھے کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک اعرابی حاضر ہُوا، جب قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس نے عرض کی اور کون یہ گواہی دیتا ہے۔

قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا۔

(مشکوٰۃ صہ ۵۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درخت اور اُس کو بُلایا آپ وادی کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین چیرتا ہُوا حاضر ہُوا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس درخت سے تین مرتبہ شہادت دلوائی اُس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بجا طور پر سچ ہے۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

قارئین کرام! ان احادیث مبارکہ کو بھی سامنے رکھیں اور غور کریں کہ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ کہاں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کا مالک نہ ہونا اور کہاں اشاروں پر

(۲۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حاضرِ خدمت ہُوا اور اس نے کہا کہ مَیں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا بایں دلیل کہ مَیں اس درخت خرما کے اس خوشہ کو بلاتا ہُوں وہ میری رسالت کی گواہی دے گا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بُلایا۔

فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

پس وہ خوشہ درخت سے اُترنے لگا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گرا، اور رسالت کی گواہی دی، پھر آپ نے اس کو واپس جانے کا حکم دیا وہ واپس چلا گیا اور اعرابی مُسلمان ہو گیا۔

(۲۶) حضرت محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ سَرزمینِ روم میں حضرت سفینہ لشکر کی راہ بھُول گئے، جنگل میں لشکر کی تلاش میں تھے کہ شیر سامنے آگیا تو آپ نے شیر سے فرمایا:

يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۵)

اے شیر مَیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہُوں اور اس طرح راہ گُم کردہ ہُوں یہ سُنتے ہی شیر اَدب کرتے ہُوئے سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا، جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا پھر آپ کے پہلو میں آجاتا اسی طرح شیر آپ کے پہلو میں چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے اور شیر واپس گیا

قُربان جائیے اُس نامِ پاک کی عظمتوں سے کہ جس کی بدولت بڑی بڑی ہولناکیاں ٹل جاتی ہیں اور جس کے وسیلے سے بھنور خود کنارا بن جاتے ہیں

انصاف فرمائیے! وہ غلامانِ حبیبِ مکرم جنھوں نے آپ کے نامِ نامی کی برکت سے مشکلات کو حل ہوتے دیکھا کیا وہ پاکباز لوگ یہ ماننے کو تیار ہو سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشکل کشا نہیں؟ وہ تو بر ملا کہیں گے کہ اے ناسمجھ جس کا نام مشکل کشا ہے وہ خود مشکل کشا کیوں نہیں ہیں؟

(۲۷) مسلم شریف میں حضرت جابر کی تفصیلاً روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک موقع پر آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے لیکن وہاں پردہ کی کوئی جگہ نہ تھی تو آپ نے دو درختوں کو باری باری شاخوں سے پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چلو، درخت اس طرح آپ کے ساتھ چلے، جس طرح نکیل پکڑے ہوئے آدمی کے ساتھ اونٹ چلتا ہے۔

فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنْہُمَا عَلٰی سَاقٍ۔

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ صد ۵۳۳)

میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت جُدا ہو کر چلے اور اپنے اپنے تنوں پر (دوبارہ) کھڑے ہو گئے۔

(۲۸) حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں حضرت معوذ بن عفراء کا ہاتھ کٹ گیا۔

فَجَآءَ یَحْمِلُ یَدَہٗ فَبَصَقَ عَلَیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَلْصَقَہَا فَلَصِقَتْ۔

(شفا شریف جلد ا صد ۲۱۳)

پس وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا تھوک مبارک لگا کر کٹے ہوئے ہاتھ کو جوڑ دیا تو وہ اُسی وقت جُڑ گیا۔

(۲۹) جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کا کاندھا کٹ کر لٹک گیا۔

فَرَدَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَفَثَ عَلَیْہِ حَتّٰی صَحَّ۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کندھے کو اس کی جگہ پر رکھا اور اس پر تھوک مبارک لگا دیا تو وہ کندھا بالکل ٹھیک ہو گیا۔

(شفا شریف جلد ۱ صـ۲۱۳)

قارئینِ محترم! یقین فرمایئے، کہ اگر ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات و اختیارات کو شرح و بسط سے لکھنے لگیں تو سینکڑوں صفحات بھی ناکافی ہیں۔ انہی پر اکتفا کرتے ہوئے موضوع کی طرف آتے ہیں کیونکہ بات ہو رہی تھی:

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۝

کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں

الحمد للہ ہم نے کثیر دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ جو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں، وہ لوہے، لکڑی، پتھر اور دیگر دھاتوں کے بنائے ہوئے بت ہیں نہ کہ انبیاء اور اولیاء کرام۔

بفضلہٖ تعالیٰ کثیر احادیثِ مبارکہ سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات و اختیارات کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔

ممکن ہے کہ تصرفاتِ نبوت کا منکر یہ کہے کہ یہ تو معجزات ہیں تو ہم عرض کریں گے کہ چشمِ ما روشن دلِ ما شاد، چلو یوں ہی سہی بطورِ معجزات ہی مان لو کہ اللہ کریم نے ہمارے آقا کو بے شمار اختیارات و تصرفات کا مالک بنایا ہے۔

کیا خوب فرمایا تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

(۱۰) قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ج (فاطر ۴۰)

تم فرماؤ، بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک جنھیں اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا یا آسمانوں میں اُن کا کچھ ساجھا (حصہ) ہے۔

ملاحظہ فرمایئے! اس آیت کی وضاحت تفاسیر کی روشنی میں۔

(۱) تفسیر ابن عباس صہ ۲۷۲۔

(قُلْ) يَا مُحَمَّدُ لِأَهْلِ مَكَّةَ (أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمْ) آلِهَتَكُمْ (الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ) مِمَّا فِي الْأَرْضِ (أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ) مَعَ اللّٰهِ (فِي السَّمٰوٰتِ) فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل مکہ کو فرمادیں کہ جن کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو مجھے دکھاؤ کہ زمین کے کس حصے کو انھوں نے پیدا کیا ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کتنا عمل دخل ہے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ صہ ۱۴۳ الجزالثانی والعشرون۔

يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِمُشْرِكِيْ قَوْمِكَ (أَرَءَيْتُمْ) أَيُّهَا الْقَوْمُ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ (أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ) يَقُوْلُ أَمْ لِشُرَكَآءِكُمْ شِرْكٌ مَعَ اللّٰهِ فِي السَّمٰوٰتِ

يَقُوْلُ اَمْ اٰتَيْنَا هٰؤُلَآءِ الْمُشْرِكِيْنَ كِتَابًا اَنْزَلْنَاهُ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ بِاَنْ يُّشْرِكُوْا بِاللّٰهِ الْاَوْثَانَ وَالْاَصْنَامَ ....

اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے مُشرکوں سے فرما دو کہ اے قوم جن کو اللہ کے علاوہ پُوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کس حصّے کو بنایا، یا آسمانوں کی تخلیق میں اُن کی شرکت ہے؟ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ کیا ہم نے اس بات پر کافروں کو کوئی سند عطا کی ہے کہ وہ بُتوں کو خُدا کا شریک ٹھہرائیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد۷ صـ۲۲ الجز ۱۴۔

حضرت علامہ قرطبی مذکورہ آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَكَانَ فِيْ هٰذَا رَدٌّ عَلٰى مَنْ عَبَدَ غَيْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِاَنَّهُمْ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ كِتَابٍ مِّنَ الْكُتُبِ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَ اَنْ يُّعْبَدَ غَيْرُهٗ ــــــ

کہ اس آیت میں ردّ ہے اُس شخص کا جس نے عبادت کی اللہ کے علاوہ کسی اور کی۔ کیونکہ وہ نہیں پاتے کسی کتاب میں کہ اللہ نے حکم دیا ہو کہ اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صـ۵۷۳۔

(قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ)
اَيْ جَعَلْتُمُوْهُمْ شُرَكَاءِيْ بِزَعْمِكُمْ يَعْنِي الْاَصْنَامَ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو اللہ کے علاوہ جن کو پُوجتے ہو یعنی جن بُتوں کو تم نے اپنے زعم (باطل) میں میرے شریک بنا

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۶۸ ۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ ....

یَقُوْلُ تَعَالٰی لِرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْلَ لِلْمُشْرِکِیْنَ (اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) اَیْ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْدَادِ ....

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان مشرکوں سے فرمایئے کہ بھلا بتاؤ تو تمھارے وہ شریک جنھیں اللہ کے علاوہ پوجتے ہو یعنی بت اور دیگر معبود اللہ کے علاوہ۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۶ ص ۲۲ ۔

علامہ فخر الدین رازی مذکورہ آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے (شرکاءکم) کے تحت فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَضَافَ الشُّرَکَآءَ اِلَیْھِمْ مِنْ حَیْثُ اَنَّ الْاَصْنَامَ فِی الْحَقِیْقَۃِ لَمْ تَکُنْ شُرَکَآءَ لِلّٰہِ وَاِنَّمَا ھُمْ جَعَلُوْھَا شُرَکَآءَ فَقَالَ شُرَکَآءُکُمْ اَیِ الشُّرَکَآءُ بِجَعْلِکُمْ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یُّقَالَ شُرَکَآءُکُمْ اَیْ شُرَکَآءُکُمْ فِی النَّارِ لِقَوْلِہٖ۔ (اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ)

کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرکاء کی اضافت انکے پجاریوں کی طرف کی۔ اس لیے کہ حقیقت میں بت اللہ کے شریک نہیں ہو سکتے انھیں تو اُن کے پجاریوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے۔

یعنی تمھارے ٹھہرائے ہوئے اللہ کے شریک۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یوں کہا جائے تمھارے شریک یعنی تمھارے جہنم کے شریک۔ (پھر اس معنی کی تائید میں یہ قرآنی الفاظ نقل فرماتے ہیں) کہ بیشک تم اور جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو

سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۷ صـ ۳۵۷۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمْ ....

اَیْ اٰلِهَتَکُمْ وَاَصْنَامَکُمْ۔

یعنی تمہارے معبود اور تمہارے بُت۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ صـ ۵۳۷۔

(قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ)

یَعْنِی الْاَصْنَامَ جَعَلْتُمُوْهَا شُرَکَآءَ بِزَعْمِکُمْ ......

یعنی وہ بُت جنھیں تم نے اپنے زعم باطل میں شریک ٹھہرا رکھا ہے۔

(۹) تفسیر جلالین صـ ۳۶۷

(قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تَعْبُدُوْنَ

(مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اَیْ غَیْرِهٖ وَهُمُ الْاَصْنَامُ۔

یعنی وہ بُت جن کی عبادت کرتے ہو۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صـ ۴۵۸۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ ....

کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو پکارتے ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے دیکھو دکھاؤ تو مجھے جو انھوں نے پیدا کیا ہے زمین میں سے یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں یا دی ہم نے کوئی کتاب ان شریک کرنے والوں کو جو پھر وہ حجت اور دلیل پر ہو دیں اس کتاب سے وہ اصل نہیں ہے۔ جو وہ کہتے ہیں بلکہ وعدہ نہیں دیتے یہ بعضے مشرک بعضوں کو کہ بُت بخشوا دیں گے ہم کو قیامت میں مگر فریب اور دغا اور دھوکا ہے یعنی یہ وعدہ نرا جھوٹ ہے کس واسطے کہ بُت قیامت کو آپ ہی عاجز و حیران ہوں گے عذاب میں اور بیزار ہوں گے

اپنے پُوجنے والوں سے۔

حضراتِ محترم! مشرکین مکہ کے رَدّ میں نازل ہونے والی مکّی سُورت کی یہ آیت بھی بُتوں کے پجاریوں کی کم عقلی و بے دینی کو اجاگر کررہی ہے۔ کافروں کے رَدّ میں اُترنے والی آیت مومنوں پر چسپاں کرنا انتہائی دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے

یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بعض ناہنجار مسلمانی کا دعویٰ اگلتے ہُوئے اہلِ ایمان کو بے ایمان ہونے کے طعنے دیتے ہُوئے کفّار و مشرکین پر نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے رہتے ہیں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ؎

سرِ محفل مجھی سے پردہ کرنا تھا تجھے ظالم؟
پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے مُنہ ڈھانپا

(۱۱) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّ کَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ ۝

(الاحقاف ۵، ۶)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پُوجے جو قیامت تک اس کی نہ سُنیں اور انھیں ان کی پُوجا کی خبر تک نہیں۔ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دُشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے مُنکر ہو جائیں گے۔

اس آیت کو بھی محض سینہ زوری سے انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے کی سعی ناکام کی جاتی ہے۔

سماعت و بصیرتِ اہلِ قبور کے دلائل تو بعد میں ہوں گے پہلے اس آیت کریمہ کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھیے۔

(۱) تفسیر ابن عباس صـ ۳۱۲ ۔

(وَمَنْ اَضَلُّ) عَنِ الْحَقِّ وَالْهُدٰي (مِمَّنْ يَدْعُوْا) يَعْبُدُ (مِنْ دُوْنِ اللهِ) وَهُوَ الْكَافِرُ (مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ) مَنْ لَا يُجِيْبُهٗ اِنْ دَعَاهُ (اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) (وَهُمْ) يَعْنِي الْاَصْنَامَ (عَنْ دُعَآءِهِمْ) عَنْ دُعَآءِ مَنْ يَعْبُدُهُمْ (غَافِلُوْنَ) جَاهِلُوْنَ (وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ) يَوْمَ الْقِيَامَةِ (كَانُوْا) يَعْنِي الْاَصْنَامَ ۔۔۔۔

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے حق و ہدایت سے جو عبادت کرے اللہ کے علاوہ بُتوں کی جو کہ قیامت تک اس کی کچھ بھی نہیں سُن سکتے اور یہ عبادت کرنے والا کافر ہے اور بُت جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ اپنے پجاریوں کی دُعا سے بے خبر ہیں اور جب لوگوں کا حشر ہو گا یہ بُت اپنے پجاریوں کے دُشمن ہونگے اور ان کی عبادت سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں گے ۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۳ صـ ۴ الجزء السادس والعشرون ۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا ....

يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : وَاَيُّ عَبْدٍ اَضَلُّ مِنْ عَبْدٍ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اٰلِهَةً لَا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔

يَقُوْلُ لَا يُجِيْبُ دُعَاءَهٗ اَبَدًا لِاَنَّهَا حَجَرٌ اَوْ خَشَبٌ اَوْ نَحْوُ ذَالِكَ ـــــ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کون زیادہ گمراہ ہے اس بندے سے جو اللہ کے علاوہ اور معبودوں کو پکارے ، جو قیامت تک اس کی کچھ نہیں سُن سکتے ۔ یعنی اُس کی دُعا کا جواب نہیں دے سکتے ۔

اس لیے کہ وہ پتھر اور لکڑی وغیرہ کے (مجسمے) ہی تو ہیں ۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۸ صہ ۱۲۲ الجزء السادس عشر

(وَمَنْ اَضَلُّ) اَیْ لَا اَحَدَ اَضَلُّ وَاَجْهَلُ (مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ) وَهِیَ الْاَوْثَانُ (وَهُمْ عَنْ دُعَآءِ هِمْ غَافِلُوْنَ) یَعْنِیْ لَا یَسْمَعُوْنَ وَلَا یَفْهَمُوْنَ

اور کون زیادہ گمراہ ہے، یعنی اس سے بڑا گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ کے علاوہ بتوں کو پکارے۔ (کیونکہ) وہ (بت) تو اُن کی (ہر) پکار سے غافل ہیں نہ سنتے نہ سمجھتے ہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۴ صہ ۱۶۳۔

(وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ) یَعْنِیْ الْاَصْنَامَ لَا تُجِیْبُ عَابِدِیْهَا اِلٰی شَیْءٍ یَسْاَلُوْنَهَا (اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ) یَعْنِیْ اَبَدًا مَادَامَتِ الدُّنْیَا (وَهُمْ عَنْ دُعَآءِ هِمْ غَافِلُوْنَ) لِاَنَّهَا جَمَادٌ لَا تَسْمَعُ وَلَا تَفْهَمُ۔

اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اللہ کے علاوہ ایسے بتوں کو پوجے، جو اپنے پجاریوں کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے قیامت تک اور یہ بت اپنے پجاریوں کی دعا سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ یہ پتھر ہیں، نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صہ ۱۶۵۔

(وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا ....)

اَیْ لَا اَضَلَّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ .....

اَصْنَامًا وَیَطْلُبُ مِنْهَا مَا لَا تَسْتَطِیْعُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَهِیَ غَافِلَةٌ عَمَّا یَقُوْلُ لَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَبْطِشُ لِاَنَّهَا جَمَادٌ حِجَارَةٌ صُمٌّ۔

یعنی اس سے بڑا گمراہ اور کون ہے جو بُتوں کو پکارے اور اُن سے ایسی طلب و تمنا رکھے جس کی وہ قیامت تک استطاعت نہیں رکھتے۔ اور وہ غافل ہیں اُس سے جو اُن کے پجاری کہتے ہیں، نہ وہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ قوتِ بطش رکھتے ہیں کیونکہ یہ (بُت) از قبیل جمادات ہیں، اور بہرے پتھر ہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۸ صہ ۵۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ ....

اِعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ فِيْمَا سَبَقَ اَنَّ الْقَوْلَ بِعِبَادَةِ الْاَصْنَامِ۔ قَوْلٌ بَاطِلٌ، مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا لَا قُدْرَةَ لَهَا اَلْبَتَّةَ عَلَى الْخَلْقِ وَالْفِعْلِ وَالْاِيْجَادِ وَالْاِعْدَامِ وَالنَّفْعِ وَالضَّرِّ فَاَرْدَفَهٗ بِدَلِيْلٍ آخَرَ يَدُلُّ عَلٰى بُطْلَانِ ذَالِكَ الْمَذْهَبِ۔

وَهِيَ اَنَّهَا جَمَادَاتٌ فَلَا تَسْمَعُ دُعَآءَ الدَّاعِيْنَ۔ ......

جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بُتوں کی عبادت کرنے والوں کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا اس حیثیت سے کہ ان کے معبودانِ باطلہ (بُتوں) کو کوئی قدرت نہیں خلق پر کسی کام پر کسی چیز کے ایجاد کرنے پر اور نفع و نقصان پر پھر اس کے بعد اللہ کریم نے مذکورہ آیت وَمَنْ اَضَلُّ والی ذکر کی اُن کے فاسد مذہب کے بطلان پر دلیل آخر کے طور پر اور وہ (یہ ہے کہ) بے شک یہ معبودانِ باطلہ از قبیلِ جمادات ہیں اپنے پکارنے والوں کی پکار نہیں سُنتے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۸ صہ ۴۶۴۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہُوئے وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ کا مفہوم بیان کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:

اَيِ الْاَصْنَامُ عَنْ دُعَآءِ الدَّاعِيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعِبَادَتِهِمْ....

کہ یہ بُت مشرکین کی پکار اور عبادت سے بے خبر ہیں۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۱۲۲۔

(وَمَنْ اَضَلُّ ......) یَعْنِی الْاَصْنَامَ لَا تُجِیْبُ عَابِدِیْھَا......

یعنی اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو بُتوں کو پُوجے کہ یہ بُت اپنی عبادت کرنے والوں کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے، کیونکہ یہ از قبیل جمادات ہیں۔ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین صہ ۴۱۶۔

(وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا) یَعْبُدُ (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) اَیْ غَیْرِہٖ (مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ) وَھُمُ الْاَصْنَامُ ــــ

اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے علاوہ بُتوں کی عبادت کرے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن صہ ۵۲۳۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا ....

اور کون ہے گمراہ زیادہ اس سے جو پُوجے۔ سوائے خدا تعالےٰ کے اُس چیز کو جو قبول نہ کرے اُس کے پُوجنے کو قیامت کے دن تک اُن کو پُوجا کریں وہ ہرگز جواب نہ دیوے۔ اور بُت اُن کے پُوجنے سے بے خبر ہیں۔

اصحابِ قبُور کی سماعت و بصیرت پر دلائل

قارئینِ کرام! مذکورہ آیتِ مبارکہ میں قیامت تک جن کے نہ سُننے کا ذکر ہے وہ بُت ہیں اور آپ اِس حقیقت کو تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں ملاحظہ کر چکے ہیں، دگرنہ مرنے کے بعد سماعتِ مومن تو ایک طرف کافر میتوں کا یہ حال ہے۔ حدیث

پیش خدمت ہے۔ پڑھیے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ بدر میں قتل ہونے والے کافروں کو ایک گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا تو بعد میں آپ اس گڑھے کے کنارے آکھڑے ہوئے اور ایک ایک کا نام لے کر اُن سے خطاب فرمانے لگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

(۱) یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ فِیْھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ ــــ

(بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۶۶، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۷)

اس حدیث شریف کا مفہوم شاعرِ اسلام جناب حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ ؎

خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرت نے فرمایا
صحابہ کے دلوں میں اک تحیّر سا اُمڈ آیا!
کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مُردہ ہیں
بھلا اب کس کی سُنتے ہیں اَجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ!!
بُرائی کے بُرے انجام پر سر دُھن رہے ہیں یہ
مآلِ کار پر ہے انتہائی اضطراب ان کو!
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جواب انکو

(۲) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے

اَلْمَیِّتُ یَسْمَعُ خَفْقَ باب اس بارے میں کہ میت جوتوں کی

النِّعَال۔ آواز کو سُنتی ہے۔

پھر اس کے بعد حدیث نقل کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:

قَالَ الْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتُوَلّٰی وَذَھَبَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی اَنَّہٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ۔ (بخاری جلد۱ صہ۱۷۸)

کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے (اور بعد از تدفین) اُس کے ساتھی جب واپس جاتے ہیں تو وہ (قبر والا) اُن کے جُوتوں کی آواز سُنتا ہے۔

ثابت ہُوا کہ اہلِ قبور سُنتے ہیں اور جن کے قیامت تک نہ سُننے کا ذکر ہے وہ پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بُت اور مجسمے ہیں۔

(۳) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ رَجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْہِ وَیَجْلِسُ عِنْدَہٗ اِلَّا اسْتَاْنَسَ بِہٖ وَرَدَّ عَلَیْہِ حَتّٰی یَقُوْمَ۔

(شرح الصدور طبع مدینۃ المنوّرہ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مُسلمان اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اُس کے پاس بیٹھے تو اُس قبر والے کو اُنس و فرحت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے

(۴) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَدْخُلُ بَیْتِیَ الَّذِیْ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ وَاضِعٌ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا ھُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَھُمْ فَوَاللّٰہِ مَا دَخَلْتُہٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر کے اس حجرۂ مبارکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے وہاں بلا پردہ داخل ہو جاتی تھی، اور (دل میں) کہتی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور ایک میرے باپ، پس جب حضرت عمر

اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔

(مشکوٰۃ صہ ۱۵۴)

رضی اللہ عنہ ساتھ دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم پھر میں کبھی بھی اس حجرے میں بغیر پردے کے داخل نہیں ہوئی حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اہل قبور دیکھتے ہیں جب انکے دیکھنے کا یہ عالم ہے تو انکی سماعت کا کیا کہنا۔

(۵) عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَمْشِيَ عَلٰى جَمْرَةٍ اَوْ سَيْفٍ اَوْ اَخْصِفَ نَعْلِيْ بِرِجْلِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَمْشِيَ عَلٰى قَبْرِ مُسْلِمٍ وَمَا اُبَالِيْ اَوْسَطَ الْقُبُوْرِ قَضَيْتُ حَاجَتِيْ اَوْ وَسَطَ السُّوْقِ۔

(ابن ماجہ صہ ۱۱۳)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگ یا تلوار پر چلنا یا آگ کے جوتے پہننا مجھے مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے قبروں اور بازار کے درمیان مجھے قضائے حاجت میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا

اسی لیے تو حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

وَقَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ يُّسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ

اور مشروع فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے جب کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں تو اسی طرح سلام کریں جس طرح اس کو سلام کیا جاتا ہے جو سامنے ہو۔ پس سلام کرنے والا کہے

مُؤْمِنِيْنَ وَهٰذَا خِطَابٌ لِّمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَلَوْلَا تِلْكَ لَكَانَ هٰذَا الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَالْجَمَادِ۔

کہ سلام ہو تم پر اے مسلمان قوم اور یہ اندازِ خطاب اس کے لیے ہوتا ہے جو سُنتا اور سمجھتا ہو اور اگر (اہلِ قبور میں علم و شعور اور فہم و ادراک) نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ خطابِ معدوم اور جمادات کے ہو جائیگا

(کتاب الرّوحِ صہ ۵)

اس کے بعد حافظ ابنِ قیم مزید فرماتے ہیں:

وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰى هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ زِيَارَةَ الْحَيِّ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ۔
(کتاب الروحِ صہ ۵)

کہ سلف کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار و روایات بہت ہیں کہ اہلِ قبر کو زندہ لوگوں کی زیارت کا علم ہوتا ہے اور زیارت کرنے والوں کی زیارت سے خوش ہوتا ہے۔

(۷) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو کہ مشہور صحابی ہیں اُنھوں نے اپنی وفات سے قبل یہ وصیت فرمائی کہ:

فَاِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَسُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ

جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ چلے اور نہ آگ میرے ہمراہ لائی جائے (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں مُروج تھا) جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح

بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ ۔ (مسلم شریف جلد ا صـ۷۶)

کر کے گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کر دوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں۔

حضراتِ محترم! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ قبر والا لوگوں کی آہٹ کو سُنتا ہے۔

اور ابھی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقرب و محبُوب ـــــ صحابی کا فرمان بھی پڑھ لیا جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قبر والا نہ صرف سماعت رکھتا ہے، بلکہ قبر کے پاس کھڑے ہونے والوں کی موجُودگی، اس کے لیے فرشتوں کو جواب دینے میں باعثِ فائدہ و فرحت ہے ـــــ

رہیں وہ آیاتِ مبارکہ جن کی رُو سے سماعِ مَوتی کا انکار کیا جاتا ہے تو اُن کا تعلق اہلِ قبوُر سے نہیں بلکہ زمین کے اُوپر چلتے پھرتے اُن کافروں کے بارے میں ہے جو نہ حق سُنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ۔ پس تم نہیں سُناتے مُردوں کو۔

حضراتِ محترم! آپ غور فرمائیں مذکورہ الفاظِ قرآنیہ سے سماعِ مَوتی کی نفی کرنے والے خلقِ خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں جس میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس لیے کہ اسی آیت کو آپ مکمل پڑھیئے سیاق و سباق کو دیکھیئے ساری حقیقت منکشف ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ

بے شک آپ نہیں سُناتے مُردوں کو اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔ اور نہ تم اندھوں کو

بِـهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَـهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (الروم ۵۲/۵۳)

اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہو تم تو اُسی کو سُناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے بس وہ گردن جھکانے والے ہیں۔

قارئین کرام ! دیکھا آپ نے کہ مذکورہ آیت کا اصحابِ قبور سے کوئی واسطہ نہیں اور مُوتٰی اپنے لفظی معنی میں استعمال نہیں ہُوا۔ اگر یہاں لفظی معنی پر اصرار کیا جائے تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ وَ مَآ اَنْتَ بِـهٰدِ الْعُمْیِ۔ کہ آپ اندھوں کو ہدایت نہیں دیتے۔ خدالگتی بات کہیئے کہ کیا دُنیا میں کوئی نابینا آدمی مُسلمان نہیں ہے ؟ کیا اصحابِ رسُول میں سے کوئی شخص نابینا نہ تھا ؟ اگر کئی صحابۂ کرام نابینے تھے تو کیا اُن کو ہدایت یافتہ ماننا اس آیت کی رُو سے جائز ہے جب کہ اس مذکورہ آیت میں واضح ہے کہ آپ اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔

حضراتِ محترم ! جس طرح اس آیت میں بِـهٰدِ الْعُمْیِ اپنے لفظی معنی میں نہیں اسی طرح مُوتٰی بھی اپنے لفظی معنی میں نہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت مذکورہ آیت کا آخری جملہ ہے وہ یہ ہے کہ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا ...... کہ تم تو اُس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے۔ اس سے پتہ چلا کہ نہ سُننے کا تعلق بے ایمانوں سے ہے جن کے بارے میں یہی آیت فرما رہی ہے اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ۔ جب وہ بیٹھ دے کر پھریں۔ انصاف سے کہیئے کہ بیٹھ دے کر پھرنے کا اہلِ قبور سے کیا تعلق ؟

یہی مفہوم مفسرین کرام نے لیا ہے :

(۲) وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔

اور تم نہیں سنانے والے اُنھیں جو قبروں میں ہیں۔

اس کے بارے میں تفسیر مدارک میں انتہائی جامع مانع بیان ہے ۔
فرماتے ہیں :

شَبَّهَ الْكُفَّارَ بِالْمَوْتٰى حَيْثُ لَا يَنْتَفِعُوْنَ بِمَسْمُوْعِهِمْ

(مدارک جلد ۳ صہ ۳۳۹)

کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مُردوں سے تشبیہ دی ہے اس لیے کہ جس طرح مُردے سماعت سے فائدہ نہیں اٹھاتے یعنی وہ مُردے جنھوں نے دنیا میں حق سُن کر فائدہ نہیں اٹھایا وہ قبروں میں جاکر بھی فائدہ حاصل کرنے سے محروم ہیں۔ اسی طرح کافروں کا حال ہے کہ حق سُننے سے بہرے ہیں ——
کیونکہ جب عام اہلِ قبوُر کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کے جُوتوں کی آہٹ سُنتا ہے (بخاری شریف) اندازہ فرمائیں کہ عام لوگ عام حالت میں قبرستان سے گزریں تو اہلِ قبوُر جُوتوں کی آواز سُن لیں، تو کیا حبیبِ اعظم نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے نکلنے والی آواز اہلِ قبوُر نہیں سُن سکتے۔

بمعنی دیگر اس آیت کو اگر لفظی معنی پر بھی رکھا جائے تو بھی اہلسُنت کے حق میں کوئی نقصان دہ نہیں اس لیے کہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ اے حبیبِ پاک آپ کی آوازِ مبارک جو اہلِ قبوُر سنتے ہیں وہ اللہ قدوس کے سنوانے سے سُنتے ہیں، یعنی اُنکو قوتِ سماعت اللہ نے عطا کی ہے ۔

یعنی آپ سماعت کو پیدا کرنے والے نہیں سماعت کا خالق صرف اللہ ہے الحمدللہ ہمارا اس بات پہ بھی پختہ یقین ہے ۔

(۱۲) وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (الجن ۱۸)
اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو ۔

یہاں بھی دُعا بمعنی عبادت ہے۔ جیسا کہ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں:

اَلدُّعَاءُ الشَّرْعِیُّ عِبَادَةٌ کَالصَّلٰوةِ فَلَا یَجُوْزُ مِنْ غَیْرِ اللّٰهِ وَهِیَ الْمُرَادُ فِی الْاٰیَاتِ الَّتِیْ وَرَدَ فِیْهَا لَفْظُ الدُّعَاءِ اَمَّا الدُّعَاءُ اللُّغَوِیُّ بِمَعْنَی النِّدَآءِ فَتَجُوْزُ لِغَیْرِ اللّٰهِ مُطْلَقًا سَوَآءٌ کَانَ حَیًّا اَوْ مَیِّتًا وَ ثَبَتَ فِیْ حَدِیْثِ الْاَعْمٰی یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ وَفِیْ حَدِیْثٍ آخَرَ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حِیْنَ زَلَّ قَدَمُهُ وَا مُحَمَّدَاهُ وَلَمَّا دَعَا مَلِكُ الرُّوْمِ الشُّهَدَآءَ اِلَی النَّصْرَانِیَّةِ قَالُوْا یَا مُحَمَّدَاهُ رَوَاهُ اِبْنُ الْجَوْزِیِّ مِنْ اَصْحَابِنَا وَقَالَ اُوَیْسُ الْقَرْنِیُّ بَعْدَ وَفَاتِ عُمَرَ یَا عُمَرَ اهُ یَا عُمَرَاهُ یَا عُمَرَاهُ رَوَاهُ هَرَمُ بْنُ حَیَّانَ .... الخ (ہدیۃ المہدی صـ۲۳)

دُعا شرعی کا معنی ہے عبادت صلوٰۃ کی طرح پس یہ اللہ کے علاوہ کے لیے جائز نہیں (یعنی اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں) اور یہی معنی (عام طور پر) مُراد ہے اُن آیات سے جہاں لفظ دُعا وارد ہُوا ہے۔

اور دُعا کا لغوی معنی ہے نداء کرنا۔ پس جائز ہے اللہ کے علاوہ کو ندا کرنا چاہے وہ جس کو ندا کی جا رہی ہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ اور ثابت ہے اُس حدیث کی رُو سے جس میں نابینے صحابی کی دُعا ہے جس نے یُوں دُعا کی تھی کہ یا محمد میں متوجہ ہوتا ہُوں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف۔ اور ایک دُوسری حدیث میں ہے کہ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہوا تو اُنھوں نے وَا مُحَمَّدَاهُ کے ساتھ (بطور استغاثہ) ندا کی۔ ہمارے اصحاب میں سے ابن الجوزی نے اسے روایت کیا ہے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یُوں ندا کی تھی

یَا عُمَرَاہُ یَا عُمَرَاہُ یَا عُمَرَاہُ اسے (مشہور تابعی) ہرم بن حیان نے روایت کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں کی تحریر کے علاوہ بخاری شریف جلد ۲ صد ۶۸۵ پر اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ کے بعد آنے والی عبارت بھی اسی حقیقت کا اعلان کر رہی ہے کہ دُعا بمعنی عبادت ہے۔

اور اسی طرح اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ والی آیت مبارکہ میں یَدْعُوْنَ کا معنی عبادت بخاری شریف سے ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے!

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاس کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِی عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَیْرَهٗ ــــ (بخاری جلد ۲ صد ۶۸۰)

اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس آیت میں ہاتھ پھیلانے والے کی جو مثال ہے یہ اُس مشرک کی مثال ہے جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرے۔

کیوں جناب! اب تو بخاری شریف کی روایات سے بھی ثابت ہو گیا ہے۔ کہ دُعا بمعنی عبادت ہے۔

قرآنِ پاک کی اور آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے!

(۱) وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (المؤمنون ۱۱۷)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے خدا کو پوجے۔

(۲) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ۝ (الشعراء ۲۱۳)

پس تو اللہ کے ساتھ دُوسرا خدا نہ پُوج کہ تجھ پر عذاب ہو گا۔

(۳) ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل ۶۲)

کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

(۴) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف (القصص ۸۸)

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج، کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی:

(۵) وَالَّـذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ۔ (الفرقان ۶۸)

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔

حضراتِ محترم! ان مذکورہ آیات سے خوب وضاحت ہوگئی کہ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا کا یہی مطلب ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

ملاحظہ فرمائیں، تفاسیر کے حوالے:

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۳۷۰

(وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ) بُيُوْتُ لِذِكْرِ اللّٰهِ (فَلَا تَدْعُوْا) فَلَا تَعْبُدُوا....
یعنی مسجدیں اللہ کے ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں پس ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۴ ص ۱۱۶، ۱۱۷ (الجزء التاسع والعشرون)

(وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا) اَيُّهَا النَّاسُ (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ فِيْهَا شَيْئًا وَلٰكِنْ اَفْرِدُوْا لَهُ التَّوْحِيْدَ وَ اَخْلِصُوْا لَهُ الْعِبَادَةَ۔

اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اے لوگو! ان میں اللہ کے ساتھ کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔ اس کے لیے افرادِ توحید کا عقیدہ رکھو اور اُسی کی عبادت کرو۔

اس کے بعد علامہ ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى اِذَا دَخَلُوْا كَنَائِسَهُمْ وَبِيَعَهُمْ

أَشْرَكُوا بِاللهِ فَأَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ أَنْ يُوَحِّدَ اللهَ۔

کہ یہودی اور نصرانی جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے (کوئی عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھ کر لائق عبادت جانتا تو کوئی عزیر علیہ السلام کو) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معبودِ واحد کی عبادت کے حکم کو عام کرنے کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ تفسیر معالم التنزیل، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر خازن، تفسیر رُوح البیان، تفسیر جلالین سب میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جیسے اپنے عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے، اے مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔

قارئین محترم! مذکورہ آیاتِ مبارکہ میں اولیاء من دُون اللہ کا مفہوم کیا ہے؟ الحمد للہ ہم نے اُمّہات الکتب سے وضاحت کر دی ہے اور جس سے روزِ روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ تمام مکی آیات مشرکین مکّہ کی تردید و تکذیب کے لیے اُتری ہیں۔ اور اُن کے مفروضہ، مزعومہ، و مخترعہ معبُودوں کی نفی کے لیے نازل ہُوئی ہیں۔ اِسی لیے مفسرین کرام نے يَدْعُوْنَ و تَدْعُوْنَ کا معنیٰ يَعْبُدُوْنَ و تَعْبُدُوْنَ کیا ہے — کیونکہ کفّار و مشرکین مکّہ اللہ کے علاوہ اوروں کی عبادت کے قائل و عامل تھے۔ جیساکہ قرآن شاہد ہے:

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ.... (الانبیاء ۹۸)

بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا پُوجتے ہو سب جہنّم کے ایندھن ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ.... (یونس ۱۸)

اور اللہ کے سوا ایسوں کو پُوجتے ہیں جو ان کا بُرا کر سکتے ہیں نہ بھلا۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا

(کہتے ہیں) ہم تو صرف اس لیے ان کی

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (الزمر ۳)
عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

عبادت تو وہ یقیناً بُتوں کی کرتے تھے لیکن کیا وہ حقیقت میں اللہ کا قُرب چاہتے تھے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ ان کا محض زبانی دعوٰی تھا جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیسا کہ جب اُن سے پُوچھا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ کہتے اللہ نے۔

یعنی اللہ قدوس کو کائنات کا خالق ماننے کے باوجُود، اور اپنے اس دعوے کے باوجُود کہ وہ ان بُتوں کی عبادت اللہ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں پھر بھی بُتوں کو اللہ عزّ وجلّ پر ترجیح دیتے اور ان کا مقام زیادہ سمجھتے تھے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں موجُود ہے کہ

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ۔ (الانعام ۱۳۶)
تو بولے یہ اللہ کا ہے اُن کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا۔ اور جو اللہ کیلئے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔

اور رہی یہ بات کہ جب وہ بُتوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے ان کے بلند مقام کے قائل تھے اور ان کی عبادت کے عامل تھے تو اُن بُتوں کو خالق کیوں نہیں مانتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن مجسموں کو تو انھوں نے خود بنایا تھا، لکڑی، پتھر اور لوہے کے وہ بُت تو اُن کے اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہُوئے تھے گویا ان معبُودوں کے تو وہ خود خالق تھے۔ جگ ہنسائی سے بچنے کے لیے اللہ قدوس کو کائنات کا خالق و مالک کہتے تھے، ورنہ ترجیح بُتوں کو دیتے تھے۔

خلاصۂ کلام

ان مذکورہ آیات میں جن سے ہر قسم کے تصرّف و اختیار کی نفی کی گئی ہے وہ بُت ہیں، قیامت تک جن کے نہ سننے اور نہ دیکھنے کا ذکر ہے وہ بُت ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں یہ بُتوں کا حال ہے نہ کہ محبُوبانِ بارگاہِ ربّ العالمین کا۔

اور مکڑی کے جالے سے کمزور جنھیں کہا جا رہا ہے اُس سے مُراد وہ بُت ہیں جن کو گھڑ کر کھڑا کیا گیا ہے کہ ذرا سا کسی کا ہاتھ چھُو جائے تو گِر جائے۔ مختلف دھاتوں سے بنے ہُوئے بے جان مجسّموں کا یہ حال ہے نہ کہ اُن کا جن کو حبیب اللہ، اسد اللہ، سیف اللہ اور وَلی اللہ ہونے کا شرف حاصل ہو۔

قارئینِ کرام! فرحتِ ایمان کے لیے اب چند

احادیثِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

جن میں اللہ کے محبُوب بندوں کی نسبت و صُحبت کے فوائد اور اُن کی خُداداد ولایت و فراست کے رنگا رنگ موتی چمک دمک رہے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ جَلِیْسِ الصَّالِحِ وَجَلِیْسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا

حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مُشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے مُشک والا یا تو تم کو یونہی (کچھ) مُشک دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے۔ وَرنہ تم کو اس سے

طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔ (بخاری و مسلم ص ۳۳)

اچھی خوشبو تو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، ورنہ تم کو اس سے بدبو تو آئے گی۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو صالحین کی سنگت راس آتی ہو کیونکہ ان کی سنگت اختیار کرنے کا خود خالقِ ارض وسما نے حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ"

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کی سنگت اختیار کرو۔

اور ظاہر ہے جو لوگ مجالسِ صالحین سے دور رہیں گے اُن کو بُری صحبت ہی نصیب ہوگی اور جن کی صحبت بُری ہو وہ صالحین کے بدترین دشمن و مخالف ہی ہونگے، کشف المحجوب میں یہ حقیقت یوں بیان ہوئی ہے۔

إِنَّ صُحْبَةَ الْأَشْرَارِ تُوْرِثُ سُوْءَ الظَّنِّ بِالْأَخْيَارِ۔

شرارتی لوگوں کی صحبت سے اچھے لوگوں کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور اللہ کریم عزّوجلّ کے پاکباز بندوں کی نسبت باعث مغفرت و رحمت ہے ملاحظہ فرمایئے حدیث شریف :

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے ۹۹ قتل کئے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے، اُسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا، وہ شخص اُس راہب کے پاس گیا اور کہا

نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ اِنْطَلِقْ إِلٰى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى نَا عْبُدِ اللّٰهَ تَعَالٰى مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلٰى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ ۔

فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيْقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا

کہ اُس نے ننانوے ۹۹ قتل کیے ہیں، کیا اُس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ اُس نے کہا نہیں، اُس نے اُس راہب کا بھی کام تمام کر کے پُورے سو کی تکمیل کر دی، پھر اُس نے سوال کیا کہ رُوئے زمین پر بڑا عالم کون ہے؟ تو اُس کو ایک اہلِ علم کا پتہ بتایا گیا۔ اُس نے (اہلِ علم کے پاس جا کر) کہا کہ اُس نے سَو قتل کئے ہیں، کیا اُس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اُس نے کہا ہاں، توبہ کی قبولیت میں کونسی چیز حائل ہو سکتی ہے؟

فلاں فلاں زمین کی طرف چلے جاؤ، وہاں (اللہ کے صالح بندے) اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی اُن کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی اس زمین پر لوٹ کر نہ آنا کہ یہ بُری زمین ہے (یعنی یہاں بُرے لوگ ہیں۔

پس وہ چلا ابھی راستے کے درمیان میں آیا تھا کہ اُسے موت آگئی پس اُس کے بارے میں ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب میں جھگڑا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے

قَطُّ فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِیْ صُوْرَةِ آدَمِیٍّ فَجَعَلُوْهُ بَیْنَهُمْ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَ الْاَرْضَیْنِ فَاِلٰی اَیَّتِهِمَا کَانَ اَدْنٰی فَهُوَ لَهٗ فَقَاسُوْهُ فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ۔

(بخاری و مسلم صہ ۳۵۹)

کہا کہ یہ توبہ کر کے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آیا ہے اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے قطعاً کوئی نیکی نہیں کی۔ پس اُن کے پاس ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا، پس انھوں نے اُس کو اپنے درمیان (حَکَم) ٹھہرایا، اُس نے کہا، دونوں زمینوں کو ناپ لو جسکے زیادہ قریب ہوگا اُسی کے حق میں فیصلہ ہوگا پس انھوں نے زمین کو ناپا اُسے پایا اُس زمین کے زیادہ قریب جس کا وہ ارادہ کر کے چلا تھا پس اُسے رحمت کے فرشتوں نے دامانِ رحمت میں ڈھانپ لیا۔

حضراتِ محترم! آپ اندازہ فرمائیں، اللہ قدوس عزّوجل ہر جگہ سُنتا ہے وہ ہی توبہ قبول کرتا ہے لیکن دیکھا آپ نے صالحین کا قُرب کتنا باعثِ نجات و قبولیت ہے مسلم شریف کے اسی صفحہ کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں :

فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ

یعنی جب فرشتے زمین کی پیمائش میں مصروف تھے تو اللہ کریم نے جو بُرے لوگوں والی زمین تھی یعنی جدھر سے وہ آیا تھا اُس کو حکم دیا کہ تو پھیل کر بُعد و وسعت والی ہو جا۔ اور جو زمین صالحین کی طرف تھی اُسے فرمایا کہ تو سُکڑ کر کم فاصلے والی ہو جا۔

اندازہ فرمایئے! اللہ کریم قادرِ مطلق ہے وہ بغیر فرشتوں کے جھگڑے کے اور بغیر زمین کی پیمائش کے بھی اگر اُس آدمی کو بخشش سے ہمکنار کر دیتا تو کون ہے جو

مانع ہوسکتا تھا۔ صاف ظاہر ہے یہ تمام معاملات وحالات قدرت نے اس لیے پیدا فرمائے کہ صالحین کی سنگت ونسبت کے فیضان کو ظاہر کیا جائے۔

ے
بزرگوں کی نسبت بڑی چیز ہے!
خدا دے یہ دولت بڑی چیز ہے!
کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن ارشادِ رب ہے
نیکوں کی سنگت بڑی چیز ہے

آیئے! اب ایک طویل العبارت حدیث شریف پڑھیئے اور اندازہ لگایئے کہ جو اللہ کریم عزوجل کی بارگاہ کے مقبول ہوں اُن کی نسبت کتنی فیضبار ہوتی ہے:

عَنْ صُهَيْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهٗ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ اِنِّىْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَىَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهٗ فَكَانَ فِىْ طَرِيْقِهٖ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهٗ فَاَعْجَبَهٗ فَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهٗ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اور اُس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بڑھاپے کو پہنچا تو اُس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں میرے پاس کوئی لڑکا بھیج، میں اُسے جادو سکھا دوں بادشاہ نے اُس جادوگر کے پاس ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو راستے میں ایک راہب (درویش) کا (ڈیرا) تھا اور وہ (لڑکا) اُس کے پاس بیٹھ کر اُس کی باتیں سُنتا اور انھیں پسند کرتا تھا۔ اور

فَشَكَا ذَالِكَ إِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ
إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي
أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِيَ
السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَالِكَ إِذْ أَتَى
عَلَى دَآبَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ
فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ أَلسَّاحِرُ أَفْضَلُ
أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ فَأَخَذَ
حَجَرًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ
أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ
أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ
الدَّآبَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ
فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى
النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ
فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيْ بُنَيَّ
أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي
قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرٰى
وَإِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَإِنِ ابْتُلِيتَ
فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ وَكَانَ الْغُلَامُ
يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ
وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ
الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ

جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تو (دیر ہو
جانے کی وجہ سے) جادوگر اُسے مارتا، لڑکے
نے درویش سے اس بات کی شکایت کی
درویش نے اُسے کہا جب تمہیں جادوگر سے
خوف ہو تو کہہ دینا کہ مجھے گھر والوں نے روک
لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ
دینا کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا یہ سلسلہ
یونہی چلتا رہا اس دوران ایک بڑے درندے نے
لوگوں کا راستہ روک لیا لڑکے نے کہا کہ آج
میں معلوم کروں گا جادوگر افضل ہے کہ درویش؟
اُس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تیرے
ہاں درویش کا معاملہ پسندیدہ ہے جادوگر کے
معاملے سے تو اس درندے کو قتل کر دے
تاکہ لوگوں کی گزرگاہ کھل جائے اُس نے پتھر
مار کر درندے کو قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے
پھر اُس نے درویش کے پاس جا کر اس بات
کی خبر دی، درویش نے اُسے کہا اے بیٹے آج
تم مجھ سے افضل ہو گئے تیرا مرتبہ وہاں تک پہنچ
گیا جسے میں دیکھ رہا ہوں، عنقریب تجھے ابتلاء
سے گزرنا پڑے گا جب تم گرفتارِ آزمائش
ہو تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا اور وہ لڑکا

لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَأَتَاهُ
بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ
مَا هٰهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ
شَفَيْتَنِي قَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي
أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ
فَإِنْ آمَنْتَ بِاللّٰهِ دَعَوْتُ
اللّٰهَ فَشَفَاكَ فَآمَنَ بِاللّٰهِ
فَشَفَاهُ اللّٰهُ فَأَتَى الْمَلِكَ
فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ
يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ
مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ قَالَ
رَبِّي قَالَ أَوَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي
قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ
فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ
يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى
الْغُلَامِ فَجِيئَ بِالْغُلَامِ
فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ أَيْ بُنَيَّ
قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ
مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ
الْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ
فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا

مادرزاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا
اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا مداواہ کرتا تھا بادشاہ
کا ایک مصاحب اندھا تھا اُس نے یہ خبر
سُنی تو وہ اُس کے پاس بہت سے ہدیے
لے کر آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی
تو یہ سب چیزیں میں تم کو دے دوں گا لڑکے
نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ
دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں
اللہ سے دُعا کروں گا۔ اللہ تم کو شفا دے
گا وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اُسے
شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا
اور پہلے کی طرح اُس کے پاس بیٹھ گیا۔
بادشاہ نے اُس سے پوچھا تمھاری بینائی
کس نے لوٹائی اُس نے کہا میرے رب نے بادشاہ
نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی رب ہے؟
اُس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے بادشاہ
نے اُسے گرفتار کر لیا اور اُس وقت تک اُس کو
سزا دیتا رہا جب تک اُس نے لڑکے کا پتہ
نہ بتا دیا پھر اُس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے
اُس سے کہا اے بیٹے تیرا جادو کہاں تک
پہنچ گیا کہ تو مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتا

إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ فَأَخَذَهُ
فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى
دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيْئَ
بِالرَّاهِبِ فَقِيْلَ لَهُ اِرْجِعْ
عَنْ دِيْنِكَ فَأَبٰى فَدَعَا
بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ
فِيْ مَفْرَقِ رَأْسِهٖ فَشَقَّهُ
بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ
جِيْئَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ فَقِيْلَ
لَهُ اِرْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَأَبٰى
فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِيْ مَفْرَقِ
رَأْسِهٖ فَشَقَّهُ بِهٖ حَتّٰى
وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيْئَ
بِالْغُلَامِ فَقِيْلَ لَهُ اِرْجِعْ
عَنْ دِيْنِكَ فَأَبٰى فَدَفَعَهُ
اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ
اذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰى جَبَلِ كَذَا
وَكَذَا فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ
فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَاِنْ
رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاِلَّا فَاطْرَحُوْهُ
فَذَهَبُوْا بِهٖ فَصَعِدُوْا بِهٖ

ہے اور برص والوں کو تندرست کرتا ہے
اور بہت کچھ کرتا ہے اُس لڑکے نے کہا
میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ دیتا
ہے۔ بادشاہ نے اُسے گرفتار کر لیا اور
اُس وقت تک سزا دیتا رہا جب تک
اُس نے درویش کا پتہ نہ بتا دیا۔ پس
درویش کو لایا گیا اور اُسے کہا گیا اپنے دین
سے پھر جاؤ، درویش نے انکار کر دیا،
اُس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے
درمیان رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے
کر دیا پھر اُس نے مصاحب کو بلایا اور
اُسے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اُس نے
انکار کیا اُس نے اُس کے سر پر بھی آرا
رکھا اور چیر کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے
پھر اُس نے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ اپنے
دین سے پھر جاؤ اُس نے انکار کیا بادشاہ
نے اس لڑکے کو اپنے چند صحاب کے حوالے کیا
اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر
لے جاؤ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو
اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو بہتر
ورنہ اس کو اُس چوٹی سے پھینک دینا

الْجَبَلَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ
بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ
الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا وَجَآءَ يَمْشِيْ
اِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ
مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ قَالَ
كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ فَدَفَعَهٗ
اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ
فَقَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ فَاحْمِلُوْهُ
فِيْ قُرْقُوْرٍ فَتَوَسَّطُوْا بِهِ
الْبَحْرَ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ
وَاِلَّا فَاقْذِفُوْهُ فَذَهَبُوْا
بِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ
بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ
بِهِمُ السَّفِيْنَةُ فَغَرِقُوْا
وَجَآءَ يَمْشِيْ اِلَى الْمَلِكِ
فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ
اَصْحَابُكَ فَقَالَ كَفَانِيْهِمُ
اللّٰهُ۔

فَقَالَ لِلْمَلِكِ اِنَّكَ لَسْتَ
بِقَاتِلِيْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا
اٰمُرُكَ بِهٖ قَالَ وَمَا

وہ لوگ اُس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اُس لڑکے نے دُعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچالے، اُسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے، وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا، بادشاہ نے پُوچھا جو تیرے ساتھ گئے تھے اُن کا کیا ہُوا؟ اُس نے کہا اللہ نے مجھے اُن سے بچالیا۔ بادشاہ نے اُس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو ایک کشتی میں سوار کرو اور سمندر کے درمیان میں پہنچو تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اُس کو لے گئے، اُس نے دُعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لینا وہ کشتی اُلٹ گئی، وہ سب غرق ہو گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا، بادشاہ نے کہا تیرے ساتھ جو گئے تھے اُن کا کیا ہُوا؟ اُس نے کہا مجھے اللہ نے اُن سے بچا لیا ہے۔
پھر اُس نے بادشاہ سے کہا کہ تم اُس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتے جب

هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِىْ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِىْ ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِىْ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ قَتَلْتَنِىْ۔

فَجَمَعَ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهٗ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ اَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِىْ صُدْغِهٖ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِىْ صُدْغِهٖ فِىْ مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَاُتِىَ الْمَلِكُ فَقِيْلَ لَهٗ اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ

تک میرے کہنے پر عمل نہ کرو، بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو، اور مجھے ایک درخت پر سُولی کے لیے لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم نے ایسا کر لیا تو سمجھو تُم نے مجھے قتل کر لیا۔

پس اُس نے لوگوں کو ایک مَیدان میں جمع کیا اور اُس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اُس کے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر اُس کو کمان کے چلّہ میں رکھا پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔ پھر تیر چلایا تب وہ تیر اُس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا۔ اُس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور انتقال کر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رَبّ پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا تم نے دیکھا جس بات سے

تَحْذَرُ وَقَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَ اُضْرِمَ النِّيْرَانَ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَاَحْمُوْهُ فِيْهَا اَوْ قِيْلَ لَهٗ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا اُمَّهِ اصْبِرِيْ اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ۔

(مسلم شریف جلد ۲ صہ ۴۱۵)

تم ڈرتے تھے وہ ڈر (عملی صورت میں تم پر نازل ہو گیا تمام لوگ ایمان لے آئے بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکائی گئی اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اُس کو خندق میں ڈال دو یا اُس سے یہ کہا جائے کہ آگ میں داخل ہو جاؤ پس لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے۔ اخیر میں ایک عورت آئی اُس کے ساتھ ایک بچہ تھا، وہ اس میں گرنے سے جھجکی اُس کے بچہ نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پہ ہو۔

حضراتِ محترم! آپ نے طویل العبارت مذکورہ حدیث شریف کا مطالعہ کیا، حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْهِ اِثْبَاتُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ۔

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی کرامات کا ثبوت ہے (شرح مسلم للنووی جلد ۲ صہ ۴۱۵)

آپ اس حدیث شریف کے ایک ایک جملے کو غور سے پڑھیں آپ پر اہلِ اللہ کی عظمت وشان کے جلوے عیاں ہونگے۔

(۱) نوعمر مومن لڑکے نے اُس درویش ولیٔ کامل کی محبوبیت کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جو بہت ہی جلد شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوئی وہ

یوں کہ اتنا بڑا خطرناک درندہ جس سے سب مسافر ڈرے اور سہمے دُور بیٹھے ہوئے تھے لڑکے کے ہاتھوں مارا گیا اس طرح ان مسافروں کی مشکل اس لڑکے کے ہاتھوں حل ہو گئی۔

(۲) وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ۔

ہمارے پیارے آقا مخبرِ صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا مادرزاد اندھوں کو آنکھیں دیتا تھا اور برص کے مریضوں کو شفا دیتا تھا اور ہر بیماری اور تکلیف کا مداوا کرتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس نے پنسار و طب کی کوئی دوکان یا میڈیکل سٹور نہیں کھول رکھا تھا، بلکہ نظرِ ولایت سے مشکلوں کو حل کرتا تھا۔ اور بیماروں کو تندرست کرتا تھا۔

اگرچہ اسی حدیث میں اس لڑکے کے الفاظ ہیں کہ اِنِّی لَا اَشْفِی اَحَدًا میں کسی کو شفاء نہیں دیتا، شفا اللہ دیتا ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے میں بیماروں کو ٹھیک نہیں کرتا، اللہ کرتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ۔

وہ لڑکا شفاء دیتا تھا، مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو اور ہر بیماری کا مداوا کرتا تھا۔

اب دونوں باتوں کے درمیان تطبیق یوں ہو گی کہ وہ لڑکا بھی سچ کہتا ہے کہ ذاتی طور پر یہ کام میرے نہیں ہیں یہ تو سب اللہ قدوس ہی کرتا ہے ——— اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا بیماروں کو ٹھیک کرتا تھا تو یہ بھی حق اور سچ ہے کہ اللہ قدوس کے فضل و عطا سے وہ ایسا کرتا تھا۔

(۳) اندازہ فرمایئے کہ اللہ کریم کے پیاروں کو اپنے اللہ کریم کی عطاؤں اور مہربانیوں پر کتنا ناز ہوتا ہے۔ جب بادشاہ کا مصاحب نابینا شخص بہت سی دولت لے کر اُس لڑکے کے پاس آیا اور دولت کا لالچ دے کر کہنے لگا کہ اگر مجھے آنکھیں مل جائیں تو یہ سب ہدیے و تحائف تیرے لیے ہیں تو جس طرح سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں دو قیدیوں کی خواب سُن کر تعبیر بتانے سے پہلے دینِ حق کی تبلیغ فرمائی تھی اُسی طرح اُس نوعمر مومن لڑکے نے بادشاہ کے مصاحب کو دینِ حق کی تبلیغ کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا :

فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰہِ دَعَوْتُ اللّٰہَ فَشَفَاکَ۔

کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو مَیں اللہ کریم سے دُعا کروں گا وہ تمھیں آنکھیں دے دیگا۔ اندازہ فرمایئے! اس بات میں غیبی خبر ہے کہ میری دُعا کے بعد آنکھیں روشن ہوجائیں گی۔ کسی بھی مریض کی کسی بھی مرض کے بارے میں یہ بات ہر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مَیں دُعا کروں گا تو ٹھیک ہوجائے گا۔ یہ بات وہ کہہ سکتا ہے جس کو اللہ کریم نے بصیرت و فراست عطا کی ہو۔ اور اُسے بارگاہِ قدس میں قُرب و مقبولیت حاصل ہو۔ تبھی تو ایسے لوگوں کا مقامِ ناز بیان کرتے ہُوئے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

۵ زاہد زُہد کریندے تھکّے روزے نفل نمازاں ہُو
عاشق غرق وحدت وِچ ہو گئے اللہ نال محبت رازاں ہُو
مکھی قید شہد وِچ ہو گئی کیہہ اُڈسی نال شہبازاں ہُو
جنہاں مجلس نال نبی دے باہُوؔ اوہو صاحبِ ناز نوازاں ہُو

(۴) اور جب درویش کامل اور بادشاہ کے مصاحب نے دینِ حق کی کیف و مستی میں زبانِ حال سے یہ کہتے ہُوئے کہ :

؎ تُو ہو کے تُرش رو مجھے سختی ہزار دے
یہ وہ نشہ نہیں ہے جسے تُرشی اتار دے

اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے۔ اور پھر اُس نوعمر مومن لڑکے کی باری آئی۔ بادشاہ نے اپنے تمام تر ذرائع استعمال کر دیکھے۔

لڑکے کے سامنے درویش اور مصاحب پر آرا چلایا۔ اِس سے بھی اُس کے ایمان پر کسی قسم کی لغزش و لرزہ نہ آیا۔

پھر اُسے سخت جان سپاہیوں کے حوالے کر کے کہا کہ فلاں بلند ترین پہاڑ پر لے جاؤ۔ اور چوٹی پر سے نیچے پھینک دو۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ سارا ماحول دُشمن، حکومتِ وقت دشمن، حکومت کی ساری مشینری دُشمن مگر قربان ایمان کی عظمتوں اور استقامتوں کے کہ دُنیا اور دُنیا والوں کی کوئی پرواہ نہیں، پیشِ نظر صرف رضائے ربِ جلیل ہے۔

عجب اندازِ دُعا ہے جب لڑکے کو پہاڑ پر سے پھینکنے لگتے ہیں تو اُس کے ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھ جاتے ہیں کہ اے اللہ جس طرح تو چاہتا ہے مجھے ان سے بچا لے اگر دُعا صرف یوں کی جاتی کہ اے اللہ مجھے بچا لے۔ تو شائد نتیجہ کچھ اور ہوتا مگر یہاں تو اُس کی چاہت کے سپرد معاملہ کیا جا رہا ہے۔

نتیجہ کیا نکلا، جونہی یہ الفاظ فضا میں تحلیل ہوئے اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ۔ اے اللہ جیسے تو چاہے مجھے ان سے بچا لے۔ ایک زلزلہ آیا اور بلند و بالا پہاڑ لرزنے لگا، اُس لڑکے کو جو پھینکنے آئے تھے وہ سب گر گئے، مر گئے، ہڈیاں ٹوٹ گئیں، جسم قیمہ ہو گئے۔ وہ مومن کامل وہاں سے چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ گویا اُس کے لیے پہاڑ سمٹ کر اتنا چھوٹا ہو گیا کہ اُسے اترنے کی مشقتیں بھی نہ کرنا پڑیں، سیدھا چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ گیا۔

کیا خوب ترجمانی کی علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے، فرماتے ہیں : ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
الٰہی یہ تیرے پُر اسرار بندے — جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

(۵) اور جب انھوں نے کشتی و سمندر والا حربہ بھی استعمال کر دیکھا۔ جو اس نیت سے لڑکے کو کشتی میں سوار کر کے لے گئے تھے کہ وسط سمندر میں پہنچ کر اُسے سمندر میں پھینک دیں گے۔ خود جلدی سے واپس آجائیں گے، مگر لڑکے نے پھر وہی دُعا کی تو نتیجتاً وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا پانی پر چلتا ہُوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور پھر جب خود تجویز و تدبیر بتا دی اپنے قتل کی اور پھر عملاً اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اور جب عاشق صادق کی جانثاری کے نتیجے میں لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے اور پھر جب خندقیں آگ سے بھری ہُوئی حق قبول کرنے والوں کی راہ میں آتی ہیں تو وہ خندہ پیشانی سے دولتِ ایمان پر جان قربان کر دیتے ہیں، تو آخر میں ایک عورت جس کی گود میں شیر خوار بچہ ہوتا ہے وہ بچہ یُوں اعلانِ حق کرتا ہُوا خداداد علم و فراست کا اظہار کرتا ہے۔

"اے ماں" اِصْبِرِی اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ

صبر کر (کُود آگ میں) بے شک تُو حق پر ہے۔

حضراتِ محترم! آپ نے غور فرمایا کہ گودِ مادر میں بچہ حق و باطل کے فرق کو سمجھ رہا ہے اور اپنی ماں کو اُس آگ میں کُود جانے کا مشورہ دے رہا ہے جس آگ میں جل کر شہادت حاصل ہونے والی ہے۔ ؎

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجیے !
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

قارئین کرام! آئیے ایک اور حدیث پاک کا مطالعہ فرمائیں آپ پر دوپہر کے سُورج کی طرح واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بصیرت و فراست عطا کرے تو گودِ مادر میں شیرخوار بچے اُمورِ غیبیہ کا علم رکھتے ہیں :

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَبَیْنَا صَبِیٌّ یَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاکِبٌ عَلٰی دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْیَ وَاَقْبَلَ اِلَیْهِ فَنَظَرَ اِلَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْیِهٖ فَجَعَلَ یَرْتَضِعُ قَالَ فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَحْكِیْ اِرْتِضَاعَهٗ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِیْ فَمِهٖ فَجَعَلَ یَمُصُّهَا قَالَ وَمَرُّوْا بِجَارِیَةٍ۔
وَهُمْ یَضْرِبُوْنَهَا وَیَقُوْلُوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنگھوڑے میں کلام کرنے والے بچوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دُودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک شخص اعلیٰ سواری پر عُمدہ پوشاک پہنے ہوئے گذرا، اُس کی ماں نے کہا۔ اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ بچہ دُودھ چھوڑ کر اس کی طرف مُڑا اور اسے دیکھ کر کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا۔
پھر اپنی ماں کے پستان کی طرف متوجہ ہُوا اور دُودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں گویا کہ مَیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہُوں کہ آپ اپنی انگشتِ سبابہ کو مُنہ میں ڈال کر چُوستے ہُوئے اس بچّے کے دُودھ پینے کی حکایت بیان کر رہے ہیں۔ فرمایا :
پھر وہاں سے لوگ ایک عورت کو لے کر

زَنَيْتِ وَسَرَقْتِ وَهِيَ تَقُوْلُ
حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ
فَقَالَتْ اُمُّهُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ
ابْنِيْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرِّضَاعَ
وَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَهُنَاكَ
تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ
حَلْقِيْ مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ
الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ
فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ
مِثْلَهُ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ
وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ
زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا
فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا
قَالَ اِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ كَانَ
جَبَّارًا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ
لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ ۔ وَاِنَّ
هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ لَهَا
زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ

گزرے جو کہ اُسے مار رہے تھے کہ تُو نے بدکاری
کی ہے اور چوری کی ہے وہ کہتی کہ اللہ مجھے
کافی ہے اور اچھا کارساز۔ دُودھ پلانے
والی عورت نے کہا اے اللہ میرے بچے کو
اس عورت جیسا نہ بنانا، پس اُس نے
دُودھ پینا چھوڑا اور اس عورت کی طرف
دیکھا اور کہا اے اللہ مجھے اس عورت کی
طرح بنا دے، پس وہاں ماں بیٹے کی
بحث ہو گئی، ماں نے کہا اے سر مُنڈے۔
ایک اچھی حالت والا آدمی گزرا تو میں نے
دُعا کی اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا
بنا دے۔ تُو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا
نہ بنانا، اور لوگ اس لونڈی کو لے کر گزرے
اس حال میں کہ اُس کو مارتے اور کہتے کہ تُو
نے زنا کیا چوری کی پس میں نے کہا اے
اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا تُو نے
کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔
اُس نے کہا بے شک وہ آدمی متکبّر تھا
(یعنی ظاہر ٹھیک تھا باطن ٹھیک نہیں)
پس میں نے کہا مجھے اس جیسا نہ بنانا۔
اور یہ لونڈی جو ہے جس پر زنا اور چوری

وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا۔ (بخاری و مسلم جلد ۲ صد ۳۱۴)

کے ارتکاب کا جھوٹا الزام ہے۔ نہ اس نے زنا کیا ہے نہ چوری پس میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔

حضرات محترم! آپ نے مطالعہ کیا حدیث شریف کا۔ کہ ایک شیر خوار بچہ اللہ کی عطا اور فضل سے کس طرح امور غیبیہ بیان فرما رہا ہے ظاہری حالت تو سبھی دیکھتے ہیں مگر اولیاء رب العالمین کس طرح باطنی حالات کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور اللہ کریم عز و جل کس طرح اپنے محبوب بندوں کو فراست و بصیرت کے خزانوں سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں بصیر اور علیم کے تحت کثیر التعداد آیات و احادیث مبارکہ اس موضوع پر آپ پڑھ چکے ہیں۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو کہ اولیاء کاملین ہیں آیئے ان کی کرامات و تصرفات، اختیارات و برکات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا یَا اَیُّهَا الْاَمِیْرُ اِنَّ لِنِیْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لَا یَجْرِیْ اِلَّا بِهَا۔ یعنی اے حاکم مصر ہمارے اس دریائے نیل کے لیے ایک پرانا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارو مدار ہی دریائے نیل کے پانی پر ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے کپڑے اور زیورات پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو

دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِنَّ ھٰذَا لَا یَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا یہ تمام باتیں لغو اور بے سرو پا ہیں اسلام اس قسم کی خرافات کو مٹانے آیا ہے، لہٰذا لڑکی کو دریا میں ڈالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

آپ کے اس جواب کے بعد لوگ واپس چلے گئے کچھ دنوں بعد دریائے نیل واقعی خشک ہوگیا، یہاں تک کہ کچھ لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا بیشک اسلام اس قسم کی تمام لغویات کا خاتمہ کرنے آیا ہے میں اس خط میں ایک رُقعہ روانہ کر رہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رُقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو اس کو کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ

"مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ
اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ
وَاِنْ کَانَ اللّٰهُ یُجْرِیْكَ فَاَسْاَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ
الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَكَ"

یعنی اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام، امّا بعد پس اگر تو بذاتِ خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر خدائے عزّ وجلّ تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرما دے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے اس رُقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہُوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو اس طرح جاری فرما دیا کہ سولہ ہاتھ پانی اُوپر چڑھا ہُوا تھا پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سُوکھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کِس طرح دریائے نیل سے خطاب کے جملوں میں کلام فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کس طرح شانِ ولایت کا ظہور ہوا۔ (تاریخ الخلفاء صـ۸۷، حجۃ اللہ جلد ۲ صـ۸۶۱، ازالۃ الخفاءُ

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خُوب فرمایا ہے:۔

جو جذب کے عالم میں نِکلے لبِ مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے!

ابھی کچھ صفحات پہلے آپ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت اور باکمال تصرّف پڑھ چکے ہیں کہ ملکِ شام میں لڑی جانے والی جنگ کو آپ مدینۃ المنوّرہ میں رہتے ہُوئے ملاحظہ فرما رہے ہیں اور حضرت ساریہ کو پہاڑ کی جانب سے خبردار رہنے کا حکم دے کر اُن کی بے مثال غیبی مدد فرما رہے ہیں۔

(۲) مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں زلزلہ آیا جس کی وجہ سے زمین پر لرزہ طاری تھا۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثناء بیان کی اور زمین پر کوڑا مارا اور فرمایا (اے زمین) ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا ہے یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً بند ہوگیا
(جامع کرامات اولیاء صـ ۱۵۴ مصنف امام یوسف بنہانی)

(۳) علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ

ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا، اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس شخص کو دیکھ کر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت پُر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے پاس آتے ہو کہ تمھاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں، شخص مذکور نے جل بھُن کر کہا کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وَحی اُترنے لگی ہے، آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اُوپر وحی تو نازل نہیں ہوتی لیکن جو میں نے کہا ہے حق اور سچ ہے۔ خداوندِ قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست عطا فرمائی ہے، جس سے میں لوگوں کے دِلوں کے حالات و خیالات معلوم کر لیتا ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین صد ۸۶۲)

(۴) حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک پہاڑ کے غار سے اچانک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ بنا ڈالا جب لوگوں نے دربارِ خلافت میں فریاد کی تو امیر المومنین نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہوگئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکایک وہ آگ بجھنے اور ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی، اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

(کراماتِ صحابہ صد ۵۹ بحوالہ ازالۃ الخفاء)

(۵) حضرت عُتبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور انھوں نے جب افریقہ کے اکثر حصوں پر فتح حاصل

کے جھنڈے گاڑ لیئے، تو بربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے وہ کثیر تعداد میں حلقۂ بگوشِ اسلام ہو گئے انھوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لیے ایک چھاؤنی بنانے اور ایک اسلامی شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن اس مقصد کے لیے ماہرینِ حربیات و عمرانیات نے جس جگہ کا انتخاب کیا وہاں نہایت ہی خوفناک اور گنجان جنگل تھا جو جنگلی درندوں اور متعدد اقسام کے موذی اور زہریلے حشرات الارض جانوروں کا گڑھ تھا اس موقع پر حضرت عُقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کی ایک عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ مروی ہے کہ حضرت عُقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے آپ نے اُن سب مقدس صحابہ کو جمع فرمایا اور ان بزرگوں کو اپنے ساتھ لے کر اس خوفناک اور گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا:

اے درندو! اور موذی جانورو! ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور ہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں لہٰذا تم سب یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد اس آواز میں خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تاثیر تھی کہ سب درندوں اور حشرات الارض میں ہل چل مچ گئی اور غول در غول اس جنگل کے جانور نکلنے لگے شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہُوئے، بھیڑیئے اپنے پلّوں کو لیے ہوئے، سانپ اپنے سنپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہُوئے جنگل سے باہر نکلے جا رہے تھے۔ اور یہ ایک ایسا عجیب ہیبت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا جو اس سے قبل دیکھا گیا نہ کسی کے وہم و گمان میں تھا۔ غرض پورا جنگل جانوروں سے خالی ہو گیا اور صحابۂ کرام اور پُورے لشکر نے اس جنگل کو کاٹ کر ۵۰ھ میں ایک شہر آباد کیا، جس کا نام "قیروان" ہے۔

(٦) اسلامی لشکر اسکندریہ پر حملہ آور تھا کفار کی فوج ایک بہت ہی مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ میں محفوظ تھی اور لشکرِ اسلام کفار کے سامنے کھلے میدان میں خیمہ زن تھا بہت دِنوں تک جنگ ہوتی رہی مگر کفار قلعہ کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے تھے ایک دن امیرِ لشکر مشہور صحابی حضرت شُرَحبِیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے لشکرِ کفار کے سپہ سالارو سُن لو! ہماری فوجِ اسلام میں اِس وقت ایسے ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم فوراً ہی زمین میں دُھنس جاؤ تو فوراً قلعہ زمین میں دُھنس جائے گا یہ کہا اور جوش میں آکر آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب بڑھایا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، تو پُورا قلعہ دم زدن میں زمین کے اندر دُھنس گیا اور کفار کا لشکر جو قلعہ کے اندر تھا آن کی آن میں کُھلے میدان میں کھڑا رہ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ اسکندریہ کا دل و دماغ زیروزبر ہوگیا، اور وہ مارے ڈر کے شہر چھوڑ کر اپنی فوجوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور پورا شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

(کراماتِ صحابہ ص۲۰۰ بحوالہ تاریخ واقدی وسیرۃ الصالحین)

ع کیا تاج نے سمجھا ہے؟ کیا تخت نے جانا ہے؟
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

(۷) حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں کہ آخری عمر میں ملک شام کے شہر فلسطین میں مقیم ہوگئے تھے اور شاہی محدثین اُن کے حلقۂ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ رُومی کفار نے ان کے ایک فرزند کو گرفتار کرکے جیل میں بند کردیا تھا۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو عسقلان کی چاردیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے کہ اے میرے پیارے بیٹے نماز کا وقت آگیا ہے اور ان کی اس پکار کو ہمیشہ اُن کے صاحبزادے سُن لیا کرتے تھے، حالانکہ وہ سینکڑوں میل کی

دُوری پر رُومیوں کے قید خانہ میں قید تھے۔

(کراماتِ صحابہ بحوالۂ طبرانی)

(۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ صحابی مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ ناگہاں (اچانک) گر پڑے اور ان کی وفات ہو گئی، لوگ انھیں اٹھا کر مدینہ منورہ میں (اُن کے گھر) لائے اور ان کو لٹا کر کمبل اوڑھا دیا۔

جب مغرب و عشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی اے رونے والیو! خاموش رہو۔

یہ آواز سُن کر لوگوں نے ان کے چہرے پر سے کمبل اٹھایا تو وہ بے حد دَردمندی سے نہایت ہی بلند آواز سے کہنے لگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی و خاتم النبیّین ہیں اور یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے۔

اتنا کہہ کر کچھ دیر تک بالکل خاموش رہے پھر بلند آواز سے یہ فرمایا سچ کہا سچ کہا، ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نبیُ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، قوی ہیں، امین ہیں، گو بدن میں کمزور تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں قوی تھے یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد پھر اُن کی زبان بند ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر تک بالکل خاموش رہے پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور وہ زور زور سے بولنے لگے سچ کہا سچ کہا درمیان کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لاتے تھے نہ اس کی کوئی پرواہ کرتے تھے اور وہ لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی کسی کمزور کو کھا جائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

اس کے بعد پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر اُن کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور زور زور سے بولنے لگے۔

سچ کہا سچ کہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو امیر المومنین ہیں۔ اور مومنوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور چار باقی ہیں۔

(۱) لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان کے لیے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔

(۲) عورتیں رو یا کریں گی اور ان کی پردہ دری ہو جائے گی۔

(۳) قیامت (لمحہ بہ لمحہ) قریب ہوتی جائے گی۔

(۴) آدمی آدمی کو کھا جائے گا۔

اس کے بعد اُن کی زبان بند ہو گئی۔

(کراماتِ صحابہ صد ۲۳۳ بحوالہ طبرانی البدایہ والنہایہ، اُسد الغابہ)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شیر کو جو کہ راستہ میں بیٹھا تھا اور قافلہ والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا اُس کے قریب جا کر فرمایا الگ ہٹ کر کھڑا ہو جا، آپ کی یہ ڈانٹ سُن کر شیر دُم ہلاتا ہوا راستہ سے دُور بھاگ نکلا۔

(۱۰) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مہمان کے ساتھ مدائن سے نکلے صحرا میں ہرن دوڑ رہے تھے اور پرندے فضاؤں میں اُڑ رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے ایک پرندہ اور ایک ہرن میرے پاس آ جائے کیونکہ میرے ہاں ایک مہمان آیا ہے اور میں اس کی خاطر داری کرنا چاہتا ہوں یہ سُن کر ایک ہرن اور ایک پرندہ آ گیا مہمان آدمی نے یہ دیکھ کر سُبحان اللہ کہا آپ نے فرمایا حیران ہو رہے ہو کیا ایسا بھی کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ بندہ اللہ کریم کی اطاعت کرے اور پھر کوئی چیز بھی اُس کی نافرمانی کر سکے؟

حضراتِ قارئین! محبوبانِ بارگاہِ ربّ العالمین کے تصرفات و اختیارات پر

اور کرامات و برکات پر بے شمار مبنی بر حقائق واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

شَہِیْدٌ

شَہِیْدٌ اللہ قدوس کا صفاتی نام ہے۔

ملاحظہ فرمایئے آیاتِ قرآنیہ۔

(۱) وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○ (آلِ عمران ۹۸) — اور اللہ شہید ہے تمہارے کاموں پر (یعنی ہر کام اُس کے سامنے ہے)

(۲) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○ (النساء ۳۳) — بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(۳) وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (المائدہ ۱۱۷) — اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

(۴) اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (حٰمٓ السجدہ ۵۳) — کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔

(۵) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (مجادلہ ۶) — اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(٦) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (البروج ۹) — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

مذکورہ آیاتِ مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ شہید ہے۔ سب کے احوال و معاملات اُس کے سامنے ہیں، وہ سب پہ گواہ ہے حتیٰ کہ اللہ قدوس نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ :

اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝

کیا تمھارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ہے۔

"شہید" اللہ قدوس کے لیے آیا ہے اور اُس کی گواہی کافی ہے۔ تو اب کسی اور کے لیے "شہید" ہونے کا اعتراف و ادّعاء واضح شرک ہونا چاہیئے۔ جب کہ ایسا نہیں دیکھئے جس قرآن عظیم نے اللہ کریم کو شہید کہا ہے وہ ہی قرآن کھلے لفظوں میں فرماتا ہے :۔

(۱) وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ ۱۴۳) — اور یہ رسُول تم پر "شہید" یعنی نگہبان و گواہ۔

(۲) وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء ۴۱) — اور اے محبوب تمھیں اُن سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الاحزاب ۴۵) — اے غیب کی خبریں بتلانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(۴) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الفتح ۸) — بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سُناتا۔

قارئینِ محترم! اللہ قدوس نے ہمارے پیارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید اور شاہد فرمایا، جس کا معنی ہے گواہ۔

اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس بات کی گواہی دے رہا ہے اُسے اُس نے خود دیکھا ہو۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں:

اَلشَّہَادَۃُ وَالشُّہُوْدُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاہِدَۃِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوِ الْبَصِیْرَۃِ

یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ سر کی آنکھوں سے یا دل کی آنکھوں سے یعنی بصیرت کے نور سے۔

مفسرین کرام نے یہاں بڑی نفیس و شیریں گفتگو کی ہے۔ اور بہت باریکیاں اور نکتے بیان فرمائے ہیں۔

ایک نکتہ یہ بیان فرمایا ہے:

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اُس چیز کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُسی میں بند ہو کر رہ جاتی۔ شہادت کو کسی ایک چیز میں بند کرنے کی بجائے اس کے عام اور وسیع ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

اب اگر یہ اندازہ کرنا ہو کہ آپ کی شہادت کا دائرہ کتنا وسیع ہے؟

تو اتنی بات ذہن نشین کر لیجئے کہ جو عموم آپ کی رسالت و نبوت کے لیے ہے وہ ہی عموم آپ کی شہادت کے لیے ہے یعنی جس جس کی طرف آپ نبی و رسول بن کر تشریف لائے ہیں اُس اُس کے شاہد یعنی گواہ بھی ہیں۔

آیئے اب قرآنِ عظیم سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے :

(۱) قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ — تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(الاعراف ۱۵۸)

(۲) لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ — تاکہ ہو سب جہانوں کو ڈر سنانے والا۔

(الفرقان - ۱)

(۳) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ — اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام لوگوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(السبا ۲۸)

(۴) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۷) — اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کیسی ہمہ گیر ہے کہ جس قرآن کا یہ فرمان ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وہ قرآن یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ پتہ چلا کہ کائنات کے جس جس فرد کا اللہ قدوس رب یعنی پالنے والا ہے، اُس اُس فرد کی طرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول اور رحمت بن کر تشریف لائے ہیں جس طرح اللہ قدوس کی ربوبیت سے کائنات کا کوئی ایک ذرہ بھی باہر نہیں، اُسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے احاطے سے بھی کوئی باہر نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ صد ۵۰۵)

"شَاهِدًا" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں :

اَیْ لِلّٰهِ بِالْوَحْدَانِیَّةِ وَاَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ غَیْرُهٗ وَعَلَى النَّاسِ

بِاَعْمَالِہِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور لوگوں کے اعمال کے گواہ ہیں۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سارے جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔

شیطان لعین جو کہ زحمت ہے اُس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ ط (الاعراف ۲۷)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے۔

آپ اندازہ کریں کہ شیطان لعین جو کہ زحمت ہے وہ تو سب لوگوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس بات کو ماننے سے آدمی مشرک بھی نہ ہوتا ہو تو کیا یہ ظلم عظیم نہیں کہ جس کو قرآن نے شاہد اور شہید کہا ہو، اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے کہ وہ ہمارے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں، طعنۂ شرک دیا جاتے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جب عورت دُنیا میں اپنے نیک شوہر کو ستاتی ہے تو وہ حُور جو اُس نیک بندے کے لیے جنت میں اُس کی مُنتظر ہے وہ اُس عورت کو کہتی ہے اسے تکلیف نہ دے۔

حدیث شریف کے اصل الفاظ پڑھیے۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُؤْذِیْ اِمْرَأَۃٌ زَوْجَھَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ اَوْشَکَ

حضرت بن جبل راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تکلیف دیتی کوئی عورت اپنے شوہر کو مگر کہتی ہے اُس شوہر کی زوجہ حور عین کہ اسے تکلیف نہ دے تجھے اللہ مارے۔

یہ تو تیرے پاس چند دنوں کیلئے ہے۔

اَنْ یُّفَارِقَكِ اِلَیْنَا۔ عنقریب یہ تجھ سے جُدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔
(ابن ماجہ ص ۱۴۶ و ترمذی شریف)

حضراتِ محترم! اس حدیث پر غور کریں حُور جنت میں ہے، عورت دُنیا میں اپنے شوہر سے جھگڑتی ہے دن کو رات کو، سفر میں حضر میں، مکان کی چھت کے نیچے غرض مختلف حالات میں، جب بھی اور جہاں بھی لڑتی جھگڑتی ہے تو اُس آدمی کی حُور وہاں سے سب کچھ دیکھ بھی لیتی ہے اور سُن بھی لیتی ہے اور اس بات کو ماننے سے آدمی مشرک بھی نہیں ہوتا، حالانکہ وہ حُور صرف اُس آدمی کے لیے ہے۔

تو جس کی نبوّت و رسالت کے گھیرے میں ساری کائنات ہو۔ اور جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہو اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمیں اور ہمارے حالات کو دیکھتے ہیں اس سے آدمی مشرک نہیں ہو گا کیونکہ یہ عقیدہ عقیدہ قرآنی ہے۔ کہ قرآنِ عظیم نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید فرمایا ہے اور ساری کائنات آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی رحمت کے گھیرے میں ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

غزالیٔ زماں رازیٔ دَوراں حضرت علاّمہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کے تحت بڑی نفیس و شیریں بحث لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد لفظِ رحمت کی طرف آئیے مفسرین نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں اگر مُسْتَثْنٰی مِنْهُ اَعَمِّ عِلَلْ ہو تو "رحمۃ" اَرْسَلْنَا فعل کا مفعول لہٗ قرار پائیگا۔ اور تقدیرِ عبارت یہ ہوگی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ لِعِلَّةٍ مِّنَ الْعِلَلِ اِلَّا لِاَجْلِ الرَّحْمَةِ لِلْعٰلَمِیْنَ (ترجمہ) ہم نے آپ کو کسی لیے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے رحمت کے لیے بھیجا ہے اور اگر [illegible]

کو مُستَثنیٰ مِنہٗ بنایا جائے تو رحمت ضمیرِ خطاب سے حال ہوگا اور لفظِ رحمت مصدر مبنی للفاعل ہو کر بمعنیٰ رَاحِم قرار پائے گا۔ اور تقدیرِ عبارت یُوں ہوگی کہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ کَوْنِکَ رَاحِمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ (ترجمہ) اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحم کرنے والے ہیں۔ لفظِ رحمت مفعول لَہٗ ہو یا حال بہر صُورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحِم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول لَہٗ سببِ فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سببِ فعل ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحِم ہونا حال اور مفعول لَہٗ دونوں کے مطابق ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کل مخلوقات، ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ غرض اللہ کے سوا ہر شے کے لیے رحم فرمانے والے ہیں۔

بیانِ سابق کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین کے لیے راحِم ہونا ثابت ہوگیا تو رَاحماً للعالمین ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہوگئے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لیے چار باتیں لازم ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مُردہ نہ ہو کیونکہ مُردہ رحم نہیں کر سکتا، وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لٰہذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحِماً للعالمین نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحماً للعالمین ہونا ثابت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ

رحم کرنے والا مرحوم (جس پر رحم ہونا ہے) کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے اس خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سُن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمھیں کیا تکلیف ہے؟ اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں یقیناً نہیں جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پُوری طرح واقف نہ ہو اس وقت تک اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحمًا للعالمین ہیں، تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین ——— جمیع کائنات ومخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع مَاکَانَ وَمَا یَکُوْن کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحمًا للعالمین نہیں ہو سکتے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راحمًا للعالمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت وریاضت کرنے کر۔ تے وہ اس قدر ضعیف وناتواں ہو گیا ہے کہ اس کے لیے چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کے الزام میں پکڑ کر تختۂ دار

پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت واختیار نہیں کہ آپ کو تختۂ دار سے بچالیں اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ رحم نہیں کر سکتے، معلوم ہوا قدرت واختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لیے ضروری ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لیے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاصل ہے

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت واختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ گذشتہ صفحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں لکھا جاچکا ہے۔

(۱) اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ فرمانے کی طاقت کیسی عظیم ہے کہ آپ برملا فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ۔ (مشکوٰۃ)

بے شک میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رہتے ہوئے جنگِ موتہ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے آنکھوں دیکھا حال براہِ راست بیان فرماتے ہیں۔ (بخاری شریف جلد ۲ صہ ۶۱۱)

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہَا وَ اِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِہٖ۔

(زرقانی علی المواہب جلد ۷، صہ ۲۰۴)

"بے شک اللہ نے میرے لیے دُنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دُنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔"

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین راتیں بیت المال میں پیش آنے والی صورت حال مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَۃَ کہہ کر بیان فرمادی۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد ا صہ ۳۱۰ پر موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشاہدات پر مشتمل کثیر احادیث مبارکہ گزشتہ صفحات پر "عَلِیْمٌ" کے تحت گزر چکی ہیں۔

اب چند مایۂ ناز محدثین ومفسرین کے نظریات پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) حجۃ الاسلام امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(احیاء العلوم الدین جلد ا صہ ۱۵۱)

یعنی التحیات پڑھتے ہوئے جب تو السلام علیک ایہا النبی تک پہنچے تو اپنے دل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک کو حاضر سمجھ کر پھر عرض کر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(۲) عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تشہد کے بیان میں لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَيِّدِی عَلِيًّا الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ
الشَّارِعُ الْمُصَلِّیَ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِی التَّشَهُّدِ لِتَنَبُّهِ الْغَافِلِيْنَ فِیْ جُلُوْسِهِمْ بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ عَزَّ
وَجَلَّ عَلٰی شُهُوْدِ نَبِيِّهِمْ فِیْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ
حَضْرَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً

(کتاب المیزان جلد ۱ صہ ۱۵۴)

(ترجمہ) میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ شارع (حقیقی) نے (تشہد) میں نمازی کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ والسلام پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو تنبیہ کی جائے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں۔ اُس بارگاہ میں اُن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں اس لیے کہ وہ دربارِ خداوندی سے کبھی جُدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

اسی مذکورہ مفہوم و معنی پر مشتمل بیانات ان کتابوں میں بھی ہیں۔

فتح الباری شرح بخاری۔ المواہب اللدنیہ، زرقانی شرح مواہب، مدارج النبوۃ، سعایہ، فتح الملہم، اوجز المسالک، مسک الختام۔

(۳) مزید ہم شارح بخاری امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما کا فیصلہ پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ عُلَمَاءُنَا لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ
وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِیٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

(مواہب لدنیہ جلد دوم صہ ۳۸۶)

ہمارے علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور اُن کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں اور یہ آپ پر بالکل ظاہر ہیں اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "شہید" ہونے کا معنی ومفہوم حضرت امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

وَمَعْنَى شَهَادَةِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِمْ اِطِّلَاعُهٗ عَلٰى رُتْبَةِ كُلِّ مُتَدَيِّنٍ بِدِيْنِهٖ وَحَقِيْقَتِهِ الَّتِيْ هُوَ عَلَيْهَا مِنْ دِيْنِهٖ وَحِجَابِهِ الَّذِيْ هُوَ بِهٖ مَحْجُوْبٌ عَنْ كَمَالِ دِيْنِهٖ فَهُوَ يَعْرِفُ ذُنُوْبَهُمْ وَحَقِيْقَةَ اِيْمَانِهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّاٰتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ وَنِفَاقِهِمْ وَغَيْرَ ذٰلِكَ بِنُوْرِ الْحَقِّ۔

(روح البیان صد ۲۴۳ جلد اول)

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنورِ نبوت بر رُتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہاں شمارا و اعمالِ نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہٰذا شہادت او در دُنیا (و آخرت) بہ حکم شرح در حق اُمت مقبول و واجب العمل است۔

(تفسیر عزیزی پارہ ۲)

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے ہر دیندار کے اس رُتبہ پر مطلع ہیں کہ جس پر وہ پہنچا ہوا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ رُکا ہوا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجاتِ ایمان کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دُنیا اور آخرت میں بحکم شرح اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

(۵) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اَلنَّظَرُ فِیْ اَعْمَالِ اُمَّتِہٖ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ مِنَ السَّیِّاٰتِ وَالدُّعَاءُ بِکَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْھُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْبَرَکَۃُ فِیْھَا وَحُضُوْرُ جَنَازَۃِ مَنْ صَالِحِیْ اُمَّتِہٖ فَاِنَّ ھٰذِہٖ الْاُمُوْرُ مِنْ اَشْغَالِہٖ کَمَا وَرَدَتْ بِذَالِکَ الْحَدِیْثُ وَالْاٰثَارُ۔

(اِنْتِبَاہُ الْاَذْکِیَاءِ)

اپنی اُمت کے اعمال پر نگاہ رکھنا اُن کے گناہوں کے لیے استغفار کرنا اُن سے بلا دُور ہونے کی دُعا کرنا، زمین میں اِدھر اُدھر آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی اُمت کے صالحین کے جنازوں میں شریک ہونا یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں جیسا کہ اس کے متعلق احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(۶) حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نہائی ایمان افروز یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محاصرہ کے وقت حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا :

یَا عُثْمَانُ حَصَرُوْکَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ عَطَشُوْکَ قُلْتُ نَعَمْ فَادْلٰی لِیْ دَلْوًا فِیْہِ مَاءٌ فَشَرِبْتُ حَتّٰی رَوَیْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَجِدُ بَرْدَہٗ بَیْنَ ثَدَیَّ وَبَیْنَ کَتَفَیَّ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ نُصِرْتَ عَلَیْھِمْ وَاِنْ شِئْتَ اَفْطَرْتَ عِنْدَنَا فَاخْتَرْتُ اَنْ اُفْطِرَ عِنْدَہٗ فَقُتِلَ ذَالِکَ الْیَوْمَ۔

(الحاوی للفتاوٰی جلد ۲ صہ ۲۴۸)

اے عثمان انھوں (بلوائیوں) نے تیرا محاصرہ کیا ہوا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھوں نے تجھے پیاسا رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول لٹکایا اس میں پانی تھا تو میں نے سیراب ہو کر

پیا یہاں تک کہ میں اس پانی کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے دشمنوں کیخلاف تیری مدد کی جائے۔ اور اگر تو چاہے تو ہمارے ہاں افطار کرنا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں افطار کرنے کو پسند کیا، پس اُسی دن حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ والدِ ماجد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ماہِ رمضان میں ایک دن میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہو گیا قریب تھا کہ میں کمزوری کی بنا پر روزہ توڑ دوں مگر رمضان شریف کے روزہ کی فضیلت کے ضائع ہونے کا غم لاحق ہوا اُسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے لذیذ اور خوشبو دار زردہ عطا فرمایا ہے پھر انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا پانی بھی مرحمت فرمایا جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں اس غنودگی کے عالم سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ اور میرے ہاتھوں میں ابھی زردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھوں کو دھو کر پانی کو محفوظ کر لیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۷)

قارئین محترم! یہاں پر ہم شرک کی بحث ختم کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ شرک تب ہو گا جب اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز سمجھی جائے، یا کسی کو واجب الوجود مانا جائے، یا کسی کو خالقِ حقیقی مانا جائے، دگرنہ اس کے علاوہ اُس خالقِ کائنات کی عطا کردہ صفات و کمالات ماننے سے ہرگز ہرگز شرک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ

"اکبر" (سب سے بڑا) اللہ تعالیٰ ہے۔
"اعظم" (سب سے بڑا) اللہ تعالیٰ ہے۔
"غنی" (صاحبِ غنا) اللہ تعالیٰ ہے۔

"علیٌّ" (بلندی والا) اللہ تعالیٰ ہے۔

باوجود اس کے کہ اکبر اللہ ہے، حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر سبھی کہتے ہیں۔ اور یہ شرک بھی نہیں ہے۔ اسی طرح بڑی عظمت والا اللہ ہے اور حضرت عمر فاروق کو فاروقِ اعظم سبھی کہتے ہیں، اسے بھی کسی نے شرک قرار نہیں دیا۔

قرآن و حدیث میں اللہ کو غنی کہا گیا ہے۔

مگر حضرت عثمان کو عثمانِ غنی کہنے پر شرک کا فتویٰ نہین داغا جاتا۔

اسی طرح قرآنِ کریم وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ کہہ کر اللہ کو "علی" قرار دیتا ہے۔ یعنی بلندی والا، باوجود اس کے علی خود اللہ قدوس ہے۔

جناب اسد اللہ کو علی کہنے سے شرک نہیں ہوتا۔

کیوں نہیں ہوتا اس لیے کہ اللہ قدوس عزّ و جلّ کی صفات ذاتی غیر فانی اور مستقل ہیں۔ وہ ان صفات میں کسی کا محتاج نہیں اور جو صفات اُس کے بندوں میں ہیں۔ وہ اُسی کی عطا کردہ ہیں۔

اللہ کی صفات غیر محدود، بندوں کی صفات محدود۔ اُس کی صفات غیر فانی بندوں کی صفات فانی۔ اُس کی صفات غیر متناہی بندوں کی صفات متناہی۔

اب ہم انشاء اللہ العزیز بدعت اور اس کی تعریف و تقسیم اور اس کے تحت چند مسائل ضروریہ بیان کریں گے۔

بِدْعَت

بدعت کا لغوی معنی ہے نئی چیز یعنی کسی سابقہ نظیر کے بغیر جو امر ایجاد کیا جائے بدعت کہلائے گا اور بدعت کا اصطلاحی معنی ہے اُمورِ دینیہ میں جو کام ثواب کے لیے ایجاد کیا جائے اب وہ کام اگر خلافِ دین ہوگا تو حرام و ناجائز قرار پائے گا اور اگر خلافِ دین نہ ہو تو جائز و دُرست قرار پائے گا۔

بدعت کا لغوی معنی قرآن سے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (البقرہ ۱۱۷، الانعام ۱۰۰)

بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ (الاحقاف ۹)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا (نیا) رسول نہیں۔

شرعی اصطلاحی معنی قرآن سے

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَّرَهْبَانِیَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥

(الحدید ۲۷)

اور ہم نے رکھی اُن کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت۔ اور راہب بننا تو یہ بات اُنھوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے اُن پر مقرر نہ کی تھی۔ ہاں یہ بدعت اُنھوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اُس کے نباہنے کا حق تھا تو اُن کے ایمان والوں کو ہم نے اُن کا ثواب عطا

فرمایا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مرقات)

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (ظاہری) میں نہ ہُوا ہو وہ کام کرنا۔

مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اَمَّا الْبِدْعَۃُ اللُّغَوِیَّۃُ فَھِیَ تَنْقَسِمُ اِلٰی مُبَاحَۃٍ وَمَکْرُوْھَۃٍ وَحَسَنَۃٍ وَسَیِّئَۃٍ قَالَ الشَّیْخُ وَلِیُّ اللّٰہِ مِنْ اَصْحَابِنَا مِنَ الْبِدْعَۃِ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ .... الخ

بہرحال باعتبارِ لغت۔ بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ بدعتِ مباحہ، بدعتِ مکروہہ، بدعتِ حَسَنہ اور بدعت سیئہ۔ ہمارے اصحاب میں سے حضرت شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعتِ حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیئے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح (باجماعت) بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے۔ جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے میں کہتا ہوں دُولہا، دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعاتِ مباحہ میں شامل ہیں۔ بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی رسم جو بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قبا اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے ہیں اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رُومی جُبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے

ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سُنّت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سُنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

یہ تھا ترجمہ ھدیۃ المھدی کی اصل عربی عبارت کا جو صفحہ ۱۱۶ اور ۱۱۷ پر ہے۔
غیر مقلدین کے مایۂ ناز عالم قاضی شوکانی فتح الباری سے نقل کرتے ہوئے بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں :

اَلْبِدْعَةُ اَصْلُهَا مَا اُحْدِثَ عَلٰی
غَیْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ .... الخ

لُغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاحِ شرع میں سُنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مذموم ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصُول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصُول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعتِ مباحہ ہے اور بلا شُبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صہ ۳۲۵)

مذکورہ بالا دونوں حوالے اُن لوگوں کے مسلمہ اور معتمد علماء کے ہیں جو صبح و شام یہ رَٹ لگاتے ہیں کہ بدعت ہوتی ہی ...... بُری ہے بدعت اچھی ہو ہی نہیں سکتی۔

اُن لوگوں کو دعوت ہے جو محض ہٹ دھرمی سے بدعتِ حسنہ کے انکاری ہیں کہ کم از کم اپنے علماء کی کتابیں ہی پڑھ لیا کریں۔

قبل اس کے کہ ہم بدعتِ حسنہ اور بِدعَت سَیِّئَۃ کو احادیثِ مبارکہ سے بیان کریں۔ اور نیم روز کی طرح ثابت کریں کہ جو کام اچھا ہو وہ اگرچہ خیر القرون میں نہ ہوا ہو وہ جائز ہے مناسب سمجھتے ہیں کہ اقوالِ محدثین کی روشنی میں بدعت کی تعریف و تقسیم پر مزید مواد پیش کردیں۔

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جذری رقم طراز ہیں۔ طویل عربی عبارت ہے ہم صرف ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ بِدْعَةُ هُدًى وَبِدْعَةُ ضَلَالٍ ......

فرماتے ہیں۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا قابل تعریف ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے کئی نیک کام وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھے کام کی ابتدا کی اُس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے اُن کے عمل کا اجر بھی ملے گا۔ اور جو بُرے کام کی ابتدا کرے اُس کے بارہ میں فرمایا جس شخص نے بُرے کام کی ابتدا کی اُس پر اپنی بُرائی کا وبال بھی ہو گا اور جو اس بُرائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اُس پر ہو گا اور یہ اُس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

(یہ تھا ترجمہ علامہ ابن اثیر کی تحریر کردہ عربی عبارت کا جو کہ النہایہ جلد ۱ ص ۱۰۶ پر ہے)

مذکورہ بالا عبارت علامہ ابن اثیر کے حوالے سے لسان العرب جلد ۱ صد ۳۴۲ پر منقول ہے اور مستزاد یہ کہ لسان العرب کے اسی صفحہ کے آخر میں کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن منظور فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ مَا خَالَفَ اُصُوْلَ الشَّرِیْعَۃِ وَلَمْ یُوَافِقِ السُّنَّۃَ۔
ہر نیا کام بدعت ہے اس سے مراد ہے ہر وہ نیا کام جو اصولِ شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔
علامہ نووی نے بدعت کی انتہائی تفصیل اور تحقیق پیش کی ہے لمبی عبارت ہے ترجمہ پیش کرتے ہیں:

(بدع) اَلْبِدْعَۃُ بِکَسْرِ الْبَاءِ فِی الشَّرْعِ ھِیَ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھِیَ مُنْقَسِمَۃٌ اِلٰی حَسَنَۃٍ وَ قَبِیْحَۃٍ .... الخ......

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں نہ ہوا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے۔ انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا ہے بدعت کی حسبِ ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح انھوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعدِ شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعدِ ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراہت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعاتِ واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے

معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا۔
تیسری مثال یہ ہے کہ دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا۔
چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکورہ علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ قدریہ، جبریہ، مرجئہ، اور مجسمہ کے نظریات اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبہ میں داخل ہے۔ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا فلاحی اور اصلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح۔ تصوف کی دقیق ابحاث بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروہہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ مساجد کی زیب و زینت (متاخرین فقہائے نے اس کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کے خوبصورت محلات اور اعلیٰ رہائشی مکانوں کے مقابلے میں جیسا کہ اب ہیں مساجد حقارت کی نظر سے نہ دیکھی جائیں۔) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے)

بدعات مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ صبح اور عصر (کی نماز) کے بعد مصافحہ کرنا۔ کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیضیں پہننا وغیرہ۔

و ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ عبدالعزیز بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بدعات کی مذکور الصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں (مرقات جلد ا صـ ۲۱۶)

و شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام نقل کی ہیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد ا صـ ۱۲۵)

و علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (ردالمحتار جلد۱ صہ۳۲۲)

و علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (رُوح المعانی جزء ۲۷ صہ ۱۹۲)

و علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (فتاوی حدیثیہ صہ۱۳۰)

و علامہ دشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں۔ (اکمال المعلم جلد۳ صہ۲۳)

و علامہ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ مالکی نے بھی قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (مکمل اکمال المعلم جلد۳ صہ۲۳

و علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (الحاوی للفتاوی جلد۱ صہ۱۹۲)

و شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (فتح الملہم جلد ۲ صہ۴۰۶)

(شرح مسلم جلد۲ صہ۵۵۶)

گذشتہ چند صفحات پر پیش کی گئی بدعت کی تعریف و تقسیم سے پتہ چل گیا کہ جو لوگ بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں بند کرتے ہیں یہ محض اُن کی ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدعت سیئہ اور حسنہ کا بیان۔ بدعتِ سیئہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (مشکوۃ صہ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو
ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ
بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ (مشکوٰۃ صہ ۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اما بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا طریقہ ہے اور بدترین چیز وہ بدعتیں ہیں جو دین میں پیدا کی گئیں اور ہر بدعت
گمراہی ہے۔

حضراتِ محترم! مذکورہ دونوں حدیثوں میں بدعت سیئہ کا بیان ہے اور یہی وہ بدعت
ہے جسے "کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" کہا گیا ہے۔ وگرنہ اچھے کام گمراہی نہیں اُن
کے بارے میں تو واضح ارشادِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ
عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئٌ
وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ
عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئٌ

(مشکوٰۃ صہ ۳۳ بحوالہ مسلم)

جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اُسے اپنے عمل اور بعد میں آنے والے
جو اس طریقہ پر عمل کریں گے اُن کے عمل کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور اُن کے ثواب میں

ذرہ بھر کمی نہیں آئے گی اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ بھی ہے اور ان کی بدعملیوں کا بھی جو اس پر بعد میں عمل کریں گے بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کچھ کمی ہو۔

ان احادیث سے پتہ چلا کہ بدعت ہمیشہ بُرے عمل کا ہی نام نہیں کبھی اچھے کام بھی بدعت ہو سکتے ہیں۔

سرکارِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا تو واضح فرمان ہے جب کہ آپ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازِ تراویح باجماعت پڑھنے کے لیے جمع کیا تو فرمایا:

نِعْمَ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ۔ (بخاری جلد ۱ صـ ۲۶۹)

یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

پچھلے صفحات پر پیش کی گئی بدعت کی تعریف و تحقیق اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض ہٹ دھرمی و سینہ زوری سے اس ضد پر قائم ہو کہ بدعت اچھی ہو ہی نہیں سکتی۔ تو اسے ہم کیسے سمجھا سکتے ہیں۔

ع یہ بحث دُوسری ہے کہ بنجر ہے کس لیے
رقبہ تو کشتِ جاں کا وسیع و عریض ہے

و بخاری شریف جلد ۱ صـ ۱۲۴ اور ۱۲۵ پر حضرت امام بخاری نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا، لیکن اسے بدعت ضلالت کسی نے بھی نہیں کہا بلکہ تمام اُمت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔

اُن چار حدیثوں میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں:

و اَنَّ التَّاذِيْنَ الثَّانِيْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَرَ بِهٖ عُثْمَانُ۔

(بخاری جلد ا صہ ۱۲۵)

بے شک دُوسری آذان جمعہ کے روز اِس کا حکم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے دیا۔

و جمع قرآن کے سلسلے میں حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی گفتگو بھی بدعت حسنہ کا بہت اعلیٰ مفہوم پیش کرتی ہے۔ جب جنگِ یمامہ میں بہت سارے حُفّاظِ کرام شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ڈر محسوس کرتا ہوں اگر یہی سلسلہ رہا حُفّاظِ کرام کی شہادت کا تو قرآنِ کریم کے بارے میں پریشانی بن سکتی ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتابی شکل میں قرآن کریم یکجا نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ قرآنِ پاک کو یکجا کر کے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جائے لیکن جواب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ۔

میں وہ کام کیسے کروں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ پس حضرت عمر نے کہا اے امیر المؤمنین اگرچہ یہ کام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا لیکن خدا کی قسم! ھے تو اچھا

حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ عمر مجھ سے باصرار تقاضا کرتے رہے لیکن میں یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ میں وہ کام کیوں کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ میں ٹالتا رہا یہاں تک کہ:

حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ۔ (بخاری جلد ۲ صہ ۶۷۶)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔

اور میں حضرت عمر کی رائے سے متفق ہو گیا۔

اس حدیث سے مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ جو کام اچھا ہو اُس کی نظیر

خیر القرون سے نہ بھی ملے تو جائز ہے۔

بدعت کی آڑ لے کر آج ہزاروں نیک کاموں سے لوگوں کو روکنے والے کیا بدعت کے مفہوم کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔

بخاری شریف کی مذکور حدیث سے واضح ہوا کہ پوری اُمت میں جو سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ جن کی علوِ شان و فضیلت کا زمانہ معترف ہے دونوں ہی ایمان والوں کے لیے مینارۂ نور ہیں، رہتی دُنیا تک اسلامی تہذیب جن کی احسان مند رہے گی۔ اُن دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو کام اچھا ہو وہ جائز ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔

اب ہم چند ایسے مسائل کی تحقیق پیش کرتے ہیں جن کو بدعت کی آڑ لے کر حرام و ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ وہ کارہائے خیر جو صدیوں سے مسلمانوں کا معمول رہے ہیں۔ مثلاً

جشنِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی وجاہت و شفاعت کا ذکر، وسیلہ اور اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام اور باقی گیارہویں شریف اور دیگر تقاریب ایصالِ ثواب کے موضوع پر عنقریب ایک علیحدہ کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے، انشاء اللہ العزیز۔

مِیلادِ مُصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ



جشنِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل پیش کرنے سے پہلے چند ضروری اُمور

پہلی بات یہ کہ جشنِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے، کیسے منایا جاتا ہے تو جان لیجیے کہ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو فخرِ رُسل، آقائے کُل، شفیعِ روزِ محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ میلاد پر آقا علیہ السلام کی ولادت کے واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ آپ کی عاداتِ کریمہ اور شفاعتِ کبریٰ پر وعظ کیے جاتے ہیں، آپ کی صورت وسیرۃ کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ حامئ بیکساں کی آمد کے دن کی خوشی مناتے ہوئے لوگ عُمدہ اور نئے کپڑے پہنتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، ذکر و نعت میں مشغول رہتے ہیں تلاوتیں اور سخاوتیں ہوتی ہیں۔ بہترین کھانے پکائے جاتے ہیں اور خواص و عام کو کھلائے جاتے ہیں، محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت والے دن اُمتی وفورِ محبت و عشق میں گلیوں اور بازاروں میں نکل آتے ہیں۔ اکٹھے ہو کر جلوس کی شکل میں دُرود و سلام اور ذکر و نعت کا ورد کرتے ہوئے چلتے ہیں اور پھر جلوس کے اختتام پر کسی معینہ جگہ پر عظیم محفل ہوتی ہے جہاں مقررین محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرۃ کے نقوش اجاگر کرتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات و کمالات کا بیان کرتے ہیں۔ اُمت کی خاطر غاروں میں، جلوتوں اور خلوتوں میں رو رو کر دُعائیں کرنے والے مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں خوش قسمت اُمتی دُرود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اُس کے بعد مُلک و ملت کے لیے، دُنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے اجتماعی دُعا ہوتی ہے۔

لِلّٰہ انصاف کیجئے؛ اس میں کون سا پہلو حرام ہے؟
اس میں کونسی بے دینی کی بات ہے؟ اس میں کونسا کام اسلام دشمنی پر مبنی ہے؟
کیا اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن منانا حرام ہے؟
یا آقا علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کرنا حرام ہے؟
کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کے تذکرے ناجائز ہیں؟ یا ذکر و نعت کا اہتمام کرنا بے دینی ہے؟
اعلیٰ و نفیس کھانے پکا کر خواص و عوام کو کھلانا ناجائز ہے؟
یا اکٹھے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا حرام ہے؟
اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا حرام ہے؟ یا ملک و قوم کے لیے دعائیں کرنا حرام ہے؟
معترض کو چاہیئے کہ نشان دہی کرے کہ وہ کس وجہ سے میلاد شریف کے پروگراموں کو حرام کہتا ہے؟
اگر بعض جہال بعض جگہ اس دن جہالت کی وجہ سے ڈھول، باجے، گانا بجانا اور رقص وغیرہ جیسی خرافات و بدعاتِ سیئہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو اُن کے ایسے ناپسندیدہ اعمال و افعال کی وجہ سے مطلقاً ذکر میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ حرمت و بدعت سیئہ کا فتوٰی داغ دینا کہاں کا انصاف اور دین دوستی ہے؟ دیکھئے! آجکل نوّے فیصد شادیوں میں خلاف شرع حرکات ہوتی ہیں، بعض لوگ تو شادیوں میں عُریانی و فحاشی کی آخری حدود بھی پھلانگ جاتے ہیں۔ شرابیں پیتے ہیں، فحش ڈانس کروائے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اِن خرافات کی وجہ سے اگر کوئی کہہ دے کہ نکاح حرام ہے۔ دلیل یہ دے کہ چونکہ نکاح کے وقت بارات

آتی ہے، بارات میں خلاف شرع حرکات ہوتی ہیں۔

لہٰذا نکاح ہونا ہی نہیں چاہیئے، نہ نکاح کے لیے بارات آئے۔ اور نہ خلاف شرع حرکات ہوں۔ تو اس کی بات اور دلیل غلط ہے کیونکہ نکاح تو مسنون اور اچھی چیز ہے آج بھی خالص اور اچھے مسلمان نکاح جو کہ سنت مبارک ہے اس سنت کو سنت کے مطابق ہی پورا کرتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ جس کام میں بعض غیر ذمہ دار لوگ کوئی خرافات داخل کر دیں اُن کی خرافات کی وجہ سے وہ کام حرام نہیں ہو گا۔ ہاں وہ خلاف شرع حرکات ناجائز و حرام کہلائیں گی۔

آیئے اب ہم اختصار کے ساتھ دلائل پیش کرتے ہیں۔

جشن میلادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا "بنیادی جُزو" دن منانا ہے۔ وہ دن کسی نعمت کے ملنے کا دِن ہو یا ولادت کا۔ وہ دِن کسی امرِ ذیشان کے نزول کا دن ہو یا کسی اور مہتم بالشان امر سے متعلق ہو، اس دن کو بطورِ یادگار منانا، اس میں خوشیوں کا اظہار کرنا آیاتِ قرآنیہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

(۱) قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

(المائدہ ۱۱۴)

عیسٰی بن مریم نے عرض کی۔ اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

تفاسیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس "خوان" کے نزول کا دِن اتوار تھا۔
لہٰذا عیسٰے علیہ السلام کی اُمت نے اتوار کو عید بنالیا۔
حضرت عیسے علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں کسی بھی نبی سے شرک و بے دینی
متصور و ممکن نہیں۔ تو عیسٰے علیہ السلام کی اس دُعا سے پتہ چلا کہ جس دن اللہ کریم
کی کوئی نعمت حاصل ہوئی ہو اُس دن کو بطورِ یادگار منانا بالکل جائز اور امرِ مستحسن
ہے۔ اس بات کو حرام کہنے والے دراصل دولتِ حق فہمی سے محرُوم ہیں۔

(۲) وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ (ابراہیم۔ ۵)

اور انھیں اللہ کے دِن یاد دلاؤ۔

اس قرآنی جُملے میں اللہ کے دِنوں سے کون سے دِن مراد ہیں تو اگلی آیت میں
اس کی وضاحت موجُود ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ ؕ (ابراہیم ٦)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب
اُس نے تمھیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بُری مار دیتے تھے
اور تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمھاری بیٹیاں زندہ رکھتے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے
ظلم وستم سے نجات بخشی وہ اللہ کا خاص دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں
پر قہر نازل کیا وہ اللہ کا خاص دن ہے۔ وہ فرعونی جو بنی اسرائیل کو انتہائی سخت
تکلیفیں دیتے تھے اُن کے لڑکوں کو قتل اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ تو جس دِن

اس قسم کے اذیت ناک حالات سے موسیٰ علیہ السلام کے اُمتیوں کو نجات ملی وہ
دِن اللہ کے خاص اُن دنوں میں سے ہے جنھیں یاد رکھنے کا اللہ حکم دے رہا ہے
اور صحیح حدیث ہے کہ اُس دن کی یاد میں بنی اسرائیل روزہ رکھتے تھے یہاں تک
کہ جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے۔

فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا
عَنْ ذَالِكَ فَقَالُوْا هُوَالْيَوْمُ الَّذِيْ اَظْهَرَ اللّٰهُ
فِيْهِ مُوْسٰى وَبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ
نَصُوْمُهٗ تَعْظِيْمًا لَّهٗ۔

تو آپ نے پایا یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے، پس وجہ پوچھی
گئی یہودیوں سے اس روزہ کی تو انھوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن
اللہ قدوس نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا۔
ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَحْنُ اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ
ثُمَّ اَمَرَ بِصَوْمِهٖ۔ ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے قریبی ہیں پھر آپ نے (عاشورہ
کا) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری باب اتیان الیہود)

حضرات محترم! غور فرمائیں آجکل بعض لوگ تمسخراً کہہ دیتے ہیں کہ سُنّیوں کا نبی
ہر سال پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ ہر سال جشنِ میلاد مناتے ہیں۔ ان کی یہ بات کتنی
بے ہودہ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو مائدہ اُترنے کی دُعا کی اور پھر
اس کو عید بنایا، کیا مائدہ ہر سال اُترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن دنوں کو جن اُمور
کی وجہ سے یاد کرنے کا حکم دیا ہے کیا وہ ہر سال وجود میں آتے تھے خود ہمارے
آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھا۔ تو منع کرنے کی بجائے خود بھی

روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا۔
کہیئے کیا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ہر عاشورہ کو فرعون پر غالب آتے ہیں۔ فافہم
اللہ تعالیٰ کی رحمت یا نعمت کسی شکل میں بھی میسر آئے تو خوشی منانے کا قرآنی حکم
ہے۔ پڑھیئے قرآنِ کریم، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (یونس ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔
ہم مانتے ہیں کہ قرآن و اسلام بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہیں، لیکن
اُس کے رحمت ہونے کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔
جسے قرآنِ کریم نے سب جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ تو اس سے واضح
طور پر امر کے صیغہ کے ساتھ خوشیاں منانے کا حکم ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (والضحیٰ ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔
اللہ کریم اپنی پاک و لاریب کتاب میں اپنی نعمتوں کا چرچا کرنے کا حکم دے رہا ہے
تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے جس نعمت کے بارے میں اللہ تعالےٰ
خود ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔
تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ اُن میں (اپنے عظیم) رسُول
کو مبعوث فرمایا۔
جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے تو رسُول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہیں؟

بخاری شریف جلد دوم صہ ۵۶۶ پر موجود ہے مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَۃُ اللّٰہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں تو آپ کی آمد مبارک کے دن کا چرچا کرنا تقاضائے ایمان اور اعلانِ قرآن ہے۔

محافلِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ میلاد منعقد کی۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲

(آلِ عمران - ۸۱، ۸۲)

اے محبوب یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بر ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں! تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہ فاسق ہے۔

میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وہ پہلی محفل ہے جو عالم ارواح میں منعقد ہوئی اس میں بیان فرمانے والا خود رب العالمین ہے۔

سامعین ایک لاکھ کئی ہزار انبیائے کرام ہیں کتنا عظیم اجتماع تھا اور ذکر تھا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا۔

پس اسی کو ذکر میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کو یہ سُن کر غم اور دُکھ تو نہیں ہُوا ہو گا بلکہ انتہائی خوشی ہوئی ہو گی۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا

آپ اپنی محفل میں اپنی شان بیان کرنا

عَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (مشکوٰۃ صہ ۵۱۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہُوئے گویا کہ انھوں نے (اعلان یا چرچا وغیرہ) سنا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا (صحابہ سے)

کہ مَیں کون ہُوں ؟ صحابہ بولے (بیک زبان) آپ اللہ کے رسُول ہیں، آپ نے فرمایا مَیں محمد ابن عبداللہ بن عبد المطلب ہُوں۔ بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے اچھی مخلوق میں بنایا پھر اس بہتر مخلوق کے دو حصّے کیے تو مجھ کو اچھّے حصّے میں بنایا۔ پھر اس اچھے حصّے میں قبیلے بنائے تو مجھ کو اچھے قبیلے میں بنایا پھر اُس اچھے قبیلے کے گھر بنائے تو مجھ کو اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہُوں اور گھر کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہُوں۔

پیر کے دِن کا روزہ

حضور علیہ السلام ہر پیر شریف کو روزہ رکھتے، آپ سے اس روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

ذَاكَ يَوْمٌ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ ۔ (المسلم) کتاب الصیام

فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اسی دن اللہ کا کلام مجھ پر نازل کیا گیا۔

شیخ محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے پر استدلال کرتے ہُوئے فرماتے ہیں :

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَظِّمُ يَوْمَ مَوْلِدِهٖ وَ يَشْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ عَلٰى نِعْمَتِهِ الْكُبْرٰى عَلَيْهِ..الخ....

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یومِ میلاد کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے اُوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود با جود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر موجود کو سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا روزے کی صُورت میں۔

اور محفلِ میلاد بھی یہی ہے اگرچہ صُورۃً مختلف مگر معنوی طور پر ایک ہی ہے

خواہ وہ روزہ ہو، کھانا کھلانا ہو، مجلس ذکر ہو یا دُرود و سلام کی محفل، یا نعت خوانی کی صُورت ہو۔ (مقدمہ المورد الروی صہ ۹، ۱۰)

حضور علیہ السّلام کی ولادت پر خوشی کرنیکا فائدہ

بخاری شریف میں ہے حضرت عُروہ فرماتے ہیں:

ثُوَیْبَۃُ مَوْلَاۃٌ لِاَبِیْ لَھَبٍ کَانَ اَبُوْلَھَبٍ اَعْتَقَھَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْلَھَبٍ اُرِیَہٗ بَعْضُ اَھْلِہٖ بِشَرِّ حِیْبَۃٍ قَالَ لَہٗ مَا ذَا لَقِیْتَ قَالَ اَبُوْلَھَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَ کُمْ غَیْرَ اَنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ ھٰذِہٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَیْبَۃَ۔

(بخاری جلد ۲ صہ ۷۶۴)

ثُویبہ (رضی اللہ عنہا) ابولہب کی باندی تھی، جسے اُس نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُودھ پلانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ابُولہب کے مرنے کے بعد اُس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے خواب میں اُسے بہت بُری حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے بعد تیرا کیا حال ہُوا؟ ابُولہب نے کہا تم سے جُدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہُوں اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

ذَکَرَ السُّھَیْلِیُّ اَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْلَھَبٍ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَنَامِیْ بَعْدَ حَوْلٍ فِیْ شَرِّ حَالٍ .... الخ

سُہیلی نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابُولہب جب مرگیا

تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی ..... خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

(فتح الباری جلد ۹ صہ ۱۱۸)

اس مقام پر دو اعتراض کیئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے کہ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔ کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ اور ابولہب کافر تھا۔ اس کے بارے میں تخفیف عذاب کیسے متصور ہے؟

جواب۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے اس سوال کے جواب میں محدثین کے اکثر اقوال نقل کرنے کے بعد فیصلہ کن انداز میں قابلِ وثوق مسلک تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے قول سے بھی تصدیق و تائید فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

وَقَالَ قُرْطُبِيْ هٰذَا التَّخْفِيْفُ خَاصٌّ بِهٰذَا اَوْ بِمَنْ وَرَدَ النَّصُّ فِيْهِ وَقَالَ ابْنُ مُنِيْرٍ فِي الْحَاشِيَةِ هُنَا قَضِيَّتَانِ اِحْدَاهُمَا مُحَالٌ وَهِيَ اِعْتِبَارُ طَاعَةِ الْكَافِرِ مَعَ كُفْرِهٖ ....الخ

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے نیز اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوتی ہے، ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیئے ہیں ایک تو محال ہے وہ یہ کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار کیا جائے استحالہ کی وجہ یہ ہے طاعت کا معتبر ہونا قصدِ صحیح کی شرط سے

مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطورِ تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہوگئیں تو جاننا چاہیئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعتِ معتبرہ نہ تھی اور اس کے اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرمادے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابوطالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلہ پر نفیاً اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے (یعنی عذاب کے کم ہونے کے بارے میں نفی اثبات کی بات نص کے وارد ہونے پر موقوف ہے)

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اس طرح کسی دوسرے کے حق میں۔ جو احسان اللہ کی طرف سے واقع ہوتا ہے وہ اس ذات کے اکرام کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ (فتح الباری جلد ۹ صہ ۱۱۹)

دُوسرا اعتراض غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کرلیا جائے۔

غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اِن خوابوں کا حُجت شرعیہ نہ ہونا مسلّم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقتِ واقعیہ پر کوئی روشنی نہ پڑسکے اور کسی امر میں کم ازکم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے انھوں نے خواب دیکھے اور حضرت یُوسف علیہ السلام نے اُن کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہُوئیں اور اُن دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سُننے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی

لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انھوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابُولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہوسکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادتِ باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی اُمید کا سبب قرار پاسکتا ہے۔ (مقالاتِ کاظمی)

اور تو اور الشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بھی یہی بات امام ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے ملاحظہ ہو مختصر سیرت الرسُول صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کا ترجمہ جامعۃ العلوم الاثریہ اہل حدیث جہلم نے شائع کیا ہے۔ وہ ہی ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

فَاِذَا کَانَ ھٰذَا اَبُولَھَبِ الْکَافِرُ الَّذِیْ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِذَمِّہٖ......

جب ابُولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہُوئی اس کو حضور کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مُسلمان اُمتی کا کیا درجہ ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی منائے۔

(مختصر سیرۃ الرسُول ترجمہ صد ۳۲)

اور یہی بات امام قسطلانی شارح بخاری نے امام ابن جذری سے نقل کی ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد ا صد ۲۷)

ے شبِ ولادت میں سب مُسلمان نہ کیوں کریں جان ومال قربان
ابُولہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

وَلَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَھْرِ مَوْلِدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے ہیں اور دعوت طعام

کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقادِ محفلِ میلاد اس سال میں موجب امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہِ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔ اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دیں ہیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عملِ مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو قصدِ جمیل اور اس کا ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل۔

(مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۲۷)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے والد گرامی اور میلاد کے چنے

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ہر سال ایامِ مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا ایک سال قحط سالی کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھنے ہوئے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چنوں سے بہت خوش ہیں۔

مذکورہ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدر الثمین کے صہ پر ہے

جو ذکرِ میلاد سے خوش نہ ہو؟

"الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ"۔ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں۔ جس کو حضرت کے میلاد کا حال سُن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکرِ خدا حصُول پر اس نعمت کے نکرے وہ مُسلمان نہیں۔

(الشمامۃ العنبریہ صہ ۱۲)

۱۲ ربیع الاوّل یومِ خوشی یا یومِ غم؟

بعض لوگ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جشنِ میلاد کو یہ کہہ کر حرام قرار دیتے ہیں کہ یہی تاریخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی ہے تم خوشی منا رہے ہو۔

اس کے متعدد جوابات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) کسی کی موت پر تعزیت وسوگ وغیرہ تو تین دن تک ہے اس سے زائد نہیں لیکن نعمتِ خداوندی پر شکر کرنے اور حصُولِ فضل و رحمت پر خوشی منانے کا حکم تو مطلقاً ہے۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا۔

فرمادو کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی مناؤ۔

اس سے ظاہر ہُوا کہ غم وسوگ کی تو شریعت نے حد بندی کی ہے لیکن اللہ کی نعمتوں پر خوشیاں منانے کا حکم مطلقاً ہے۔

(۲) سوگ کیوں کریں کہ جن کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے وہ اب بھی ہمارے رسُول ہیں۔

23 جو شخص میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خوشی کی بجائے غم منانے پر اصرار کرے تو اس کی خدمت میں دو باتیں عرض کیئے دیتے ہیں۔

پہلی بات۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جو کلمہ طیبہ مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے اس کے الفاظ ہی اس عظیم حقیقت پر پختہ شہادت ہیں۔ کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اب بھی قائم ہے اور تا قیامت اسی طرح رہے گی۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

اب جو شخص یہ کہے کہ محمد اللہ کے رسول تھے، اب نہیں وہ بالاتفاق کافر و بے دین ہے۔

مثلاً ۱۲ ربیع الاول کا دن ہو مسلمان انتہائی فرحت و سرور کے ساتھ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے تذکرے و چرچے کر رہے ہوں ایک شخص آکر کہے کہ آج اُن کا یومِ وفات بھی تو ہے ہم اُسے کہیں گے کہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ سناؤ۔ یقیناً وہ یہی کہے گا کہ " اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں تو ہم اُسے کہیں گے کہ میاں بحث و جھگڑا ختم کرو۔

تم نے خود کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ جو اللہ کے رسول ھیں۔ آج اُنہی کی آمد کا دن ہے جو ہم منا رہے ہیں۔

اور نبی آئے آکر چلے گئے، کیونکہ وہ جاتے رہے اس لیے نئے نبی تشریف لاتے رہے۔ اگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے گئے ہوتے تو یقیناً کوئی نیا نبی آتا۔ نیا نبی کوئی نہیں آیا اور نہ قیامت تک آئے گا اس کا صاف نتیجہ و مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اب بھی قائم ہے اور تا قیامِ قیامت رہے گی۔ اسی لیے یہ عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وقت اللہ کے رسُول ہیں، بالکل اُسی طرح اب بھی اللہ کے رسُول ہیں اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام تر کمالات سمیت اب اللہ کے رسُول ہیں، بالکل اُسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والی نسلوں کے لیے اللہ کے رسُول ہیں۔ تو پھر ہم سوگ اور غم کیوں منائیں جب کہ غم منانا یُوں بھی شرعاً درست نہیں۔

دوسری بات۔ حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (الشفاء جلد ۱ ص ۱۹)

میری (ظاہری) حیات اور میرا وصال دونوں ہی تمھارے لیے بہتر ہیں۔

ایک اور حدیث پڑھیے:

عَنْ اَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِّنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَهٗ بِهَلَكَتِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ۔

(مسلم جلد ۲ ص ۲۴۹)

حضرۃ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی اُمت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، تو اُس اُمت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس اُمت کے لیے شفاعت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی اُمت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس نبی کی ظاہری حیات میں ہی اُس اُمت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں لفظِ فرط کی تشریح حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یُوں کرتے ہیں :

اَصْلُ الْفَرَطِ هُوَالَّذِیْ یَتَقَدَّمُ الْوَارِدِیْنَ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (الشفاء)

فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے۔

حضراتِ محترم! اِس اُمت پر کتنا بڑا فضل و احسان ہے کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیع بنا دیا گیا ہے۔ اِسی لیے آپ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ولادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے مگر وفات پر صبر کا حکم دیا۔ اور جزع و فزع سے روکا ہے۔ اصل الفاظ پڑھیئے :

وَقَدْ اَمَرَالشَّرْعُ بِالْعَقِیْقَةِ عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَهِیَ اِظْهَارُ شُکْرٍ وَفَرَحٍ بِالْمَوْلُوْدِ وَلَمْ یَأْمُرْ عِنْدَ الْمَوْتِ بِذِبْحٍ وَلَا بِغَیْرِهٖ بَلْ نَهٰی عَنِ النِّیَاحَةِ وَاِظْهَارِالْجَزْعِ فَدَلَّتْ قَوَاعِدُ الشَّرِیْعَةِ عَلٰی اَنَّهٗ یُحْسِنُ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِاِظْهَارُ الْفَرَحِ بِوِلَادَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دُوْنَ اِظْهَارِ الْحُزْنِ فِیْهِ بِوَفَاتِهٖ۔

(الحاوی للفتاوٰی جلد ۱ ص ۱۹۳)

تحقیق شرع نے عقیقے کا حکم دیا ہے ولادت کے موقع پر اظہارِ شکر اور بچے کی خوشی کے طور پر۔ اور شریعت نے موت کے موقع پر ذبح کا حکم نہیں دیا بلکہ منع کیا نوحہ اور اظہار جزع سے شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کر رہا ہے کہ

ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔

(ف) آپ کی حیاتِ مبارکہ آپ کے وصال مبارک پر غالب ہے کیونکہ وصال تو قانونِ الٰہی کی تصدیق تھی اور حیات قدرتِ خداوندی کا بہت بڑا ..... ظہور ہے جو آپ کی ذات سے خصوصی طور پر وابستہ ہے اور دیگر انبیاء بھی اس عموم میں شامل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کی بعد از وصال زندگی کی خبر دی جب دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں تو بشرطِ اولیٰ سید المرسلین کی زندگی جملہ انبیاء سے بڑھ کر ہے لہٰذا ولادت کی خوشی کے ساتھ ساتھ آپ کی اعلیٰ حیاتِ مبارکہ پر بھی ہمیشہ خوشی و مسرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔

یومِ میلاد کو کیا عید کہنا جائز ہے؟

(۱) حصولِ نعمت پر اور اللہ قدوس کی عطاؤں پر "عید" کا اطلاق کرنا جائز ہے، قرآن شاہد ہے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔

عیسٰی بن مریم نے عرض کی اے ہمارے ربّ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

اَیْ نَتَّخِذُ الْيَوْمَ الَّذِیْ تُنْزِلُ فِيْهِ الْمَائِدَةَ عِيْدًا نُعَظِّمُهٗ نَحْنُ وَمَنْ يَّاْتِیْ بَعْدَنَا وَنَزَلَتْ يَوْمَ الْاَحَدِ فَاتَّخَذَ النَّصَارٰی عِيْدًا۔

اے اللہ جس دن تو خوان نازل فرمائے گا اُس دن کو ہم عید کا دن بنائیں گے

ہم تعظیم کریں گے اس دن کی اور ہمارے بعد والے بھی اور نازل ہوا مائدہ اتوار کے روز، پس نصاریٰ نے اتوار کو عید بنالیا۔

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ جس دن اللہ کی طرف سے خوان اترا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی امت کے لیے اُس دن کو عید قرار دے رہے ہیں تو جس دن آقائے کائنات، فخرِ موجودات، حبیب کردگار، احمدِ مختار حضور پُرنور شافع یوم النشور دافع کُل کروب طالب و مطلوب دُولہائے بزم حشر سیدنا و مولانا و ملجانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کیا وہ دِن اُس دِن سے کم ہے جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے لیے خوان اُترا؟ جب خوان اترنے کے دن کو عید بنایا جا سکتا ہے۔ تو جس کے دم قدم کی بہار سے سب عیدیں نصیب ہوئی ہیں اُس کی آمد کے دِن کو عید کہنے سے وہ ہی جلے گا جس کو امام الانبیاء کی آمد سے دُکھ اور صدمہ ہُوا ہو۔

شعر
نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں اے ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی شخص عیدِ عیسوی والی دلیل کو یہ کہہ کر مسترد کردے کہ یہ پہلی اُمتوں کی بات ہے ہم اسے نہیں مانتے تو اس کا یہ کہنا حقیقت سے ناآشنائی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ پہلی شریعتوں کی وہ بات ہے جو قرآن کریم بغیر تردید کے ذکر کرے وہ ہمارے لیے حجّت معتبر ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن بات ہے کہ پہلی امتوں کا کوئی غیر پسندیدہ عمل قرآن پاک میں مذکور ہو اور اس کی تردید و مذمت نہ ہو، نیز قرآن پاک کی ایک سو بیس آیات پر مشتمل اس سُورۃ کا نام ہی مائدہ ہے وہ ہی مائدہ جس کے اُترنے کا دن حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور آپ کی ساری اُمت کے لیے عید قرار پایا۔

(۲) ایک دفعہ جُمعہ کے دن عید ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدِ اجْتَمَعَ فِیْ یَوْمِکُمْ هٰذَا عِیْدَانِ۔ (المستدرک کتاب الجمعہ)
آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں ہو گئی ہیں۔

(۳) جمعہ صرف عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں سے افضل بھی ہے:

عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ فِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْهِ تَوَفَّی اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لَا یَسْأَلُ الْعَبْدُ فِیْهَا شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَا لَمْ یَسْأَلْ حَرَامًا وَفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۰)

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جمعہ کا دن تمام دِنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں سے عظیم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی افضل ہے اس میں پانچ خصال (خوبیاں) ہیں پہلی (سعادت) یہ کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دُنیا میں اُتارا ہے اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وفات دی ہے اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے اس میں آدمی جو مانگے اللہ کریم اُسے عطا کرتا ہے جب تک حرام چیز کا سوال نہ کرے۔ اور اسی دن قیامت قائم ہو گی۔

حضرات محترم! جمعۃ المبارک خود عید ہے بلکہ دونوں مشہور عیدوں سے زیادہ فضیلت والا دن ہے یہ دن آدم علیہ السلام کا یوم میلاد بھی ہے اور یوم وفات بھی۔ دعوت فکر ہے اُن لوگوں کے لیے جو ۱۲ ربیع الاول کو عید قرار دینے کی مخالفت

اس آڑ میں کرتے ہیں کہ اس دن اگر ولادت ہے تو وفات بھی ہے۔

انھیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے حق سمجھنے اور قبول کرنے کی دُعا کر کے مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث شریف کے الفاظ کو بار بار پڑھیں۔ کہ جمعۃ المبارک آدم علیہ السلام کا یومِ میلاد بھی ہے اور یومِ وفات بھی، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عید قرار دیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ عید خوشیاں منانے کا نام ہے نہ کہ سوگ کرنے کا۔

اندازہ فرمائیں جو آدم علیہ السلام کے میلاد اور وفات کا دن ہو اُسے عید کہنا جائز ہے بلکہ دونوں عیدوں سے افضل قرار پائے تو جس دن رُوحِ کائنات، مقصودِ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُس دن کو عید قرار دینے کو شرک و بدعت کا نام دینے والوں کو صرف اتنا سوچ لینا چاہیئے کہ کس نبی کے ذکرِ میلاد سے اور عیدِ میلاد سے ہم نے مخالفت و عداوت کی قسم اٹھا رکھی ہے جس نے حشر کی سختیوں اور گرمیوں میں اپنے غلاموں کی بگڑی بنانی ہے اور جو سب جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ے
ہو نہ یہ پھُول تو کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
چمن دہر میں بُلبُل کا ترنم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دُنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَرَأَ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ

لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَعِنْدَهُ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ والی آیت پڑھی اُس وقت اُن کے پاس ایک یہودی تھا، وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر اُترتی تو ہم اس (کے یومِ نزول) کو "عید" بناتے تو ابنِ عباس نے فرمایا بے شک یہ تو دو عیدوں کے دن اُتری ہے جُمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔

اس مذکور حدیث سے جُمعہ کے ساتھ ساتھ یوم عرفہ پر بھی عید کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ پتہ نہیں کس دیس میں بیٹھ کر وہ لوگ قرآن و حدیث پڑھتے ہیں جو کہتے کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر اور بس!

ہم اپنے خالقِ کائنات سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

غور فرمائیں کہ جب ہر جُمعۃ المبارک عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں ہُوئیں۔ اس کے باوجُود اگر کوئی شخص انتہائی شدّ و مدّ سے تیسری عید کا منکر ہو تو ہم اُسے کیا سمجھا سکتے ہیں مگر دردِ دل سے یہ سوال تو کر سکتے کہ جب قرآنِ کریم کی ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو عیدیں جمع ہو جائیں تو وہ شرک و بدعت نہ ہوں اور جو پُورے قرآنِ عظیم کا صاحب و حامل اور امین ہو وہ تشریف لائیں اور انکی تشریف آوری کو عید قرار دیا جائے تو شرک و بدعت کے فتوؤں کی بوچھاڑ کیوں۔ فیا للعجب۔

عقل کو تنقید سے فُرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بُنیاد رکھ

(ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

وجاہت، شفاعت

حضور علیہ السّلام کی بارگاہِ ربّ العالمین میں وجاہت قرآن سے

(۱) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (البقرہ ۱۴۴)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف مُنہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (انفال ۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ اُن پر عذاب کرے جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہو۔

(۳) عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ۷۹)

قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔

(۴) فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ ۱۳۰)

(اس کی) پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس اُمید پر کہ تم راضی ہو۔

(۵) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء ۱۰۷)

اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(۶) اَلَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ○ (الشعراء ۲۱۹)

اور جو تمھیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازوں میں تمھارے دورے کو۔

(۷) لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ (البلد ۱-۲)

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

(۸) وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰیO (الضحیٰ ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

امام الانبیاء کی وجاہت احادیث سے

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیۡ هَوَاكَ۔ (بخاری جلد ۲ صہ ۷۶۶)

مَیں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں جلدی کرتا ہے۔

(۲) عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلۡدِ آدَمَ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ (مسلم جلد ۲ صہ ۲۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَیں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔

(۳) عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوۡجًا اِذَا بُعِثُوۡا وَاَنَا قَائِدُهُمۡ اِذَا وَفَدُوۡا وَاَنَا خَطِیۡبُهُمۡ اِذَا اَنۡصَتُوۡا وَاَنَا مُسۡتَشۡفِعُهُمۡ اِذَا حُبِسُوۡا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمۡ اِذَا اَیِسُوۡا اَلۡکَرَامَةُ وَالۡمَفَاتِیۡحُ یَوۡمَئِذٍ بِیَدِیۡ وَلِوَآءُ الۡحَمۡدِ یَوۡمَئِذٍ بِیَدِیۡ وَاَنَا اَکۡرَمُ وُلۡدِ آدَمَ عَلٰی

حضرت انس راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں سب لوگوں سے پہلے اپنی قبر انور سے اٹھوں گا جب کہ انھیں قبروں سے اٹھایا جائیگا مَیں اُنکا قائد اور پیشوا ہُونگا جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ مَیں اُنکی طرف سے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والا ہُونگا جبکہ وہ خاموش ہونگے مَیں اُنکے لیے طلبگارِ شفاعت ہُونگا جبکہ انھیں میدانِ حشر میں روک دیا جائیگا مَیں ہی اُنکو مژدۂ مغفرت و بخشش سُنانیوالا ہُونگا جبکہ اُنھیں خلاصی اور

رِبِی یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ۔ اَوْلُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ۔

(مشکوٰۃ صہ ۵۱۴)

چھٹکارا کی اُمید نہیں ہوگی عزت وکرامت اور خزائنِ آخرت کی چابیاں اُس دن میرے ہاتھ میں ہونگی، لواءالحمد بھی اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا میں تمام اولادِ آدم سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معظم ومکرم ہُونگا میری خدمت کے لیے ہزار خادم کمر بستہ ہونگے گویا کہ وہ سفید موتی ہونگے جو پردوں میں مستور ہوں یا پھیلے ہوئے موتیوں کی مانند ہوں گے۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَآئِیْ

(مشکوٰۃ صہ ۵۱۳)

اُس دِن کوئی نبی آدم علیہ السّلام سمیت ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا وَقَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ بیٹھے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ ان حضرات سے قریب ہو گئے تو انھیں کچھ تذکرہ کرتے سُنا ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا دُوسرے صاحب بولے! اللہ نے حضرت موسےٰ سے کلام فرمایا۔ ایک اور صاحب بولے

أٰخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَ رُوْحُهٗ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذَالِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذَالِكَ وَ عِيْسٰى رُوْحُهٗ وَكَلِمَتُهٗ وَ هُوَ كَذَالِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذَالِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ۔

(مشکوٰۃ صد ۵۱۳)

کہ حضرت عیسٰی اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور رُوح ہیں ایک دُوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت آدم کو اللہ نے چُن لیا۔ تب اُن کے پاس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سُنا، یقیناً ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی بات کرنے والے ہیں۔ اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں اور عیسٰے علیہ السلام اللہ کی رُوح اور کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور آدم کو اللہ نے چن لیا اور وہ ایسے ہی ہیں مگر سُن لو کہ میں اللہ کا محبُوب ہُوں۔

تیرا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں تیرا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

جن کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا پھر مجھے جنتی جوڑا پہنایا جائے گا پھر میں عرش کی داہنی جانب کھڑا

يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔
(مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

ہوں گا۔ مخلوق میں میرے سوا کوئی نہیں جو اس جگہ کھڑا ہو۔

حضراتِ محترم! ان احادیث مبارکہ کے ایک ایک نقطہ کو غور سے پڑھیے اور سوچتے جایئے کہ اب بھی اگر کوئی شخص قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ۔ والی آیت پڑھ کر اسی موقف پر زور دے کہ اللہ کے نبی کو نہ اپنے انجام کی خبر ہے نہ اُمتیوں کے انجام کی تو ایسے بدنصیب کو اپنی جہالت و شقاوت پر رونا چاہیئے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

اَللّٰهُمَّ اُمَّتِىْ اُمَّتِىْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَئَلَهُ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِىْ اُمَّتِكَ

اے اللہ میری امت، میری اُمت، پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا اے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ تیرا رب خوب جانتا ہے) کہ آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ پس جبریل آپ کے پاس آئے اور آپ سے پُوچھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خبر دی پھر جبریل نے جا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے

وَلَا نَسُوْءُكَ ۔

(مسلم جلد ۱ صہ ۱۱۳)

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو کہ بیشک ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کے دل کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔

۵ فترضیٰ نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ فَيَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَيَبْقٰى مِنْبَرِيْ لَا اَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ مُنْتَصِبًا مَخَافَةَ اَنْ يَّبْعَثَ بِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَتَبْقٰى اُمَّتِيْ بَعْدِيْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا مُحَمَّدُ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَمَا زَالَ اَشْفَعُ حَتّٰى اُعْطٰى صِكَاكًا قَدْ بُعِثَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ۔

(خصائصِ کبریٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ رونق افروز ہونگے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا۔ اپنے رب کے سامنے اس خوف سے کھڑا رہوں گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے۔ اور میری امت رہ جائے۔ میں اپنے رب سے عرض کروں گا اُمتی اُمتی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاؤ میں تمھاری اُمت کے لیے کیا کروں؟ میں عرض کروں گا اے رب ان کو جلد حساب سے فارغ کر، پس میں شفاعت کر دوں حتیٰ کہ جن کو جہنم روانہ کیا جائے میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔

امامِ عاشقاں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

ؔ سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے تو جب تو بن آئی ہے
سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے!

(۴) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَۃَ لِیَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰی اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۱۹۲)

اور تیسری (دُعا) مَیں نے اُس دن کے لیے مؤخر کر رکھی ہے جس دن کل مخلوق میری طرف رجوع کرے گی، حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السّلام بھی۔

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ اِس کو یُوں بیان فرماتے ہیں:

ؔ وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہُوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسُول اللہ کی!

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت (بھُنا ہُوا) لایا گیا چنانچہ ایک دستی اُٹھا کر آپ کے لیے پیش کی گئی کیونکہ دستی کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔ پس آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قیامت

هُوَ ذَاكَ يَجْمَعُ النَّاسُ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ
يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ
الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ
النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا يُطِيْقُوْنَ
وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا
تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا
تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ
اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ
النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِاٰدَمَ
فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ
لَهٗ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ
اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ
مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ
فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا
اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا
نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا قَدْ
بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ اٰدَمُ اِنَّ رَبِّيْ
قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ
وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

کے روز سب لوگوں کا سردار میں ہوں
کیا تم جانتے ہو کیسے؟ سنو اگلے پچھلے س
انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے اس
حالت میں کہ پکارنے والا سب کو اپنی
آواز سنا سکے گا اور سب کو دیکھ سکے گا
اور سورج لوگوں کے اتنا قریب آجائے
گا کہ گرمی کی شدت سے تڑپنے لگیں گے
اور غم و کرب لوگوں کو ایسی حالت تک
پہنچائیں گے جو کہ برداشت سے باہر
ہو گی۔ پھر لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے
کہ کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھتے؟ کیا تمھیں
ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو تمھاری سفارش کرے
تمھارے رب کی طرف۔ تو بعض لوگ
بعض لوگوں سے کہیں گے کہ تمھیں حضرت
آدم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔
پس وہ حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہو
کر عرض کریں گے کہ آپ تمام انسانوں کے
باپ ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ
قدرت سے بنایا ہے آپ کے اندر اللہ
نے اپنی روح پھونکی اور مسجودِ ملائکہ بنایا۔
لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت

وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِيْ عَنِ
الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِيْ
نَفْسِيْ نَفْسِيْ إِذْهَبُوْا
إِلٰى غَيْرِيْ إِذْهَبُوْا
إِلٰى نُوْحٍ فَيَأْتُوْنَ
نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَانُوْحُ
إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى
أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ
اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا إِشْفَعْ
لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا
نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ إِنَّ
رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ
مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ
مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ
لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى
قَوْمِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ
إِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ إِذْهَبُوْا
إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ فَيَأْتُوْنَ
إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ
يَا إِبْرَاهِيْمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ

فرمائیں۔ کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے پس حضرت آدم فرمائیں گے کہ بیشک آج میرے رب نے غضب کا ایسا اظہار فرمایا ہے کہ ایسا نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر فرمایا اور نہ اسکے بعد کبھی ایسا فرمائے گا بیشک اُس نے مجھے درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے لغزش ہو گئی میری جان، میری جان، میری جان تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ، تم حضرت نُوح کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جائیں گے اور عرض کرینگے اے حضرت نوح آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسُول بن کر تشریف لائے تحقیق آپکو اللہ نے عبداً شکوراً کا نام دیا تھا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمایئے آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ان سے فرمائیں گے کہ آج میرے رب نے غضب کا وہ اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا اظہار فرمایا اور نہ کبھی ایسے غضب کا اظہار فرمائے گا بیشک میرے پاس ایک خصوصی دُعا تھی سو وہ میں اپنی قوم کے خلاف استعمال کر چکا ہوں میری جان میری میری جان تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ پس لوگ

وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ
اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى
اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ
لَهُمْ اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ
الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ
بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّىْ قَدْ
كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ
ذَكَرَهُنَّ اَبُوْحَيَّانَ فِى
الْحَدِيْثِ نَفْسِىْ نَفْسِىْ
نَفْسِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ
اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى
فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ
يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ
وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ اِشْفَعْ
لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى
مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ
اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ
الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ

حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے ابراہیم آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ وہ ان لوگوں سے فرمائیں گے بیشک میرے رب نے غضب کا آج ایسا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا کیا نہ کریگا اور بیشک مجھ سے تین باتیں ایسی واقع ہوئیں جو بظاہر خلاف واقع تھیں۔ ابوحیان نے اپنی روایت میں اُن تینوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ میری جان میری جان میری جان تم کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ پس وہ لوگ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہمکلامی کے ساتھ فضیلت بخشی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ دیکھتے نہیں اس حالت کو جس میں ہم ہیں وہ فرمائیں گے بیشک میرے رب نے غضب کا آج ایسا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے

بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَدْ
قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا
نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا
اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی
عِیْسٰی فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ
یَا عِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
وَکَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی
مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَ
کَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا
اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی
اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ فَیَقُوْلُ
عِیْسٰی اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ
الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ
قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَّغْضَبَ
بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ یَذْکُرْ
ذَنْبًا نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا
اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ
یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

پہلے ایسا کیا اور نہ کبھی کرے گا۔ اور بیشک
مَیں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ کہ نہیں
حکم تھا مجھے اسکے قتل کا۔ میری جان میری
جان، میری جان تم کسی اور کے پاس چلے
جاؤ، تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ
وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس حاضر ہو کر
عرض کرینگے اے حضرت عیسیٰؑ آپ اللہ کے رسول
اور اُسکا کلمہ ہیں جو اُس نے (آپکی والدہ) حضرت
مریم کی طرف القا فرمایا نیز آپ اُسکی رُوح
ہیں آپ نے پنگھوڑے کے اندر بچپن میں
لوگوں سے باتیں کی تھیں لہٰذا ہماری شفاعت
فرمائیں اپنے رب کی طرف کیا آپ ہماری حالت
کو نہیں دیکھتے؟ حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے آج میرے
رب نے غضب کا وہ اظہار کیا ہے کہ نہ اس
سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا نہ کبھی ایسا ہو
گا (حضرت عیسیٰؑ) اپنی کسی لغزش کا ذکر نہیں
فرمائیں گے (بلکہ یہ کہیں گے) میری جان میری
جان میری جان تم کسی اور کے پاس جاؤ تم
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس
وہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں حاضر ہو کر عرض کرینگے۔ اے محمد

وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ
غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ
اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَاتَرٰى
اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ
فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِىْ تَحْتَ الْعَرْشِ
فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ
ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَىَّ مِنْ
مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ
عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ
عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ يُقَالُ
يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ
سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ
تُشَفَّعْ۔

(بخاری جلد۲ صہ ۶۸۴، ۶۸۵)

(صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھتے۔ (آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) (میں اس کام کے لیے چل پڑوں گا اور آ کر عرش کے نیچے اپنے رب کریم کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی حمدیں اور حسنِ ثنا ظاہر فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر ظاہر نہیں فرمائی ہوں گی پھر مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ مانگو تمھیں دیا جائے گا۔ شفاعت فرماؤ کہ تمھاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ یوں ترجمانی کرتے ہیں:

؎ خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی!
یہ بے خبری کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمھارے لیے
عطائے ارب جلائے کرب، فیوضِ عجب بغیر طلب
یہ رحمتِ ربّ ہے کس کے سبب برب جہاں تمھارے لیے
جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن

سر لُٹے محن پہ ایسے مَنن ، یہ امن و اماں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے ، وہ پھول کھلے کہ دِن ہوں بھلے
لِوا کے تلے ثناء میں کھلے ، رضا کی زباں تمہارے لیے

قارئینِ محترم ! حدیثِ شفاعت کو بار بار پڑھیئے ایمانوں کو تازہ کیجئے اور غور فرمائیے کہ جب لوگ انبیائے کرام کے حضور طلبِ شفاعت کیلئے حاضر ہوں گے ۔ اور اپنی پریشانیوں اور بے چینیوں کا ذکر کریں گے ۔ اپنی مشکلوں اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے انبیاءِ کرام کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر انبیائے کرام کی تعریفیں کر کے اُن سے نظرِ کرم کی درخواست کریں گے ۔

تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اُس کے محبوب بندوں سے اپنی پریشانیوں اور مشکلات کا حل اگر شرک ہوتا تو ممکن ہی نہیں کہ میدانِ حشر میں شفاعت کا سلسلہ جاری ہو ۔

کیونکہ جب موت کو دیکھ کر بڑے بڑے کافر و مشرک اپنے کفر و شرک سے تائب ہو جاتے ہیں تو مرنے کے بعد کوئی شرک کیسے کر سکتا ہے ؟

دیکھیئے قرآنِ کریم فرماتا ہے جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا :

اٰمَنْتُ ———— میں ایمان لایا ————

—— تو اُسے کہا گیا اٰلْاٰن اچھا اب ؟

یعنی اب تیرا ایمان قابلِ قبول نہیں ۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے کے بعد کافر و مشرک ، کفر و شرک نہیں کر سکتے ، بلکہ مرنے کے بعد تو کیے ہوئے کفر و شرک پر ندامت ہو گی چہ جائیکہ اور شرک و کفر ہو سکے ۔

جب مرنے کے بعد ایسا نہیں ہو سکتا تو مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ انبیائے کرام کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اپنی مشکلوں اور مصیبتوں کو ان کے وسیلے

سے رفع کرنا شرک و بدعت نہیں۔

ایک اور بات حدیثِ شفاعت کثرت سے سُننے اور اس حقیقت کو جاننے کے باوجود لوگ حشر کے دن اور دروازوں پر پہلے جائیں گے اس سے ظاہر ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں ابتداءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہیں آئے گا حکمت یہ ہے کہ اگر ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے، لوگ آقا علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہو جائیں تو کام بن جائے تو ہو سکتا ہے کہ ..... کوئی شخص کہہ دے کہ یہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے کوئی اور بھی تو کر سکتا تھا اللہ کریم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ پہلے اور دروازوں پر دستک دے کر دیکھ لو۔

شفاعتِ کبریٰ کا سہرا صرف آمنہ کے چاند کی جبینِ مقدس کے لیے ہے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اہلِ سُنت آج ہی اُس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں جو حشر کے روز پیش آئے گی۔ ہم بڑی نیاز مندی سے عرض کریں گے کہ اے بیکسوں کے غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آج حشر کی سختیاں دیکھ کر آپ کے سہارے کی اہمیت کا اقرار نہیں کیا بلکہ ہم تو دُنیا میں بھی ہزاروں محفلوں میں خلوتوں، جلوتوں میں حشر کے دن والی آپ کی دستگیریوں اور مشکل کشائیوں کو نہ صرف دل و جان سے مانتے تھے بلکہ اس حقیقت کا خوب چرچا کرتے آئے ہیں شرک و بدعت کے فتووں کی پرواکئے بغیر۔

اسی لیے ہم اپنے آقا علیہ السلام کی حشر کے دن والی دستگیریوں سے یوں فیض طلب کرتے ہُوئے کہتے ہیں :

ؔ اے دُولہائے بزمِ حشر ہم پر بھی کرم کی نظر
ہم نے بھی تو اے سرور تیری بزم سجائی ہے

اے ابرِ کرم اُمّت فریادی ہے اب تو برس
اب تیرے برسنے پر ہی آس لگائی ہے!
فریاد کو پہنچے ہیں مَیں نے جب بھی پکارا ہے
آقا نے غلاموں کی یوں لاج نبھائی ہے

وَسِیلَہ

(۱) وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ (البقرہ ۸۹)

اوراس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا، اُن کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔

مذکورہ آیت کی وضاحت تفسیر ابن عباس سے۔

(وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ) مِنْ قَبْلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنِ (يَسْتَفْتِحُوْنَ) يَسْتَنْصِرُوْنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْقُرْاٰنِ۔

اس سے پہلے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے پہلے۔

فتح طلب کرتے یعنی مدد مانگتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور قرآن کے وسیلے سے۔

تفسیر معالم التنزیل : (جلد ا صہ۹۳)

(وكانوا) يَعْنِيْ الْيَهُوْدَ (مِنْ قَبْلُ) مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَسْتَفْتِحُوْنَ) يَسْتَنْصِرُوْنَ (عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) عَلٰى مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَذَالِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِذَا اَحْزَنَهُمْ اَمْرٌ وَدَهَمَهُمْ عَدُوٌّ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ فَكَانُوْا يُنْصَرُوْنَ۔

یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرکین کے خلاف (لڑائیوں میں) مدد طلب کرتے۔ وہ اس طرح کہ جب اُنھیں کوئی امر غمگین کرتا اور دُشمن اُن پر حملہ کرتا تو وہ کہتے یا اللہ ہماری مدد کر ان (مشرکوں) کے خلاف آخری زمانے میں معبوث ہونے والے اُس نبی کے وسیلے سے جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں۔ پس اُن کی مدد کی جاتی۔

(۲) یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور تلاش کرو اسکی طرف وسیلہ۔

وسیلے کے بارے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ مبارکہ۔

(۱) عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلاً ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اِنْ یُّعَافِیَنِیْ قَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَ اِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَہُوَ خَیْرٌ لَّکَ قَالَ فَادْعُہُ قَالَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّاَ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ وَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَ یَدْعُوْا بِہٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کہ ایک نابینا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دُعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے وہ تیرے لیے (زیادہ) بہتر ہے عرض کیا کہ دُعا فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دُعا کرو۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں۔ جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے

بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذَا فَیَقْضِیْهَا اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ۔

(ابنِ ماجہ ترمذی شریف، خصائص کبریٰ)

حاجت میں توجہ کرتا ہوں تو اُسے پوری فرمادے۔ اے اللہ میرے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما تو وہ شخص جب آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر کے کھڑا ہوا تو بصارت والا ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وسیلے کا کوئی تصور نہ ہوتا، یا وسیلہ اختیار کرنا شرک و بدعت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعلیم نہ دیتے۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً۔

(کنز العمال جلد ۱۲ صہ ۵۶۲)

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا کرتے ہُوئے سُنا کہ اے اللہ خاص عمر بن خطاب کے ذریعے (وسیلے سے) اسلام کو عزت بخش۔

حضراتِ محترم! تمام انبیائے کرام توحید کے سب سے بڑے داعی ہیں عظمتِ توحید کی علمبرداری انبیائے کرام سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا تو اگر کِسی کے ذریعے سے دُعا کرنا بے دینی ہے، تو بتایا جائے کہ اس فتوے کی زد میں کون کون آتا ہے؟ کیا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ کائنات میں توحید کے سب سے بڑے مبلّغ ہیں اُنھوں نے اسلام کے لیے عزت حضرت عمر کے وسیلے سے طلب نہیں کی؟

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بے خبر تھے کہ جس خدائے بزرگ و برتر کا دین ہے، اُسی سے براہِ راست بغیر کسی وسیلے سے اسلام کے لیے عزت طلب کرنا زیادہ بہتر ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مدد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین کامل

نہیں تھا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بغیر کسی وسیلے کے بھی مدد کر سکتا ہے، عزت دے سکتا ہے، اسلام کے دشمنوں کو تباہ کر سکتا ہے؟

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی قدرت و مدد پر یقین کامل ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی عزت حضرت عمر کے وسیلے سے طلب کر کے ساری اُمت کی راہنمائی فرما دی کہ وسیلہ بڑی چیز ہے۔

اور پھر لوگوں نے وہ منظر دیکھا بھی جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا۔ فرش تو فرش عرش سے بھی مبارک باد آ رہی ہے اور پھر وہی مسلمان جو چھپ چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ کھلے عام حرم کعبہ میں نماز پڑھنے حضرت عمر کی زیرِ شجاعت جا رہے ہیں۔ یوں حضرت عمر کے وسیلے سے اسلام کو جو عزت ملی ایک زمانہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

(۳) جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابۂ کرام کے ساتھ مل کر قبر تیار کی اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹی باہر نکالی اور جب قبر تیار ہو گئی۔

فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ، اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْھَا حُجَّتَھَا، وَاَوْسِعْ عَلَیْھَا مَدْخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ

پس جب قبر بنانے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قبر میں لیٹ گئے اور کہا سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئیگی (اے اللہ) میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور قبر میں نکیرین کو جواب دینے کی توفیق عطا فرما۔ اور قبر کشادہ کر دے اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو مجھ سے

اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۲۱)

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَاَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَۃً وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَقْبَلَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بِوَجْھِہٖ وَاسْتَغْفَرَ لَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ۔

(ابن ماجہ ص ۵۷)

پہلے انبیاء کرام ہیں اُن کے.... وسیلے سے بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلا نماز کی طرف پھر اُس نے کہا۔
اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے.... وسیلے سے اور نماز کی طرف اپنے چلنے کے وسیلے سے۔ بیشک میں تکبر و غرور اور ریاکاری اور نمائش کے لیے نہیں بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا چاہتے ہوئے نکلا ہوں پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ کو آگ سے بچا اور میرے گناہ معاف فرما، بیشک تو ہی.... گناہ معاف فرماتا ہے (جو یہ دُعا کرے) تو اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص اُس پر متوجہ ہوتی ہے اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور وسیلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

(بخاری جلد ا صـ ۱۳۷)

کہ جب لوگ قحط سالی کا شکار ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دُعا کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ہمیں سیراب فرمایا کرتا تھا۔ اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں ہمیں سیراب کر۔ حضرت انس کہتے ہیں پس وہ سیراب کیے جاتے۔

اس حدیث پاک میں انتہائی صراحت سے وسیلے کا بیان ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ اس سے زندہ لوگوں کا وسیلہ تو ثابت ہے اہلِ قبور کا نہیں، کیونکہ اگر اہلِ قبور کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت عباس کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے۔

تو جواباً عرض ہے کہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسا کوئی ماڈرن مفتی یہ فتویٰ دے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ بندوں کا وسیلہ جائز ہے اعمال کا نہیں۔ اگر اعمال کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت عباس کی بجائے اعمال کو وسیلہ بناتے، یا کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت عمر کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ صرف حضرت عباس کا وسیلہ

جائز ہے کسی اور کا نہیں اگر کسی اور کا جائز ہوتا تو حضرت عباس کی بجائے اُس کا وسیلہ بناتے۔ جیسے یہ دونوں فتوے غلط ہیں کیونکہ اعمال کا وسیلہ بھی صراحت سے ثابت ہے، بلکہ امام مسلم نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے:

اَلتَّوَسُّلُ بِصَالِحِ الْاَعْمَالِ۔ (مسلم جلد ۲ صـ ۳۵۳)

نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کرنا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی بے شمار وسیلے ہیں۔

توسُّل بعد از وصال

(۱) حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَةٍ وَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْهِ .... الخ

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لیے جاتا تھا مگر حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کر کے اس بات کی شکایت کی انھوں نے اُس سے فرمایا کہ وضو گاہ میں جاکر وضو کرو اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو پھر دُعا کرو (بایں الفاظ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوں جو نبیٔ رحمت ہیں۔ یارسُول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔ (اور یہ دُعا کرتے ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر کرو۔ پھر شام کو میرے پاس آؤ تاکہ میں تمھارے ساتھ (حضرت عثمان کی خدمت میں) چلوں تو وہ شخص چلا گیا اور اُن کے فرمانے کے مطابق کیا پھر

حضرت عثمان کے دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے پاس لے گیا تو انھوں نے اُسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں تمھاری حاجت پوری کروں گا۔ پھر وہ شخص امیر المومنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین میری ضروریات کے بارے میں توجہ نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں اُن سے گفتگو کی۔ عثمان بن حنیف نے کہا میں نے اُن سے گفتگو نہیں کی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص نے آکر اندھے پن کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے اور یہ میرے لیے تکلیف دہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو گاہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر دُعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میرے اندھے پن کو دُور کر دے۔ اے اللہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ابھی ہم وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا ہی نہیں تھا۔ خصائص کبریٰ جلد ۲، ص ۲۰۲

مذکورہ حدیث میں ایک ضرورت مند اور نادار شخص کا ذکر ہے جو روزانہ دربارِ عثمانی میں جاتا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصروفیات کے باعث توجہ نہ دیتے۔ اور بے مائیگی کیوجہ سے اسے فوری امداد کی ضرورت تھی تو حضرت عثمان بن حنیف نے اسے وہی وظیفہ بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بارگاہ میں حصولِ فیض کی نیت سے آنیوالے نابینا شخص کو

بتایا تھا۔ مذکورہ واقعہ ملخصاً علامہ وحید الزمان کی کتاب ھدیۃ المہدی کے صفحہ ۴۸ پر بھی موجود ہے۔

امام عاشقان اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ بے اُن کے واسطے خُدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
اُن پر دُرود جن کو کسِ بیکساں کہیں
اُن پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے
پہلے ہو اُن کی یاد کہ پائے جلا نماز
یہ کہتی ہے اذان جو پچھلے پہر کی ہے
گھیرا اندھیریوں نے دُہائی ہے چاند کی
تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعائیہ کلمات کے الفاظ بھی پیچھے گزر چکے ہیں۔

جن سے یہ بات مبرہن ہے کہ محبوبانِ رب العالمین کو بعد از وصال بھی وسیلہ بنانا نہ صرف جائز بلکہ سُنت سرکارِ دو عالم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

"کتاب اسلام میں وسیلے کا تصور" میں فتوح الشام کے حوالے سے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ عنہم کا عمل ذکر کیا گیا ہے جو کہ انتہائی ذوق افروز ہے۔" عہد صحابہ میں توسل کے جواز و ترویج کا ثبوت پیش کرنے کے لیے حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ عنہم کا عمل ایک مستحکم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔" جس سے عیاں ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ اور صاف ستھرے دور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے دُعا کرنے کا عام رواج تھا اور وہ پاک نہاد لوگ اِسے قبولیت دُعا

کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ چونکہ اِن دونوں مقتدر حضرات کے اس عمل کی کیفیت اور اہمیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا پس منظر معلوم ہو اس لیے پہلے اس کی جزئیات و تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ ہمایوں میں مجاہدین نے کافروں کے چھکے چھڑا دیئے جب ملک شام کے اکثر اور قابلِ ذکر علاقے نصاریٰ کے ہاتھ سے نکل گئے اور مسلمانوں نے وہاں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے تو بادشاہِ روم "ہرقل" کو بڑی تشویش و پریشانی لاحق ہوئی اُس نے آخری بار ایک کاری ضرب لگانے کے لیے اپنی پوری قوت مجتمع کرنے کا ارادہ کر لیا اور کم و بیش پانچ لاکھ فوج جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا ان میں ساٹھ ہزار وہ عرب باشندے بھی تھے جنھوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے نصرانیت اختیار کر لی تھی اب نصاریٰ ہی کی طرح مُشرک تھے انھوں نے میدانِ یرموک میں پڑاؤ ڈال دیا۔ لاکھوں کی تعداد کے مقابلے میں مُسلمان صرف تیس ہزار تھے بظاہر کوئی مقابلہ ہی نہ تھا اس لیے نصاریٰ اور ان کے ہم عقیدہ عربوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے مگر مجاہدین اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے انھیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر پورا بھروسہ تھا۔ جس کا اظہار انھوں نے امیرِ لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ کے سامنے کیا، تاریخ انسانی اُن کی اِس بے مثال جرأت کو ہمیشہ حیرت کی نگاہ سے دیکھتی رہے گی اور ایک نادرِ روزگار واقعہ کی حیثیت سے اپنے سینے میں محفوظ رکھے گی۔ ہُوا یوں کہ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیرِ لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ مشرک اپنی کثرت پر نازاں ہیں اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہیں۔ مَیں ان کا یہ گھمنڈ مٹی میں ملانا اور بے جا غرور توڑنا چاہتا ہوں اور عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ تعداد کی کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہم تعداد میں اگرچہ کم ہیں، مگر ان کی کثرت پر بھاری ہیں، صورت یہ سوچی ہے کہ صرف

تیس جاں باز مجاہد لے کر ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کے مقابلے میں نکلوں اور اُن سے پنجہ آزمائی کروں اس طرح ایک غازی کے حصہ میں دو، دو ہزار کافر آئیں گے مگر مجھے تائیدِ الٰہی پر بھروسہ ہے کہ ہم تیس آدمی ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کو بھگانے اور تہہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے انشاء اللہ، اگر ہم نے یہ معرکہ سَر کر لیا تو جو مقامی نصاریٰ ہیں اُن کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے حضرت خالد کو دیکھا مگر جب دیکھا کہ وہ سنجیدہ ہیں تو اس عجُوبہ روزگار، کارروائی پر باقاعدہ عمل کی اجازت دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر تیس کی بجائے ساٹھ مجاہدین میدان میں لے جانے کا حکم دیا۔

پھر دُنیا نے دیکھا کہ صرف ساٹھ مجاہدین نے ساٹھ ہزار کافروں کا بڑی پامردی جرأت اور بے جگری کے ساتھ شام تک مقابلہ کیا اور دشمن کو گاجر مُولی کی طرح کاٹ دیا آخر کار وہ تاب نہ لا کر پسپا ہُوا اور پانچ ہزار آدمی کٹوا کر پیچھے ہٹ گیا۔

صرف دس مُسلمان شہید ہُوئے، پچیس دُشمن کے تعاقب میں نکل گئے اور پانچ قیدی ہُوئے جو بعد میں چھُڑا لیے۔ یہ واقعہ مُسلمانوں کی قوتِ ایمانی، تائیدِ ربانی پر بھروسہ، اسلام کے لیے جانفروشی اور دین کے لیے جان دینے کی زبردست خواہش کی زندہ و تابندہ مثال ہے، جس کی نظیر دُنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ ہی قوم ایسے جوشِ جنوں، اور اعجازی انداز کا مظاہرہ کر سکتی ہے جس کے پیشِ نظر دُنیاوی منفعت، یا طلبِ جاہ و شوکت اور اپنی ذات نہ ہو بلکہ کوئی اعلیٰ اور آفاقی مقصد ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تفصیلات ایک خط میں لکھیں اور عبد اللہ بن قرط کو حکم دیا کہ یہ خط لے کر بارگاہِ فاروقی میں مدینہ طیبہ جائیں۔ اور آئندہ کے لیے ہدایات اور جواب لے کر آئیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ آٹھ روز بعد مدینہ منورہ پہنچے خود فرماتے ہیں:

میں نے اپنی اُونٹنی باب جبریل پر بٹھائی۔ اَتَیْتُ الرَّوْضَۃَ وَسَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں سلام پیش کیا۔ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا، وَقَبَّلْتُ یَدَیْہِ وَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ۔ اور اُن کے ہاتھ چُومے اور سلام کہا اور پھر امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ کا خط دیا۔

جنگ کی تفصیلات زبانی بھی سنائیں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی موجُود تھے اُنھوں نے تفصیلات سُن کر کہا دُشمن کی عَددی بَرتری اور کثرت سے تھیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی معرکہ ہے جس کی تفصیلات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے ہی بتائی ہُوئی ہیں۔ اس کا انجام مُسلمانوں کے حق میں ہوگا۔ اس لیے میدانِ جنگ میں جاکر مجاہدین کو تسلی دو اور خوشخبری سنادو کہ فتح و نصرت ان کے قدم چُومے گی۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب لکھ دیا اور جنگی ہدایات جاری فرمادیں۔ عبداللہ وہ خط لے کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہونے کے لیے باہر نکلے اور الوداعی سلام پیش کرنے کے لیے روضۂ اقدس پر حاضر ہُوئے۔

اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں اہلِ بیتِ نبوت کے دیگر گلہائے سرسبد حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی موجُود تھے اور تلاوتِ کلامِ پاک فرما رہے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پہلے دربارِ رسالت میں سلام پیش کیا چونکہ اس وقت وہاں مطلعِ انوار پر چاند، سُورج اور ستارے بیک وقت طلوع تھے اس لیے انکے فیوض سے محروم رہنا گوارا نہ کیا اور عرض کیا آپ میرے لیے اور میدانِ جنگ میں موجُود مجاہدین کے لیے دُعا کریں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ تمھیں چاہئیے تھا کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے دُعا کراتے کیا تمھیں علم نہیں کہ اُن کی دُعا فوراً قبول ہو جاتی ہے ان کی شان یہ ہے کہ بقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر سلسلۂ نبوت جاری ہوتا تو عمر نبی ہوتے اس کے علاوہ کتنی ہی آیات اُن کی رائے اور تائید و موافقت میں نازل ہوئی ہیں۔
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اُن سے دُعا کروالی ہے اور اب آپ سے بھی دُعا کروانا چاہتا ہوں خصوصاً جبکہ آپ حضرات روضۂ اطہر کے قریب تشریف فرما ہیں۔ اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو معنی خیز نورانی دُعا کی وہ توسّل کا بہترین ثبوت ہے اور اہلِ بیتِ نبوت کے عقیدے کی نمائندہ مثال ہے۔
آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهٰذَا النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى الَّذِىْ تَوَسَّلَ بِهٖ اٰدَمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَهٗ وَغَفَرْتَ خَطِيْئَتَهٗ اِلَّا سَهَّلْتَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ طَرِيْقَهٗ وَطَوَيْتَ لَهُ الْبَعِيْدَ وَاَيَّدْتَّ اَصْحَابَ نَبِيِّكَ بِالنَّصْرِ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔

(فتوح الشام)

"اے اللہ ہم تیرے دربار میں تیرے برگزیدہ نبی اور منتخب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، آدم علیہ السلام نے جن کا وسیلہ پیش کیا تو تُو نے ان کی دُعا قبول کی اور لغزش معاف فرمادی یا خدا عبداللہ کا سفر آسان اور طویل راہ مختصر کردے اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مدد فرما، بیشک تو دُعائیں سننے والا ہے

حضرات قارئین! آپ نے غور فرمایا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وسیلہ کے بارے میں کتنا واضح اور نفیس عقیدہ رکھنے والے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت

آپ فرماتے ہیں :

قَدِمَ عَلَیْنَا اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ دَفْنِنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ فَرَمٰی بِنَفْسِہٖ عَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَثَا عَلٰی رَأْسِہٖ مِنْ تُرَابِہٖ .... الخ

ترجمہ : ہم پر ایک اعرابی آیا اُس وقت جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کو تین دن ہو چکے تھے، پس وہ قبرِ انور سے چمٹ گیا اور بے قراری میں تربتِ اقدس کی خاکِ پاک کو اپنے سر میں ڈالا اور عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہم تک ربّ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جو ہم نے سُنا اور آپ کی وساطت سے ہم وحیٔ آسمانی کے معارف سے آگاہ ہُوئے اور جو اللہ نے کلام آپ پر اُتارا اُس میں یہ آیت بھی ہے (وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ .....) اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو انھیں چاہیئے کہ آپ کے پاس آجائیں پھر اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول کریم بھی ان کے لیے دُعا و استغفار کریں تو وہ پائیں گے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

(پھر اُس اعرابی نے کہا) بے شک مَیں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور گناہوں کے اعتراف کے ساتھ میں آپ کے دربار میں حاضر ہُوا ہوں آپ میرے لیے استغفار کریں۔

فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اِنَّہٗ قَدْ غُفِرَ لَکَ۔

تو قبرِ انور سے آواز آئی کہ (اے آنے والے) تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔

(تفسیر قرطبی جلد الثالث الجزء الخامس صہ ۱۰۲، تفسیر ابن کثیر، الاستیعاب علی اصابہ)

فیضانِ نسبت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّی الْغَدَاۃَ
جَاءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَۃِ
بِاٰنِیَتِہِمْ فِیْہَا الْمَاءُ فَمَا
یُؤْتٰی بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَہٗ
فِیْہِ وَرُبَّمَا جَاءُ وْہُ فِی
الْغَدَاۃِ الْبَارِدَۃِ فَیَغْمِسُ
یَدَہٗ فِیْہَا۔

(مسلم جلد۲ صہ ۲۵۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو خدام مدینہ پانی کے برتن لے کر حاضر ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیتے بعض اوقات شدید سردی ہوتی تھی پھر بھی آپ (اُنکی دِل شکنی گوارانہ فرماتے) اور برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے (پانی کو متبرک بنانے کیلیے)

اندازہ فرمایئے! صحابہ کرام پانی والے برتن کس نیت سے لاتے ہوں گے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے لگنے والے پانی کو کتنا بابرکت سمجھتے ہونگے خشک توحید والے لوگ نسبت و محبت کے ان رشتوں کو کیا جانیں۔ جن کا صبح و شام مشغلہ ہی نکتہ چینی اور شرک و بدعت کے فتوے صادر کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں میں عظمت تو انھیں نظر آئے جن کے دِل روشن ہیں، اور دماغ خوشبوئے محبت حبیب پاک سے معطر ہیں۔

آئمہ اربعہ کا عقیدہ وسیلے کے بارے میں

(۱) امام الائمہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

یَا مَالِکِی کُنْ شَافِعِی فِی فَاقَتِی　　اِنِّی فَقِیْرٌ فِی الْوَرٰی لِغِنَاکَا!

اَنْتَ الَّذِی لَمَّا تَوَسَّلَ بِکَ آدَمُ　　مِنْ زَلَّۃٍ فَازَ وَھُوَ اَبَاکَا

اے میرے مالک میرا شافع بن میری بے مائیگی میں۔ بیشک میں زمانے بھر میں آپ کے درِ دولت کا محتاج ہوں۔

آپ وہ ہیں کہ جب وسیلہ اختیار کیا آپ کا آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش میں تو وہ کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

(۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور مزارِ اقدس پر حاضر ہوا تو اس وقت مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک موجود تھے خلیفہ منصور نے کہا۔

یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَاَدْعُوْ اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَ تَصْرِفُ وَجْھَکَ عَنْہُ وَھُوَ وَسِیْلَتُکَ وَوَسِیْلَۃُ اَبِیْکَ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی اللّٰہِ بَلْ اِسْتَقْبِلْہُ وَاسْتَشْفِعْ بِہٖ فَیُشَفِّعُہُ اللّٰہُ۔

(شفا شریف جلد ۲ صہ ۳۳)

اے ابو عبد اللہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ کی طرف منہ کروں حضرت امام مالک نے فرمایا کس طرح تم اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھیر سکتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں لہٰذا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو۔ اللہ ان کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

علامہ خطیب بغدادی تحریر فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي أَيَّامِ هُوَ بِبَغْدَادَ كَانَ يَتَوَسَّلُ بِالْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَجِيئُ إِلٰى ضَرِيحِهٖ يَزُوْرُ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَتَوَسَّلُ إِلَى اللّٰهِ فِي قَضَاءِ حَاجَتِهٖ۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ جن دنوں بغداد میں تھے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے تھے اُن کی قبر پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرتے۔ انھیں سلام کرتے، پھر اپنی حاجت پوری ہونے کے لیے اللہ کی بارگاہ میں انھیں وسیلہ بناتے۔

(تاریخ خطیب بغدادی جلد ا صـ ۱۲۳)

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

تَوَسَّلَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ بِالْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَتّٰى تَعَجَّبَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ إِنَّ الشَّافِعِيَّ كَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَكَالْعَافِيَةِ لِلْبَدَنِ۔

جب حضرت امام احمد بن حنبل نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تو امام احمد حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے تعجب کیا اس پر امام احمد نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی ایسے ہیں جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے تندرستی۔

(شواہد الحق صـ ۱۶۶)

۵ بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر!
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

صلوٰۃ وسلام عند الاذان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم اَہْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو ایک بہترین عمل سمجھتے ہیں اور اس کے پڑھنے والے کو موجب اجر و ثواب قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ کسی صورت بھی صلوٰۃ وسلام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اُن کو قائل کرنے سے ہم قاصر ہیں اور اُن سے اُلجھنے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں، ہاں منصف مزاج قارئین اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے ذوقِ ایمانی کی تازگی کے لیے بالاختصار چند دلائل پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الم نشرح)

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی قدرتِ خداوندی کا منشاء ہے۔ اللہ قدوس جو کہ خود تعالیٰ ہے، بلند شان والا ہے اُس نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا ہے اور جن کے ذکر کو بلند کیا ہے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم اُن کے اُمتی ہیں یہی دلیل کافی ہے۔ مثلاً ایک آدمی ایک جگہ کھڑا ہو کر خلوت یا جلوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھ رہا ہے ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ جو تم کر رہے ہو اس کی دلیل و ثبوت پیش کرو تو وہ یہ کہتا ہے کہ بھئی یہ دلیل کیا کم ہے کہ وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں اُن کا اُمتی ہوں۔ اُمتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہا ہے اور جو اُمتی ہو کر آقا علیہ السلام کے ذکر و نعت کی دلیلیں مانگے، اُس کو اپنے اُمتی ہونے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکرِ پاک پر مشتمل معمولاتِ اہلِ سنت پر کثیر التعداد دلائل ہیں جو اپنے اپنے مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(۲) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی ذکر کی نظیر ہیئتِ مخصوصہ کیساتھ خیر القرون یا اُس کے بعد والے زمانے میں بھی ملتی ہو تو یہی دلیل کافی ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ اور پچھلی تمھارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ آپ کی برزخی زندگی آپ کے لیے دُنیاوی زندگی سے بہتر ہے۔ اور ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کی ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑی سے بہتر ہے یعنی آپ کے ذکرِ مبارک اور عظمت و شان میں ہر لمحہ اضافہ ہر آن زیادتی ہے۔

(۳) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (احزاب ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبی پر، اے ایمان والو ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

اِس آیۃ مبارکہ میں دُرود و سلام پڑھنے کا حکم ہے جو کسی قسم کی قید و شرط سے مقید و مشروط نہیں ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (مشکوٰۃ)

مجھ پر دُرود و سلام بھیجو تم جہاں کہیں ہو تمھارا دُرود و سلام مجھے پہنچتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ دُرود و سلام پڑھنے کا بغیر کسی قید کے حکم دے رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دُرود و سلام کا حکم دے رہے ہیں۔

اب اگر کوئی پابند کرے کہ یُوں پڑھو اور یُوں نہ پڑھو، فلاں وقت پڑھو اور فلاں وقت نہ پڑھو۔ آہستہ پڑھو اُونچا نہ پڑھو، تو یہ پابندیاں تب درست ہوں جب

خدا اور رسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو کہ صَلُّوْا سِرًّا وَلَا تُصَلُّوْا جَہْرًا آہستہ پڑھو بلند آواز سے نہ پڑھو صَلُّوْا فَرْدًا وَلَا تُصَلُّوْا جَمَاعَۃً۔ اکیلے پڑھو، اکٹھے نہ پڑھو۔ صَلُّوْا بَعْدَ الْاَذَانِ وَلَا تُصَلُّوْا قَبْلَ الْاَذَانِ۔ اذان کے بعد پڑھو، اذان سے پہلے نہ پڑھو۔ صَلُّوْا فِی الصَّلٰوۃِ وَلَا تُصَلُّوْا بَعْدَہٗ نماز میں پڑھو اور بعد میں نہ پڑھو۔

جب پابندیاں اور شرائط شریعت نے نہیں لگائیں تو ایسی پابندیاں لگانا سراسر زیادتی اور ناانصافی ہے۔

احادیثِ مبارکہ

(۴) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے پہلے ہمیشہ یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ وَاسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُقِیْمُوْا دِیْنَکَ قَالَتْ ثُمَّ یُؤَذِّنُ وَاللہِ مَا عَلِمْتُہٗ کَانَ تَرَکَھَا لَیْلَۃً وَّاحِدَۃً۔

(ابوداؤد جلد ۱ صد ۷۷)

اے اللہ میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے بارے میں تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ انھیں ہدایت اور توفیق عطا فرما کہ وہ تیرا دین قائم کریں (اس حدیث کی راویہ) صحابیہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے علم میں یہ بات نہیں کہ حضرت بلال نے ان دُعائیہ کلمات کو کسی ایک رات (بھی) ترک کیا ہو۔

حضراتِ محترم! اس حدیث پر غور فرمایئے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جو اذان سکھائی تھی کیا اُس میں یہ دُعا شامل تھی اگر یہ دُعا تعلیم اذان میں شامل نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو حضرت بلال نے یہ دُعا اپنی مرضی سے، اپنی طرف سے ہر روز اذان سے پہلے التزاماً کیوں مانگی؟

کیا یہ دُعا حضرت بلال کی خود ایجاد کردہ نہیں ہے جب کہ دُعا کا محل اذان کے بعد ہے،

ناکہ پہلے۔ کیا یہ اعتراض حضرت بلال پر نہیں ہوتا کہ انھوں نے بھی دُعا کا محل بدل ڈالا، کیا قرآنِ پاک کی کسی آیت میں ہے کہ اذان سے پہلے دُعا مانگو۔ کیا کسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اذان سے پہلے دُعا مانگو، تو جس بات کا حکم قرآن و حدیث میں نہیں تھا حضرت بلال نے وہ کام کیوں کیا؟

صلوٰۃ وسلام کو بدعت وحرام کہنے والوں سے سوال ہے کہ حضرت بلال کے اس عمل کو اچھا سمجھتے ہیں یا بُرا؟ اگر اچھا سمجھتے ہیں تو خود ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر بُرا سمجھتے ہیں تو حضرت بلال پر فتویٰ صادر کیوں نہیں کرتے کہ حضرت بلال نے اس عمل پر نہ قرآن میں حکم ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ قرآنِ پاک سے ثابت ہے کہ دُرود بھیجنے والا ایک اللہ قدوس ہے اور اُس کے فرشتے اور تیسرے نمبر پر مومن بندے، کیا اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور مومن بندوں کے دُرود کا ایک ہی معنی ہے؟ تو اس سلسلے میں غُنیۃ الطالبین کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ والی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اللہ کی طرف صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں، ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی مدد نصرت، اور استغفار کے ہیں اور مومنوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں دُعا اور ثناء کے۔

(غُنیۃ الطالبین صہ ۱۴۳ مترجم)

حضراتِ محترم! دعوتِ فکر ہے، سوچئے کہ جب ہمارے دُرود کا معنی ہی دُعا ہے اور اذان سے پہلے دُعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے تو اذان سے پہلے دُرود شریف پڑھنا حدیث سے ثابت ہو گیا کیونکہ جب دُعا ثابت ہو گئی تو کسی کو جو دُعا پسند ہو وہ پڑھے اگر کوئی اُس کے کہ یہ چھوڑ کر اور دُعا کر دو تو روکنے والے کا روکنا بلا شرعی دلیل ہے جو کہ ظلم وزیادتی ہے جب دُرود کا معنی ہی دُعا ہے اور اذان سے پہلے دُعا کرنا مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے تو دُرود شریف جو کہ سب دُعاؤں سے زیادہ باعث اجر و ثواب ہے وہ اذان سے پہلے کیسے ناجائز ہے ؟ دُرود شریف قبل از اذان پر یہ بڑی روشن دلیل ہے مگر اُس کے لیے جو ضِد اور ہٹ دھرمی نہ رکھتا ہو حق پسند ہو اور حق کو سو جان سے قبول کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ ورنہ

آنکھیں اگر ہیں بند تو دِن بھی رات ہے
اس میں قصُور کیا ہے بھلا آفتاب کا !

(۵) یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ جب دُرود شریف پڑھنے کا شریعت نے مطلقاً حکم دیا ہے تو جس چیز کو شریعت نے عام رکھا ہے اُس کا تعیّن ممنوع ہے، جب تعیّن ممنوع ہے تو تم نے دُرود شریف کہ جس کا حکم مطلقاً ہے اذان کے ساتھ معیّن کیوں کیا ؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ تعیّن وہ ممنوع ہے جس میں یہ نظریہ ہو کہ جس کو جس چیز کے ساتھ مَیں نے معین کیا ہے یہ اِسی وقت جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور وقت میں ناجائز و حرام ہے۔

ورنہ تعیّن بالکل جائز ہے۔

ملاحظہ ہوں احادیثِ مبارکہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ الصَّلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا اے بلال بتلاؤ تم نے اسلام میں ایسا کون سا عمل کیا ہے۔ جس کے اجر کی تمھیں زیادہ توقع ہے کیونکہ مَیں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے چلنے

بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلاً اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَۃِ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّھُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ۔

آہٹ سُنی ہے حضرت بلال نے جواب دیا اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی عمل لائقِ اُمید نہیں کہ مَیں دن یا رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اُس وضو سے نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقرر ہو چکی ہے۔

(بخاری جلد ا صہ ۱۵۴)

غور فرمائیں کہ نوافل اور دیگر اُمورِ مستحبات کے لیے کوئی تعین نہیں ہے لیکن حضرت بلال نے اپنی رائے سے وضو کے بعد نفل پڑھنے کو معین کر لیا تھا انھوں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواز یا عدم جواز کا کوئی سوال بھی نہیں پوچھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پوچھتے ہیں کہ بتاؤ وہ کونسا عمل ہے؟ تو حضرت بلال کے عرض کرنے کے بعد آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اپنی طرف سے نوافل کے لیے یہ وقت کیوں مقرر کر رکھا ہے؟

اگر نفلی عبادت کے لیے اپنی طرف سے وقت مقرر کر لینا اور اس پر ہمیشگی کرنا حرام و ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین اس کو رَدّ فرما دیتے۔

(٦) بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں ،

عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَؤُمُّھُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ وَكَانَ كُلَّمَا .... الخ

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ مسجدِ قبار میں انصار کا ایک شخص (کلثوم بن ہدم) امام تھا وہ جب بھی نماز پڑھاتا نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پہلے سورۃ اخلاص پڑھتا پھر کوئی اور سورۃ ملاتا اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یا تم صرف سورت اخلاص پڑھو یا اس کی جگہ کوئی اور سورت پڑھو۔ اس نے جواب دیا مَیں سورۃ اخلاص

پڑھنے کو نہیں چھوڑ سکتا، ہاں تمھاری امامت چھوڑ سکتا ہوں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے یہ واقعہ عرض کیا آپ نے اُس شخص سے فرمایا تمھیں اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کیا چیز روکتی ہے اور سُورۃ اخلاص کو نماز میں لازم کر لینے پر کونسی چیز اُبھارتی ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ مَیں اس سُورت سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔ (بخاری جلد ا صد ۱۰۷)

اس سُورت کی محبت نے تجھے جنّت میں داخل کر دیا۔

قارئینِ محترم! اس حدیث میں صحابی کے جس عمل پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم جنّت کی خوشخبری سُنا رہے ہیں اس عمل پر کوئی دلیلِ شرعی اُس صحابی کے پاس موجُود نہ تھی اُس صحابی نے یہ عمل اپنی رائے سے اختیار کیا تھا۔ اور نماز کے اندر اُس چیز کو لازم کر لیا تھا۔ جس کو اللہ و رسُول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) نے لازم نہیں کیا تھا۔

دُرود و سلام قبل از اذان کے مخالفین جو طرح طرح کے آوازے کستے ہیں اور طعنے دیتے ہیں اُن مطاعن میں سے یہ طعنہ بھی دیا جاتا ہے۔

تم اذان سے پہلے دُرُود پڑھتے ہو اور کہتے ہو ہم محبت سے پڑھتے ہیں کیا تمھیں حضرت بلال سے زیادہ محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کرتے تھے جنھیں زیادہ محبت تھی تو تم ایسا کیوں کرتے ہو؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ جو کہ قباء کے امام تھے۔ جب اُن کے نماز میں سُورۃ اخلاص لازم کر لینے والے اُس عمل پر جو کہ صرف اور صرف اُنھی کا طریقہ تھا۔ اس کے مقتدیوں کے اعتراض و شکایت کے بعد جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ مَیں اس سے محبت رکھتا ہوں، تو جواباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسے جنت کی خوشخبری سنانے کی بجائے

یہ بھی فرما سکتے تھے کہ قرآن میرے سینے پر اُترا ہے۔ میں حامل قرآن ہوں کیا مجھ سے بڑھ کر تجھے محبّت ہے سُورۂ اخلاص سے۔ جب میں ایسا نہیں کرتا تو تُو کیوں کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے اُس عمل پر جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سے جُدا تھا، جنّت کی خوشخبری سُنائی۔

اندازہ فرمایئے کہ جب کوئی شخص ایک سُورت سے محبّت کی وجہ سے اس کے پڑھنے کو نماز میں لازم کرے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی محبت نے تمھیں جنت میں داخل کر دیا، تو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان سے پہلے اور بعد دُرود شریف پڑھتے ہیں وہ اس بشارت سے کیسے محروم رہیں گے؟

ضد اور ہٹ دھرمی

ضد اور ہٹ دھرمی رکھنے والے کو دلائل ... نظر نہیں آیا کرتے جس نے لَا نُسَلِّمُ کا وِرد پکایا ہو۔ روزِ روشن کی طرح اتنے دلائل کے باوجود یہ اعتراض پھر بھی کیا جاتا ہے اور شاید ہوتا رہے گا کہ قرآن و حدیث سے وہ حوالہ دکھاؤ جہاں لکھا ہو کہ اذان سے پہلے دُرود پڑھنا جائز ہے۔

یہ اعتراض محض جہالت پر مبنی ہے، ورنہ بہت سے اُمور ایسے ہیں جو یہ لوگ بھی کرتے ہیں اور ان کی صراحت قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

سر دست ہم اس مذکورہ اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ تم ہی قرآنِ پاک کی ایک سو چودہ سُورتوں میں کوئی ایک آیت دکھا دو جس میں آیا ہو کہ اذان سے پہلے دُرود نہ پڑھو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم آیت دکھا دو ہم پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

حدیث کی کتابوں خصوصاً بخاری، مُسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ میں سے

کسی کتاب کی کوئی ایک حدیث دکھاؤ جہاں آیا ہو کہ اذان سے پہلے دُرود پڑھنا ناجائز ہے۔ ہم پڑھنا بند کر دیں گے۔ چلو صحاح ستہ سے نہیں تو حدیث کی اور بھی تو کثیر کُتب ہیں کسی ایک کتاب سے کوئی حدیث خواہ ضعیف ہی ہو دکھا دو جہاں لکھا ہو کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سے پہلے دُرود شریف پڑھنے کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ چھوڑ دیں گے۔

تو عزیزانِ من! جب اذان سے پہلے دُرود پڑھنے کی مخالفت و ممانعت میں ایک بھی آیت یا حدیث نہیں تو مسلمانوں کو اس عظیم عمل خیر سے کیوں روکتے ہو، جس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور غم بھی مِٹتے ہیں، درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور اللہ و رسُول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں حدیث پاک :

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے کہا یا رسُول اللہ میں آپ پر بہت دُرود پڑھتا ہوں پس اپنی دُعا کے لیے مخصوص کیے گئے وقت میں سے) کتنا وقت دُرود شریف پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے تیری مرضی۔ میں نے عرض کیا چوتھا حصہ۔ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے، اور اگر اس سے زیادہ کر دو تو تیرے لیے اچھا ہے۔ عرض کیا نصف۔ فرمایا جیسے تیری مرضی، اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دو تو اچھا ہے میں نے عرض

اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِیْ كُلَّهَا
قَالَ اِذًا يُكْفٰى هَمَّكَ وَ
يُكَفَّرُلَكَ ذَنْبُكَ ۔
(مشکوٰۃ صہ۸۶)

کیا تین حصے وقت آپ پر دُرود پڑھوں گ
جیسے تو چاہے اور اگر اس سے بھی زیادہ ک
تو بہتر ہے تیرے لیے۔ عرض کیا میں اپ
(مناجات) اور دُعاؤں کا سارا وقت ط
آپ پر درُود پڑھنے میں لگا دُوں گا فرما
پھر تو تیرے غم بھی دُور ہو جائیں گے اور گنا
بھی مٹا دیئے جائیں گے۔

صیغہائے خطاب اور صلوٰۃ وسلام

(۱) اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ....
سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔
یہ وہ سلام ہے جسے ہر نمازی اپنی نمازوں کے ہر تشہد میں پڑھتا ہے اور یہ سلام حاضر کے صیغوں کے ساتھ ہے۔

اور بطورِ انشا پڑھنا چاہیئے، نا کہ بطورِ حکایت۔
جیسا کہ محدثین و آئمہ کرام نے اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ .... یعنی التحیات پڑھتے وقت جب تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ تک پہنچے تو اپنے دِل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کو حاضر سمجھ اور پھر عرض کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اس سے بطورِ حکایت پڑھنے کا احتمال ختم ہو گیا۔

یہ مذکورہ حوالہ احیاء العلوم اور ان کتب محدثین و علماء میں بھی اسی مضمون و مفہوم کا بیان ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ اشعۃ اللمعات۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام۔
مدارج النبوۃ۔ فتح الباری۔ المواہب اللدنیہ۔ زرقانی شرح مواہب،
زرقانی شرح موطا۔ فتح الملہم۔ اوجز المسالک۔ کتاب المیزان۔ سعایہ۔

اور جو معنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ کا ہے حاضر و خطاب کے اعتبار سے وہ ہی معنی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کا ہے۔

تو جب نماز میں خطاب کے صیغوں کے ساتھ سلام کرنا جائز ہے۔ تو نماز کے باہر کیسے ناجائز ہو گا۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک چیز نماز میں تو جائز ہو۔ اور نماز سے فارغ ہوتے ہی حرام و ناجائز ہو جائے (فَافْہَمْ)

(۲) شریعت مطہرہ میں اہل قبور کو جو سلام کہنے کا حکم آیا ہے وہ سلام بھی حاضر کے صیغوں کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ کتب حدیث شاہد ہیں۔ آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ حاضر کے صیغوں کے ساتھ صرف اُسے سلام ہوتا ہے جو سنتا ہو۔ تو کیا منوں مٹی کے نیچے جو صاحب قبر ہے کیا وہ سلام کو سنتا ہے۔ تو آئیے حدیث سے پوچھتے ہیں

بخاری شریف میں ہے کہ جب مردے کو قبر میں دفن کر کے لوگ واپس آتے ہیں۔

لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ۔ (بخاری جلد ۱ صہ ۱۷۸)

تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

حضرات محترم! غور فرمایئے کہ جوتوں کی آواز جو کہ بغیر ارادہ سماع ہے جب قبر والا اُسے سن لیتا ہے تو جب ارادۃً قبر والے کو سلام کیا جائے تو کیا وہ نہیں سنے گا۔

ویسے یہ امر عجیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت عظمیہ ہے کہ مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے ہوتے ہوئے قبر والا جوتوں کی آہٹ تک سن لیتا ہے

اور اگر زندہ انسان کو جس کی موت ابھی آنی ہے اُسے مٹی کی اتنی موٹی تہہ میں بند کر دیا جائے تو اُسے قدموں کی آہٹ تو درکنار گھوڑے دوڑنے کی آواز بھی سنائی نہ دے تو اس سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد قوتِ سماعت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایک مثال۔ ایک قبرستان بہت بڑا ہو جو کئی میلوں پر پھیلا ہوا ہو، اب اُس قبرستان کے ساتھ کوئی گذرگاہ ہو، ایک آدمی نے وہاں سے گزرنا ہے اور اہلِ قبور کو سلام بھی کہنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آدمی ایک ہی دفعہ سب اہلِ قبور کو سلام کہے گا یا ہر ایک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر سلام کہے گا؟ ظاہر ہے ایک دفعہ ہی کہے گا، گلا پھاڑ کر زوردار آواز سے کہے گا یا معمولی مدہم آواز سے۔ ظاہر ہے معمولی مدہم آواز سے۔ اب شریعت کے فیصلے کے مطابق اہلِ قبور جو کہ قدموں کی آہٹ بھی سنتے ہیں یقیناً اُس کے سلام کو بھی سُنیں گے۔ جہاں کھڑے ہو کر یا جہاں چلتے ہوئے اُس نے سلام کیا ہے وہاں قریب جو ہیں وہ بھی سُنیں گے اور جو قبرستان کے دُوسرے کنارے پر اہلِ قبور رہیں وہ بھی سُنیں گے۔

دعوتِ فکر ہے کہ جب عام آدمی کا سلام عام حالات میں عام اہلِ قبور سنتے ہیں تو وہ حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری خلق کے نبی ہیں اور خاصوں سے بھی خاص ہیں وہ یہاں سے ہمارا سلام کیا نہیں سُنیں گے۔

حالانکہ آپ کی سماعت کی یہ شان ہے آپ خود فرماتے ہیں :

اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ (مشکوٰۃ صہ ۴۵۷)

بیشک میں دیکھتا ہُوں وہ جو تم نہیں دیکھتے اور سُنتا ہُوں وہ جو تم نہیں سُنتے۔

محبوبِ ربِ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم دُرودشریف پڑھنے والے غلاموں کی آواز سُنتے ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْہُوْدٌ تَشْہَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ! اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(جلاء الافہام ص ۶۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، فرمایا بیشک یہ یوم مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی ایسا بندہ (مومن) نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر یہ کہ اُس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو (راوی کہتے ہیں) ہم نے عرض کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی (درود پڑھنے والوں کی آواز آپ کو پہنچے گی؟) فرمایا (ہاں) وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

اس مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہے اُس کے درود پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باخبر ہیں۔

ابوبکر محمد بن عمر کہتے ہیں :

کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُجَاھِدٍ فَجَاءَ الشِّبْلِیُّ فَقَامَ اِلَیْہِ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ مُجَاھِدٍ فَعَانَقَہٗ۔ وَقَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فَقُلْتُ لَہٗ۔ یَا سَیِّدِیْ تَفْعَلُ ھٰذَا بِالشِّبْلِیْ؟ وَاَنْتَ وَجَمِیْعُ مَنْ بِبَغْدَادَ یَتَصَوَّرُ

أَنَّهُ مَجْنُونٌ! فَقَالَ لِي: فَعَلْتُ بِهِ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَقْبَلَ الشِّبْلِيُّ فَقَامَ إِلَيْهِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَفْعَلُ هٰذَا بِالشِّبْلِيِّ؟ فَقَالَ هٰذَا يَقْرَأُ بَعْدَ صَلٰوتِهِ (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ) إِلٰى آخِرِهَا وَيَتْبَعُهَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ، وَفِي رِوَايَةٍ! إِنَّهُ لَمْ يُصَلِّ صَلٰوةً فَرِيضَةً إِلَّا وَيَقْرَءُ خَلْفَهَا (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ) إِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ وَيَقُوْلُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ الشِّبْلِيُّ سَأَلْتُهُ عَمَّا يَذْكُرُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

(جلاءُ الافہام صـ ۲۵۸)

میں ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا کہ حضرت شبلی آئے پس ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ شبلی کے لیے اُٹھے اور اُن سے معانقہ فرمایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پس میں نے انھیں کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اور تمام اہلِ بغداد شبلی کو مجنون خیال کرتے ہیں تو انھوں نے مجھے کہا کہ میں نے شبلی کے ساتھ وہی کچھ کیا ہے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبلی کے ساتھ (شفقت وعنایت) کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ شبلی آئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر شبلی کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ایسا شبلی کے ساتھ کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ (شبلی) نماز کے بعد

(لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ) پڑھتے ہیں پھر مجھ پر درود پڑھتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ شبلی جب بھی فریضہ نماز ادا کرتے ہیں اُس کے بعد (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ) پڑھتے ہیں آخر سورۃ تک اور تین مرتبہ پڑھتے ہیں (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ) کہتے ہیں جب شبلی داخل ہوئے تو میں نے اُن سے پوچھا اُس ذکر کے بارے میں جو وہ نماز کے بعد کرتے تھے، اُنھوں نے یہی کچھ بیان کیا۔

اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں کہ میرا کونسا اُمتی کس جگہ پر کن الفاظ کے ساتھ میرا ذکر کرتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا انکار اس حدیث سے کرے کہ جو حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ اِذَا مُتُّ فَلَيْسَ اَحَدٌ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلَاةً اِلَّا قَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلّٰى عَلَيْكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ۔

(جلاء الافہام ص ۵۱، ۵۲)

مذکورہ حوالہ جلاء الافہام کے علاوہ اِن کتب میں بھی ہے۔

القول البدیع، جامع صغیر، الفتح الکبیر، السراج المنیر سعادت دارین، الترغیب و الترہیب للمنذری۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے ساری مخلوق کی آوازیں سُننے کا ملکہ عطا فرمایا گیا ہے۔ وہ قائم ہوگا میری قبر پر میری وفات شریف کے بعد۔ پس کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر وہ فرشتہ

کہتا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سُنتے بلکہ وہ فرشتہ جو قبرِ انور پر مقرر ہے وہ لوگوں کے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتا ہے۔ تو ایسے شخص کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ تمہارا عقیدہ تو یہ تھا کہ بیک وقت ساری مخلوق کی باتیں اور آوازیں سُننا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

تو کیا جب آپ اُس فرشتے کے لیے ساری مخلوق کی آوازیں بیک وقت سینکڑوں اور ہزاروں میلوں سے سُن لینے کے قائل ہو گئے تو اس سے شرک لازم نہیں آئے گا۔ اگر نہیں آئے گا تو کیوں؟ کیا یہ ظلمِ عظیم نہیں کہ فرشتہ جو کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کے غلاموں کا غلام ہے اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے توحید پر کوئی اثر نہ پڑے اور جن کو اللہ کریم نے ساری کائنات کے لیے نبی و رسول بنایا ہو اور جن کی رحمت کے گھیرے میں سارے جہان آتے ہوں۔ اُن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے کہ وہ اُمت کا سلام و فریاد سُنتے ہیں آدمی مُشرک و بے دین ہو جاتا ہو۔

(فیاللعجب)

خُوب فرمایا ایسے لوگوں کے بارے میں تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا!

رہی یہ بات کہ اگر آپ سُنتے ہیں تو پھر فرشتے کے سلام پہنچانے کا مطلب؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے کی تقرری اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔
وگرنہ اگر فرشتوں کی اس قسم کی ڈیوٹی سے عدمیت سماعت و بے علمی لازم آتی ہو تو کیا کہا جائے گا اِس بارے میں کہ اللہ کریم کی بارگاہ میں روزانہ صبح و شام

فرشتے بندوں کے اعمال لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

پڑھیئے حدیث شریف بخاری شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ۔

(بخاری جلد ۱ صہ ۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے تمہارے تعاقب میں رہتے ہیں۔ (یعنی تمہارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں) اور اکٹھے ہوتے ہیں نمازِ فجر اور عصر میں۔ پھر اوپر جاتے ہیں وہ فرشتے جو تمہارے پاس رہے تھے تو اُن کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے کہ (اے فرشتو) تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو وہ کہتے ہیں ہم نے اُنھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور (جب) اُن کے پاس گئے تو (وہ اُس وقت بھی) نماز پڑھ رہے تھے

قارئین کرام! آپ نے بخاری شریف کی حدیث کا مطالعہ کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال و احوال اور ہر قسم کے معاملات کو خوب دیکھتا اور جانتا ہے اس کے باوجود بندوں کے اعمال اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کی علمی و تبلیغی خدمات معترضین کے نزدیک بھی مسلمہ و معتبرہ ہیں۔

وہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اوراد فتحیہ کو لائے ہیں اور جس میں واضح طور پر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ لکھا ہوا ہے۔

کلیات امدادیہ صہ مصنفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مراتب ذکر کے بیان کے تحت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ دُرود شریف لکھا ہوا ہے اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر تین بار مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ"

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ"

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ"

اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (امداد المشتاق)

اب بھی اگر کوئی شخص مذکورہ دُرود شریف کو فیصل آبادی دُرود کہے تو اسے یہ بھی بتانا چاہیئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پہلے ہوئے ہیں یا محدث اعظم مولانا سردار محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہوئے ہیں۔

کلیات امدادیہ صہ ۵۰، ۵۱ پر بھی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے مذکورہ دُرود شریف تین بار لکھا ہے اور فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کی داہنے اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ کی بائیں اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ کی دل پر ضرب لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے دُرود شریف پڑھے۔

علامہ وحید الزماں نے تو واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ یارسول اللہ، یاعلی وغیرہ کہنا

شرک نہیں۔ ---------- (ھدیۃ المہدی ص۲۴)

اور اس کی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔

وَثَبَتَ فِی حَدِیْثِ الْاَعْمٰی یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ۔ (ھدیۃ المہدی ص۲۳)

اور ثابت ہے اُس نابینا (صحابی) کی دعا سے جس نے یَا مُحَمَّد کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توجہ کی تھی۔

اسی صفحہ پر یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ والی روایت بھی نقل کی ہے۔ اور حضرت ابنِ عمر کا پاؤں سُن ہونے والی روایت اور رُوم کی سرزمین میں شہید ہونے والوں کا یا محمداہ والا نعرہ بھی نقل کیا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جو بعد وفاتِ عمر رضی اللہ عنہ یا عُمَراہ یا عُمَراہ پکارا تھا وہ بھی نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور کافی مثالیں مختلف کتابوں میں موجود ہیں مثلاً:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک جنگ کے موقعہ پر مسلمانوں کا شعار یہ تھا۔ یَا مُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ اُمَّتَكَ اُمَّتَكَ۔

اے وہ (مبارک رسول) بار بار جن کی تعریف کی جاتی ہے جن کے لیے مدد اُترتی ہے اپنی اُمت کی خبر لو۔ (فتوح الشام للواقدی جلد۱ ص۱۶۰)

اس طرح ایک اور جنگ میں ایک رات صحابہ کرام سخت مشکل میں مبتلا ہوئے۔

كَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِيْنَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللهِ اِنْزِلْ ۔ اس رات ان حضرات کا شعار یہ تھا۔ (فتوح الشام)

یا محمد، یا محمد کہتے اور آپکو نصر اللہ کہہ کر اللہ کی مدد اُترنے کی دعائیں کرتے۔

جنگِ یمامہ میں بھی مسلمانوں نے یا محمداہ بطور شعار اپنا رکھا تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

تتمّہ

از مناظرِ اسلام محققِ اہلِ سنت علامہ محمد عباس رضوی صاحب

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قارئینِ محترم! آپ نے سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت فاضل مؤلف کتاب ھٰذا نے ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور ہر مسئلہ میں اپنے موقف پر قرآن وسنت کے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور ایسے دلکش پیرائے میں اپنا موقف پیش فرمایا کہ ہر قاری کی زبان سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" (آمین بجاہ سید المرسلین)

کتاب کے آخر میں صلاۃ وسلام کا موضوع بیان فرما کر قبولیت کی ایک اور اہم شرط کو پورا فرما دیا ہے۔ ویسے تو ہر عاشقِ صادق اور مومن اکثر اوقات محبتِ رسول اکرم پہ درود وسلام پڑھتا رہتا ہے۔ لیکن بالخصوص ایسے مواقع کہ جن کے بارے میں حدیث شریف میں صراحتاً یا بغیر صراحت کے حکم آیا ہے ان مواقع پر کثرت کے ساتھ درود شریف عرض کرتا ہے۔

انہی مواقع میں سے ایک موقع آذان کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلّی علیّ صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بھا عشرا ــــــــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن سے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی اس کی مثل کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جس کسی نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

مسلم ص ۱۶۶/۱ کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن ولفظہ لہٗ۔ ابو داؤد ص ۷۷/۱، ترمذی ص ۲۰۲/۱، نسائی ص ۱۱۰/۱، بیہقی السنن الکبریٰ ص ۴۰۹/۱، الدعوات الکبیر ص ۳۵/۱، والسنن الصغریٰ ص ۱۲۴/۱، شرح السنۃ ص ۲۸۴/۲، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶/۱، ابو عوانہ ص ۳۳۶/۱، مسند احمد ص ۱۶۸/۲، شرح معانی الآثار ص ۸۵/۱، المعجم الاوسط ص ۲۳۸/۹، ابن ابی عاصم کتاب الصلوٰۃ ص ۵۹، صحیح ابن خزیمہ ص ۲۲۷/۱، الترغیب والترہیب للاصبہانی ص ۲۰۳/۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۴۲۔

اس صحیح حدیث شریف میں حکم ہے کہ آذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا چاہیئے اور الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت کا اس پر عمل ہے لیکن بعض جہال خود تو اس عملِ خیر سے محروم ہیں اور دوسروں کو بھی روک کر مناعٍ للخیر کی وعید کے مستحق ومصداق بنتے ہیں۔

شبہ:۔ حدیث شریف میں تو آذان کے بعد کا حکم ہے اور آپ سنی حضرات اذان سے قبل

پڑھتے ہیں۔ **حل** : ہم الحمدللہ آذان کے بعد بھی پڑھتے ہیں اور چونکہ آذان سے پہلے پڑھنے کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے ہم پہلے بھی پڑھتے ہیں اور پھر ہر کارِ خیر کے شروع میں درود و سلام پڑھنے کے بارے میں بھی حدیث شریف مروی ہے۔ اس لیے ہم دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ کام جس کے پہلے اللہ کی حمد اور مجھ پر درود نہ پڑھا جاتے وہ

کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بحمد اللہ والصلوٰۃ علیّ فھو اقطع ابتر ممحوق من کل برکۃ ؛	مقطعہ (دم کٹا) اور ہر قسم کی برکت سے خالی ہوتا ہے۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص۱۵، کنز العمال عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ۵۵۹/۱ ، ۲۹۳/۴

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر کارِ خیر سے پہلے درود شریف بطور برکت پڑھنا چاہیئے۔ اور پھر اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کیلئے درود شریف سند کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام حسن بن عرفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جاتا ہے تو حجاب اٹھ جاتا

فاذا صلی علی محمد انخرق الحجاب ،	ہے اور عمل قبول ہو جاتا ہے۔

(الصلات والبشر ـــــ لفیروز آبادی ص۸۴)

تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام قبل الآذان، آذان کی قبولیت کا سبب ہے اور مسلمان تو ہر حالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا پسند کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ہر حال میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

احب کثرۃ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل حال وانا فی یوم الجمعۃ ولیلۃ اشد استحباباً۔ معرفۃ السنن والآثار للبیھقی ج۲ ، والصلات والبشر ۱۴۸ ۔	پر صلوٰۃ وسلام کی کثرت پسند کرتا ہوں اور جمعہ اور اس کی رات کو تو زیادہ مستحب سمجھتا ہوں۔

اور پھر ہمیشہ سے اہلسنت کی اہل بدعت اور گمراہ فرقوں سے پہچان اور امتیاز ہی کثرتِ صلاۃ وسلام رہی ہے جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل سنّت کی نشانی

علامۃ اھل السنۃ کثرۃ الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الترغیب والترہیب ۳۲۳ ، القول البدیع ص۵۲	یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کثرت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

تو آج آپ دیکھ لیں کہ کن کی محفلوں میں صلاۃ وسلام، آذان کے ساتھ صلاۃ وسلام، نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام بلکہ ہر جگہ ہی صلاۃ وسلام ہوتا ہے، یقیناً وہی لوگ اہل سنت ہیں۔

ہمارے مخالفین کی معتبر اور معتمد شخصیت علامہ ابن القیم نے لکھا ہے!

والخامسۃ ، ان یدعو اللہ بعد اجابۃ المؤذن وصلاتہ علی رسولہ	اور پانچویں سنّت یہ ہے کہ اجابتِ اذان کے بعد آدمی دعا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔
اور پھر آگے مزید لکھا کہ	

فھذا خمسة وعشرون سنة فی یوم ولیلة لا یحافظ علیھا الا السابقون جلاء الافہام ص۲۲۵

یہ دن رات کی پچیس سنتوں میں سے ہے کہ جس پر السابقون الاولون ہی محافظت فرماتے ہیں

اور آجکل کے مفتی اعظم نجد عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا کہ

وبھا ان الصلوٰۃ علی النبی مشروعۃ فی الصلوٰۃ فی التشھد ومشروعۃ فی الخطب والادعیۃ والاستغفار وبعد الاذان وعند دخول المسجد والخروج عنه و عند ذکرہ وفی مواقع اخری ،

مجموعہ فتاویٰ ومقالات متنوعہ ص۲۹۷/۲

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تو یہ بے شک نمازوں کے تشہد اور خطبوں اور دعاؤں استغفار اور بعد آذان اور مسجد میں داخل ہونے اور اس سے خارج ہوتے وقت اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر مشروع ہے۔

اور اس مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال اور اس کا جواب کچھ اس طرح ہے۔

س : ما یفعله بعض الناس عندنا فی الاردن وبعض البلدان الاخری من قول المؤذن بعد الاذان اللھم صل علی محمد .... فھل فی ذلك شئ وما حکمه

ج : ھذا المقام تفصیل فان کان المؤذن یقول ذلك بخفض صوت مشروع للموذن وغیرہ ممن یجیب المؤذن لان النبی صلی اللہ علیه و سلم، قال اذا سمعتم المؤذن - - - - - - - -

مجموعہ فتاوی ومقالات ص۲۴۳، ۲۴۴

س: یہ جو کچھ لوگ ہمارے ہاں اُردن میں اور کئی دیگر ممالک میں کرتے ہیں کہ مؤذن بعد از آذان نبی اکرم پر درود پڑھتا ہے۔ کیا اس کی اصل ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔

ج : اس مقام میں تفصیل ہے اگر مؤذن اور جواب دینے والا پست آواز سے درود پڑھے تو پر مشروع ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم مؤذن کو سنو ـــــ تو پھر مجھ پر درود پڑھو۔

ایک تو اس سوال سے معلوم ہوا کہ اُردن سمیت بقیہ مسلم ممالک میں بھی آذان کے ساتھ درود وسلام مروج ہے۔ اور سوائے معدودے چند نجدیوں کے تمام مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں۔ اور جہاں تک نجدی مفتی کے جواب کا تعلق ہے تو نفسِ مسئلہ میں تو وہ ہمارے ساتھ متفق ہے کہ صلوٰۃ وسلام عندالآذان پڑھنا چاہیے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آواز بلند نہیں ہونی چاہیئے تو جو حدیث اس نے پیش کی ہے اس میں تو کوئی ایسی قید نہیں ہے لہٰذا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عام رکھا ہے تو کوئی دوسرا بغیر دلیل کے اس کو کیسے پست آواز کے ساتھ مخصوص کر سکتا ہے۔

اب جب یہ مسئلہ واضح وثابت ہوگیا کہ آذان کے ساتھ درود شریف تو ہونا چاہیئے تو اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ وہ کن الفاظ کے ساتھ ہونا چاہیئے تو حضرت سید علی زادہ حنفی فرماتے ہیں !

ای یقول مثلاً. اللهم صلی علی محمد وعلی آله وصحبه وسلم او یقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اویقول الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ اوغیر ذلک — شرح شرعۃ الاسلام ص۱۵۰

یعنی یوں کہے، اللھم صل علی محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلّم، یا یوں کہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا یوں کہے، الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ یا اسکے علاوہ۔

یعنی چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ کی قید بھی نہیں لگائی، لہٰذا جو الفاظ آدمی چاہے اچھے اچھے استعمال کرے۔

شبہ : چونکہ الصلاۃ والسّلام علیکَ یا رسُول اللہ کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لہٰذا یہ پڑھنا بدعت ہے، اس لیے اگر پڑھنا ہی ہو تو درودِ ابراہیمی پڑھا جائے۔

حل : اگر بالفرض محال آپ کی بات تسلیم کر لی جائے کہ صرف درودِ ابراہیمی ہی پڑھنا چاہیئے وگرنہ اس کا ترک اور انکار لازم آئے گا۔ تو عرض یہ ہے کہ درودِ ابراہیمی کا کون سا صیغہ پڑھا جائے کیونکہ درودِ ابراہیمی کے ہی تو کم ازکم چالیس مختلف صیغے مروی ہیں، اگر ایک اختیار کر لیا جائے تو کیا دیگر الفاظ کا ترک اور انکار لازم نہیں آئے گا؟

اور پھر اگر الصلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ محض آپ کے زعمِ باطل کے نزدیک صرف اس لیے ناجائز ہو گا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو پھر درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جائز ہو گا کیونکہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا تو نام ہی درودِ محدثین ہے۔ یا پھر آپ صحیح سند سے ثابت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا نام آئے تو (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھا کرو اور درودِ ابراہیمی نہ پڑھا کرو۔

حالانکہ یہ تو علمائے نجد کو بھی اقرار ہے کہ یہ درود شریف محدثین نے بنایا ہے!
عبدالمحسن بن محمد العباد مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی نے لکھا۔

وقد درج السلف الصالح ومنهم المحدثون بذكر الصلوٰة والسّلام عليه وصلى الله عليه وسلم، عند ذكره بصيغتين مختصرتين احدهما ﷺ والثانيه عليه الصلاة والسلام. وهاتان الصيغتان قد امتلأت بهما، ولله الحمد، كتب الحديث: (فضل الصلاة على النبي مطبوعه مدينة المنورة)

تو ثابت ہوا کہ اگر الصلاۃ والسّلام علیک یارسول اللہ صرف اس لحاظ سے ناجائز ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو پھر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح ناجائز ہونا چاہیئے۔

محمد عباس رضوی

خطیب پاکستان حضرت علامہ

ابو الفضل منور حسین عثمانی رضوی

کی تصانیف

نورانی نسبت

عاشقانہ، عالمانہ، مدللانہ بیان

صفحات ۲۶۳

قیمت — ۱۵۰

ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ

وسیلۂ بخشش

بیمار کی عیادت، تیمارداری اور

ایصال ثواب پر جامع دستاویز

صفحات ۲۴۰

قیمت ۱۵۰

ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ

مکتبہ

آنکھوں کی ٹھنڈک

نماز کے فضائل و مسائل

قرآن و حدیث کی روشنی میں

ایک ایسی لاجواب و بے مثال

تحقیقی کتاب جس کی نظیر

ملنا مشکل ہے:

از قلم

حضرت علامہ منور حسین عثمانی صاحب

قیمت: ۱۵۰ روپے

حقوق اللہ و حقوق العباد کے موضوع پر

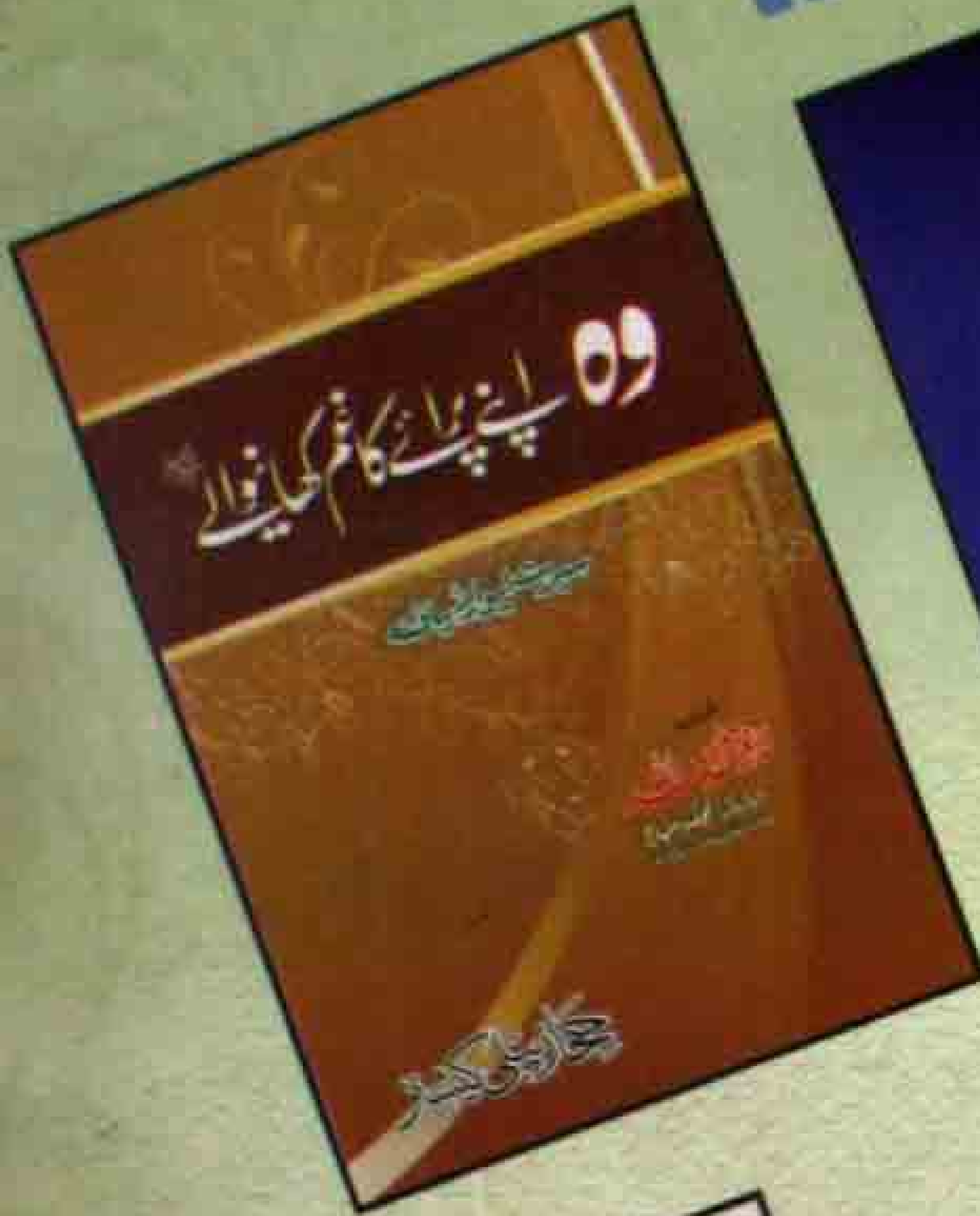
ایمان افروز انتہائی پر مغز اور مؤثر کتاب

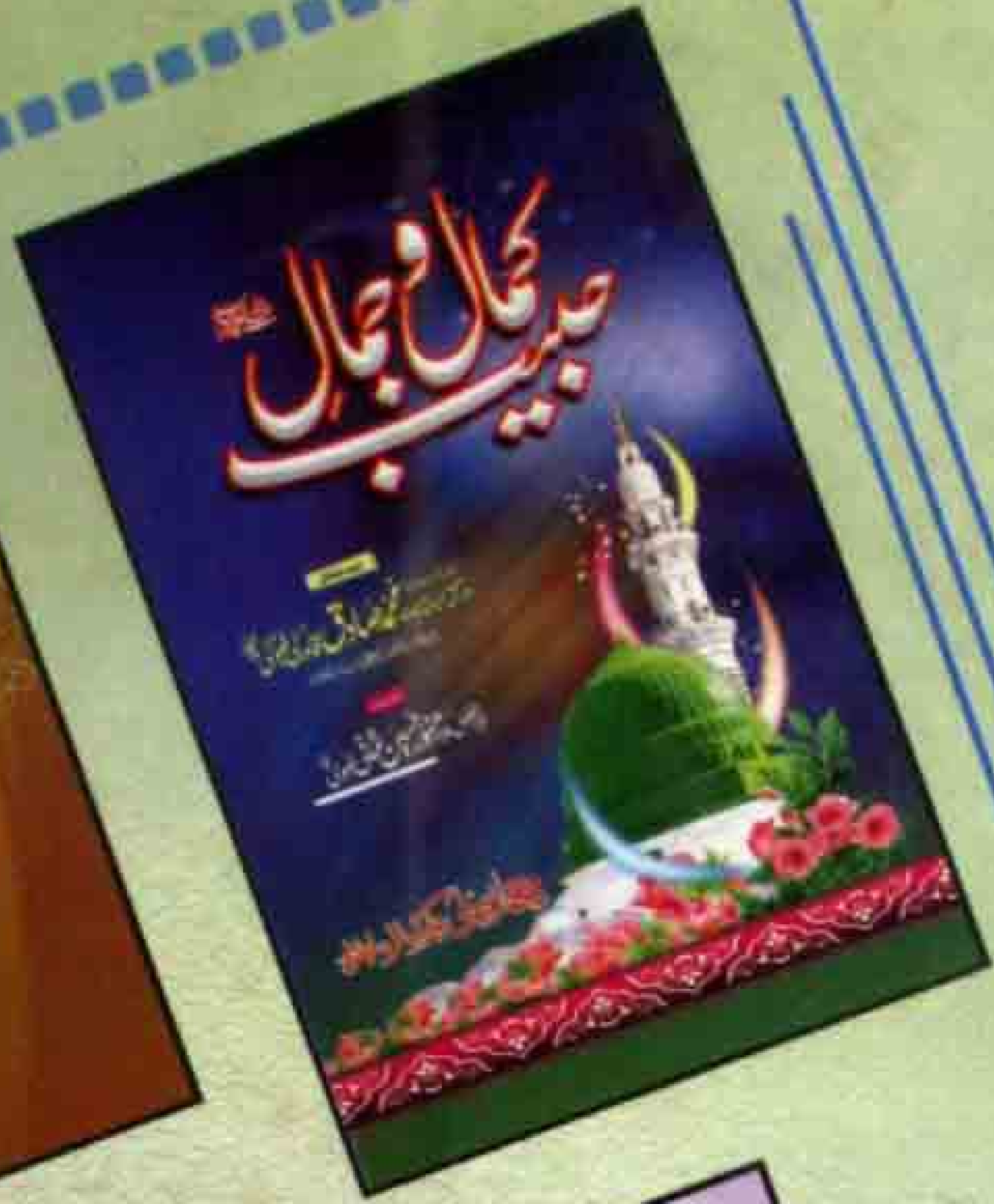
تصنیف

حضرت علامہ منور حسین عثمانی صاحب

ایمان کی بہاریں

قیمت/۱۰۰ روپے









A.D. Graphic
0321-4374818

حجاز پبلی کیشنز، لاہور